CALL No.
AUTHOR
TITLE

THE BOOK MUST BE CHECKED AT THE TIME OF ISSUE

ALLAMA IQBAL LIBRAR[Y]
UNIVERSITY OF KASHMIR

1. This book should be returned on or before the [date last] stamped.
2. Overdue charges will be levied under rules for [each day] the book is kept beyond the date stamped above.
[3. Books lost, defaced or injured] in any way shall [be replaced by the borrower.]

مجموعہ مکاتیب داغ

یا

"زبانِ داغ"

مرتبہ

سید رفیق مارہروی

مجموعہ مکاتیب داغ

یا

"زبانِ داغ"

مرتبہ

سید رفیق مارہروی

# زبانِ داغ

نسیم بکڈپو لکھنؤ کی ایک اور ادبی پیش کش

[illegible]

حقوق اشاعت بحق نسیم بکڈپو لکھنؤ محفوظ ہیں

قیمت مجلّد

تین ۳ روپیہ آٹھ آنے

ناشر

نسیم بکڈپو۔ لاٹوش روڈ لکھنؤ

ٹیلیفون نمبر ۴۵۵۹

ناشر:۔ عزیز الرحمٰن — پرنٹر:۔ سرفراز قومی پریس

# زبانِ داغ

## مجموعۂ مکاتیب نواب مرزا خاں داغ دہلوی

مرتبہ

سید رفیق مارہروی

14.2.75

JAMMU & KASHMIR UNIVERSITY
LIBRARY
No. 34136.
Date 30-8-60
SRINAGAR

ALLAMA IQBAL LIBRARY
34136

# انتساب

بے جا نہ ہوگا اگر میں جہانِ اُستاد فصیح الملک نواب مرزا خاں داغ دہلوی کے اس مجموعۂ خطوط کو اُن کے نامور شاگرد حضرت احسن مارہروی کے نامِ نامی سے معنون کردوں جو نصف عمر کے بیشتر لمحات اپنے شفیق اُستاد کی پُرخلوص قلمی خدمت کرتے رہے بلکہ اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک اُستاد ہی کا دَم بھرتے رہے۔

سید رفیق مارہروی

1381

# پیش لفظ

اگر پدر تواند پسر تمام کند

سنتے آئے تھے مگر اس پر عمل ہوتے دیکھا نہ تھا، اب جو جناب رفیق مارہروی نے داغ کے خطوط مرتب کئے تو اس مقولے کی صداقت سامنے آگئی، حضرت احسن مارہروی نے داغ کے خطوط فراہم کر کے مرتب کرنا شروع کئے ہی تھے کہ دوران ترتیب اپنے اُستاد سے جا ملے اور یہ نامکمل مجموعہ انجمن ترقیٔ اردو نے "انشائے داغ" کے نام سے شایع کیا جس میں صرف ایک سو چالیس خطوط ہیں، جناب رفیق مارہروی نے بھی اپنے قابل والدِ بزرگوار کے نقشِ قدم پر چل کر داغ کے خطوط فراہم کئے، اور انھیں مرتب کر کے ایک نفیس مجموعہ آپ کے سامنے پیش کیا ہے، اس مجموعے میں علاوہ انشائے داغ کے ۱۴۰ خطوط کے تقریباً سو غیر مطبوعہ اور بہترین خطوط بھی شامل ہیں اور اس طرح ایک بہترین مجموعہ ان باپ بیٹوں کی مشترکہ کوششوں کی بدولت ہمارے ہاتھوں میں ہے جو بڑی اُہم ادبی چیز ہے۔

خطوط خصوصاً نجی اور خانگی خطوط جو بلا تصنع لکھے جاتے ہیں یا لکھوائے جاتے ہیں انسان کے اخلاق، کردار، عمل، مذہب، شرافت، مروت، وضعداری، رواداری، غیرت اور خودداری کے آئینہ دار ہوتے ہیں، چنانچہ ان خطوط میں بھی آپ کو داغ کی شرافت، انسانیت، اخلاق اور مروت و اخلاص کے گہرے نقوش ملیں گے، یہ

خطوط درحقیقت داغ کے یقین و عمل، وضعداری، روا داری، غیرت و خودداری کی تصویریں ہیں، ان میں آپ داغ کی زندگی بے نقاب دیکھ سکیں گے جس نے انکو دکن کی بادیہ پیمائی پر مجبور کیا، ان خطوط سے آپ کو اس حقیقت کا بھی اندازہ ہوگا کہ داغ نے ساڑھے تین سال کس طرح حیدرآباد میں بلا کسی ذریعہ معاش کے بڑی شان سے گزارے اور کسی کے دست نگر نہ ہوئے اپنے بیرونی دوستوں سے قرض منگایا، دلی کے ساہوکار سے اُدھار لیا مگر حیدرآباد میں کسی امیر کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا حیدرآباد جیسے مخدوش دُپر آشوب مقام پر بغیر کسی سازش میں شریک ہوئے اٹھارہ سال گزارنا داغ اور صرف داغ ہی کا کام تھا ورنہ دریائے موسیٰ کی پُر پیچ وکھنور دار لہروں میں محسن الملک سے لیکر ظفر علی خاں تک نائب ہو گئے، مگر داغ داغ ہی تھے وہ ان تمام مکروہات سے محفوظ رہے اور زندگی کی آخری سانسوں تک اُن کا شمار جاں نثاروں اور وفاداروں میں رہا اور کوئی ملکی سازش اثر نہ چل سکی، حیدرآباد میں بہ یک بینی و دو گوش یکہ و تنہا آکر اتنا رسوخ پیدا کر لینا کہ استاد السلطان بنجانا معمولی بات نہیں، جب حیدرآباد میں شررؔ ٹک نہ سکے، محفوظ علی بی، اے جیسے قابل نوکری نہ پا سکے وہاں داغ جیسے مخصوص رنگ کے حامل شاعر کا پنپ جانا اور پھر اعلیٰ مدارج طے کرنا ع

معجزہ گر نیست کرامات ہست

داغ کی زندگی کن نشیب و فراز سے عبارت تھی اور وہ یقین مستحکم اور عملِ پیہم پر کتنا ایمان رکھتے تھے، اس کا اندازہ آپ کو ان خطوط سے ہوگا جو آپ آگے چل کر پڑھیں گے جس زمانے میں داغ حیدرآباد پہونچے ملکی و غیر ملکی کا سوال اٹھ چکا تھا

ہندوستانی و دکنی کش مکش عروج پر تھی ایسے حالات میں حیدرآباد میں ٹکنا بڑا صبر آزما اور حوصلہ شکن تھا مگر داغ مرد میدان تھے، صرف الفاظ کے طوطا مینا بنانے والے شاعر ہی نہ تھے بلکہ عملی آدمی تھے، انھوں نے ابتدائی ناکامیوں کے باوجود سرزمین دکن کو نہ چھوڑا گوہر مقصود کے لئے برابر کوشاں رہے اور بالآخر وہ کامیاب ہو کر رہے، انھوں نے ع

بادوستاں تلطف بادشمناں مدارا

کے زریں اُصول پر کاربند رہ کر دشمنوں کو دوست اور دوستوں کو عاشق بنالیا اُو اٹھارہ سال غیروں میں رہ کر ایسے گزارے جیسے کہ کوئی اپنوں میں ہو، داغ کے حیدرآبادی شاگرد حسن علی خاں اسیر، محفوظ، بارق، رنج، الم، تجلی، کیفی، واصفی، ناظم، مہر اور رسا وغیرہ داغ کے فدائی تھے، داغ نے ان شاگردوں کو دوست ہی نہیں بلکہ اپنا عاشق بنالیا تھا میرے والد حضرت تجلی جب داغ کا ذکر کرتے آب دیدہ ہو جاتے حضرت سجادہ اور حضرت مہر بفضلہ الٰہی حیدرآباد میں موجود ہیں، داغ کا نام لیجئے تو اب بھی ان کی آنکھیں نم ناک ہو جاتی ہیں۔ یہ داغ کا خلوص تھا کہ پچاس سال ہو گئے مگر داغ کی یاد لوگوں کے دلوں میں اب تک موجود ہے۔

میں داغ کو نہ صرف ایک شاعر کی حیثیت سے پسند کرتا ہوں بلکہ ایک عملی آدمی، ایک شریف اُستاد، ایک نیک بزرگ، ایک مرد کامل کی حیثیت سے بھی ان کا مداح ہوں، داغ کے یہ خطوط ان کی قوتِ عمل، بلندی اخلاق و کردار اور ان کی وضعداری و خودداری پر پوری پوری روشنی ڈالتے ہیں اور ان کے مواجہ

ک داغ کو صرف ایک شاعر سمجھنے والا بھی ان کی زباں دانی اور انشا پردازی کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

تمکین کاظمی
حیدرآباد دکن
۱۲ر جنوری ۱۹۵۶ء

---

# عرضِ مرتب

آج سے پندرہ سولہ سال قبل والد مرحوم حضرت احسن مارہروی نے اپنے اُستاد حضرت داغ کے خطوط جمع کرنا شروع کئے تھے، تلاش وجستجو کا سلسلہ کئی سال جاری رہا، اکثر تلامذۂ داغ اور اپنے احباب سے مولانا نے خطوط حاصل کئے ابھی یہ مجموعہ خطوط تکمیل کی حد کو نہ پہنچا تھا کہ ۳۰ راگست ۱۹۴۱ء کو یکایک مولانا کا انتقال ہو گیا، یہ مسودہ چند ابواب پر تقسیم کر کے مرتب کیا گیا تھا، ہر باب کے خاتمے پر سادہ ورق چھوڑ دئے گئے تھے، مقدمہ بھی لکھا جا چکا تھا، مزید خطوط کی تلاش وجستجو آخر وقت تک جاری رہی، جس وقت کوئی خط ملتا، باب کی مطابقت سے مسودے پر درج کر دیا جاتا، مولانا کے انتقال کے وقت تک اس مسودے میں ۱۳۷ خطوط درج ہو چکے تھے، تین خط جو مرحوم نے دورانِ علالت پٹنہ سے حاصل کئے تھے درج کرنے سے رہ گئے تھے وہ راقم الحروف نے مسودہ پر چڑھا کر مسودہ جوں کا توں مولوی عبد الحق صاحب کو بھجوا دیا جو ۱۹۴۱ء میں "انشائے داغ" کے نام سے انجمن ترقیِ اُردو کے اہتمام سے شایع ہوا۔

۱۹۴۷ء کے فسادات میں انجمن ترقی اُردو کے دفتر کو آگ لگا دی گئی اور ایک زبردست ذخیرۂ کتب نذرِ آتش ہو گیا، مولوی عبد الحق صاحب عازم پاکستان

ہو گئے، انجمن ترقیِ اُردو کا وجود اب بھی ہندوستان میں ہے لیکن "انشائے داغ" کا ایک نسخہ بھی اسکے دفتر میں موجود نہیں۔ انشائے داغ کی اشاعت کے کئی سال بعد جب میں نے والد مرحوم کے زمانے کے پُرانے خطوط کی دیکھ بھال کی تو بالکل غیر متوقع طور پر مجھے ایک بنڈل داغ کے خطوط کا دستیاب ہوا، دو ایک خط پڑھے تو وہ غیر مطبوعہ معلوم ہوئے، انشائے داغ سے ان کا مقابلہ کیا تو میرا خیال صحیح نکلا۔ ان خطوط کی دستیابی سے خیال ہوا کہ مولانا مرحوم نے انشائے داغ کے مقدمے میں جن بہترین خطوط کے تفرقۂ اوقات کی وجہ سے ردّیوں میں ملکر نیست و نابود ہو جانے کا ذکر فرمایا ہے وہ خطوط غالباً یہی ہیں جو یا تو مرحوم کے علم و یادداشت میں نہ تھے اور خطوط کے انبار میں دفن تھے یا اگر ذہن میں تھے تو اُن جیسے مصروف انسان کیلئے انھیں تلاش کرنا مشکل تھا، ان خطوط کی دستیابی کے بعد سے ہی میری نظر میں "انشائے داغ" کی نامکمل اشاعت کھٹکنے لگی اور اسی وقت سے یہ ارادہ کرلیا کہ جس صورت سے ممکن ہو اس کمی کو پورا کرنا چاہیئے چنانچہ اس احساس کے تحت مزید خطوط کی تلاش و جستجو جاری کر دی گئی اور مختلف اوقات میں بہت کچھ خطوط جلیسر ضلع ایٹہ، کچھ بلسی ضلع بدایوں، کچھ رامپور اور کچھ حیدرآباد سے حاصل ہوئے[1] اور

---

[1] میرے جن کرم فرماؤں نے اس کتاب کی ترتیب میں میری مدد کی ان میں برادر محترم جناب سید نمکین صاحب کی ذات خصوصیت رکھتی ہے برادر موصوف نے نہ صرف مجھے مختلف اشخاص کے نام کے بہت سے خطوط عطا کئے بلکہ بہت سی ایسی مفید اور کارآمد معلومات فراہم کیں کہ جن کے بغیر میری یہ کوشش یقیناً نامکمل رہتی نمکین صاحب کے فراہم کئے ہوئے خطوط میں وہ خط بھی شامل ہیں جو موصوف کو امتیاز علی صاحب عرشی لائبریرین رضا لائبریری رامپور سے دستیاب ہوئے تھے۔

اس طرح میرے پاس تقریباً سو غیر مطبوعہ اور بہترین خطوط کا ذخیرہ ہو گیا انشائے داغ میں جو خطوط شائع ہوئے ہیں ان میں زیادہ تعداد ایسے خطوط کی ہے جو حضرت داغ نے بعض امراء، نوابین اور شاگردوں کو لکھے ہیں جو اگر غور کیا جائے تو تکلف و آورد سے پاک نہیں اور بڑی حد تک سادہ اور خشک ہیں، لیکن اب جو خطوط مجھے دستیاب ہوئے ہیں ان میں بیشتر ایسے تھے جو داغ نے اپنے بے تکلف احباب کو لکھے تھے ان خطوط میں داغ نے انشا و زبان کی وہی شان قائم رکھی ہے جو ان کے تغزل کی جان ہے۔ اس کامیاب دستیابی پر مجھے بڑی مسرت ہوئی اور اپنے مصروف اوقات سے کسی نہ کسی صورت میں نے اتنا وقت نکال لیا کہ آج آپ کے سامنے داغ کے خطوط کا ایک ایسا مجموعہ پیش کر رہا ہوں جس میں نہ صرف یہ کہ ہر مذاق و ہر رنگ کے خطوط موجود ہیں بلکہ حضرت داغ کی زندگی کے بہت سے پس پردہ حالات بھی واضح ہو گئے ہیں۔

اس مجموعۂ خطوط میں تقریباً سو غیر مطبوعہ خطوط کے ساتھ ۱۴۰ وہ خطوط بھی شامل ہیں جو انشائے داغ کے نام سے شائع ہو چکے ہیں اور بہ مصداق ؎

یوں لائے اسکے کوچے سے دل اپنا ڈھونڈھکر

دیکھا جہاں پڑا کوئی ٹکڑا اُٹھا لیا

وہ تمام چھوٹی بڑی تحریریں بھی اس مجموعے میں شامل کر لی گئی ہیں جو داغ سے منسوب ہو کر ملک کے بعض رسائل میں شائع و مطبوع ہو چکی ہیں اور جن کا ایک جا ہونا بہت ضروری تھا، خطوط بحساب حروف تہجی پیش کئے گئے ہیں افادیت میں مزید اضافے کے پیش نظر مکتوب الیہم کے حالات جس قدر معلوم ہو سکے ہیں

درج کردئے گئے ہیں خطوط میں جن افراد اور مقامات وغیرہ کا ذکر ہے ان کی وضاحت بھی حسبِ ضرورت خطوط کے ذیل میں کر دی گئی ہے، بعض خطوط کی مزید وضاحت کے لئے وہ متعلقہ خطوط اور دیگر متعلقہ تحریریں بھی پیش کر دی گئی ہیں جنکے بغیر خطوط کی پوری وضاحت نہیں ہوتی تھی، بعض خطوط کے ذیل میں مکتوب الیہم کے خطوط بھی محض مسئلہ زیرِ بحث کو پوری طرح واضح کرنے کے لئے دے دئے گئے ہیں اور اس طرح اس مجموعہ کا ہر خط ایک آئینہ ہو کر رہ گیا ہے، خطوط سے پہلے حضرتِ داغ کی اجمالی سوانح عمری دی گئی ہے اور خصوصیت کے ساتھ جناب داغ کی زندگی کے اس "رخ" پر اظہارِ خیال کرنے کی جرأت کی ہے جو اس وقت تک غالباً "شجرِ ممنوعہ" خیال کر کے واقعہ نگاروں نے بے نقاب نہیں کیا تھا اور اگر اس موضوع پر کہیں کچھ لکھا بھی تھا تو مشکوک و مبہم انداز میں

اس مجموعۂ خطوط میں اکثر مقامات ایسے بھی ہیں جہاں سے بحث و مباحثے کی گنجائشیں نکلتی ہیں میں نے اس سے قطع نظر کیا ہے اور خود کوئی رائے زنی نہیں کی ہے، اِن باتوں کو موضوعِ بحث بنانا اس کتاب کی اشاعت کے بعد اسپر تنقید یا تنقیص لکھنے والوں کا کام ہے، داغ کے یہ خطوط زبان و انشا کے اعتبار سے کیسے ہیں، یہ بحث بھی مجھے یہاں نہیں کرنا ہے، چیز آپ کے سامنے موجود ہے اس کا فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں، حضرت داغ نے اپنے منظوم کلام کے لئے دعوے فرمایا تھا کہ ؎

اُردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

اس دعوے کی تصدیق یا بطلان کے لئے آج داغ کی نثر آپ کے سامنے ہے غور فرمائیے کہ داغ کی تعلّی کا اطلاق ان کی نثر پر بھی ممکن ہے یا نہیں، داغ اپنے خطوط کی بے تکلف و بے باک تحریروں میں کتنے اور کیوں حق بجانب ہیں اس کی صفائی بھی مجھے نہیں کرنا، مولانا شبلی کی عطیہ[1] بیگم صاحب اور حضرت داغ کی منی بائی حجاب میں کیا فرق ہے اس کا فیصلہ بھی آپ کا ذوقِ سلیم ہی کرے گا، داغ کس درجہ شاہد باز تھے اور جناب امیر کتنے پاک باز، اس کا فیصلہ بھی آپ ہی فرمائیے، حضرت غالب کی ستم پیشہ ڈومنی[2] کا انھیں مار رکھنا، میر[3] صاحب کے عطار بچہ کی کیفیتیں، میاں مصحفی کی سقنی[4] یا ان کی زنِ مدخولہ[5] اور میر سوز کے طفل[6] پری رو

[1] دیکھو خطوط شبلی بنام عطیہ بیگم [2] دیکھو خطوط غالب [3] میر صاحب کیلئے ان کے یہ شعر ملاحظہ فرمایئے ؎

کیفیتیں عطار کے لونڈے میں بہت ہیں — اس نسخے کی کوئی نہ رہی ہم کو دوا یاد
میر کیا سادے ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب — اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

[4] سقنی کی تعریف میں میاں مصحفی کے یہ شعر ملاحظہ فرمایئے ؎

پانی بھرے ہے یارو باں قرمزی دوشالا — لنگی کی سج دکھا کر سقنی نے مار ڈالا
کاندھے پہ مشک لیکر جب قد کو خم کرے ہے — کافر کا نشۂ حسن ہو جائے ہے دوبالا

دریائے خوں میں کیوں کر ہم نیم تن نہ ڈوبیں
لنگی کے رنگ سے جب واں تا کمر ہو لالا

[5] زنِ مدخولہ کی عصمت مآبی پر مصحفی کے یہ شعر گواہ ہیں ؎

اے کاش نہ ہم ایسی محبت کرتے — اور کرتے تو کچھ تو صبر و طاقت کرتے
گر یہی ہے بے کلی تو اک دن یارب — مر جائیں گے یوں ہی عصمت عصمت کرتے

[6] میر سوز کی بھی طفل پری رو ملاحظہ ہو ؎

گئے گھر سے جو ہم اپنے سویرے — سلام اللہ خاں صاحب کے ڈیرے
وہاں دیکھے کئی طفلِ پری رو — ارے رے رے ارے رے رے ارے رے

صرف ان کی شاعری کے رنگین اور وقتی موضوع تھے یا کچھ حقیقت اس کے حکم بھی؟ آپ ہی بنیے مگر پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنے ان فطری جذبات کا بھی ضرور محاسبہ کر لیجئے جن کی توجیہہ عرصہ ہوا ڈاکٹر اقبال نے یوں فرمائی تھی ؎

تھی زبانِ داغ پر جو آرزو ہر دل میں ہے
لیلیٰ یعنی یہ وہاں بے پردہ یاں محمل میں ہے

سید رفیق مارہروی
یکم دسمبر ۱۹۵۵ء

---

# فہرست اسمائے مکتوب الیہم

The J & K University Library
Acc. No. 34136.

# ذکرِ داغ

حضرت داغ ۲۵ر مئی سنہ ۱۸۳۱ء مطابق ۱۴ر ذی الحجہ سنہ ۱۲۴۶ھ بدھ کے روز دن کو دو بجے دہلی محلہ چاندنی چوک میں پیدا ہوئے نام "ابراہیم" رکھا گیا، شادی کے موقع پر "نواب مرزا" لقب پایا، شاعری شروع کی تو داغ تخلص رکھا، اصل نام آج کوئی نہیں جانتا، "نواب مرزا خاں داغ" کے نام سے مشہور ہیں جناب کلب علی خاں صاحب فائق رامپوری کے ارشاد کے مطابق ان کے[1] والد کا نام شمس الدین احمد خاں والی فیروز پور جھرکہ کہا جاتا ہے، جو تاریخ قبل از غدر کی مشہور شخصیت ہیں لیکن مولانا احسن صاحب مارہروی لکھتے ہیں کہ جب[2] آپ کے والد کا انتقال ہو گیا تو مرزا صاحب اتنے خورد سال تھے کہ ان کے متعلق اس وقت کی کوئی بات بھی یاد نہیں ہے

یہ کہا جاتا ہے اور یاد نہیں بڑے معنی خیز اور مشکوک جملے ہیں اور ان جملوں

---

[1] نگار جنوری و فروری سنہ ۵۳ء [2] جلوۂ داغ مؤلفہ احسن مارہروی صفحہ ۱ تا ۱۲

سے حضرت داغ کے صُلبی حالات بجائے واضح ہونے کے مشکوک اور مشتبہ ہوجاتے ہیں مولانا احسن صاحب مارہروی نے حضرت داغ کی والدہ کا ذکر اس طرح فرمایا ہے "مرزا صاحب کی والدہ ماجدہ نے صاحبِ عالم مرزا محمد سلطان فتح الملک بہادر ولی عہد شاہ دہلی کے دامنِ عاطفت میں پناہ لی اور اپنی زندگی کا بڑا حصہ محل شاہی میں گذارا اور نواب شوکت محل بیگم صاحبہ خطاب پایا"[1]

داغ کے حالات میں مولوی عبد الغفور نساخ فرماتے ہیں کہ "داغ تخلص نواب مرزا خاں دہلوی ولد چھوٹی بیگم" شاگرد شیخ ابراہیم ذوق، ملازم نواب رامپور راقم نے اس شخص کو دہلی میں دیکھا تھا۔۔۔" جناب نساخ کی اس تحریر سے بھی داغ کی ولدیت پر مُہر تصدیق ثبت نہیں ہوئی، بلکہ نساخ نے ولد چھوٹی بیگم لکھ کر شکوک اور زیادہ مضبوط کر دئے، مولانا محمد حسین آزاد کی تحریر بھی والدۂ داغ کے بارے میں ملاحظہ فرمائیے[2] "مرزا فخرو شاہ زادے اواخر سلطنت میں ولی عہدی کے حقدار ہوئے، وہ بھی استاد ذوق سے اصلاح لیتے تھے، شہر میں چھوٹی بیگم نامی ایک حسین صاحبِ جمال اپنے ہُنر میں باکمال تھیں عمر کی دو پہر ڈھل چکی تھی اور کتنے ہی امیروں کو مار کر ہضم کر چکی تھیں اس پر بھی رنگین کی کلیاں چٹکتی تھیں، مرزا فخرو کی ۲۴، ۲۵ برس کی عمر تھی رنڈی کو نوکر رکھ کر غلام ہو گئے" مولانا احسن مارہروی کے الفاظ میں جو "بی بی" نواب شوکت محل بیگم صاحبہ کے نام سے معزز کی گئی تھیں وہی آزاد کی آزادروی کا شکار ہو کر کتنے ہی امیروں کو ہضم کر کے عمر کی ڈھلی ہوئی دوپہر میں رنگین کی کلیاں چن کر اپنے ہُنر دکھاتی

---

[1] تذکرہ سخن شعرائے نول کشور ۱۸۷۴ء [2] دیباچہ دیوان ذوق صفحہ ۴۱ مطبوعہ جلی پرنٹنگ ورکس دہلی ۱۹۲۳ء ۱۳۴۲ھ

نظر آتی ہیں۔

محولہ بالا تینوں تحریریں مبہم، مشکوک اور غیر سنجیدہ ہیں، ایک سادہ سی بات کو رنگین افسانہ بنا دیا ہے، مولانا احسن صاحب مارہروی کی عقیدت نے اپنے اُستاد کے صلبی حالات پر روشنی ڈالنا ہی مناسب نہ خیال فرمایا اور بڑی خوبصورتی سے یہ کہتے ہوئے گذر گئے کہ داغ اتنے خورد سال تھے کہ ان کو اپنے والد کے متعلق کچھ بھی یاد نہیں، کلب علی خاں صاحب فائق نے سب کچھ جاننے کے باوجود کہا جاتا ہے کہہ کر ایک نامناسب ذم کا پہلو پیدا کیا ہے، مولوی عبدالغفور صاحب نساخ باوجود اس کے کہ داغ کو دہلی میں دیکھ چکے تھے، نواب شمس الدین احمد خاں جیسی شخصیت سے آگاہ و واقف نہ ہو سکے اور صرف چھوٹی بیگم سے ہی داغ کو منسوب کر کے رہ گئے، رہے مولانا آزاد وہ اپنی تلخ وتند اور بے باک عبارت آرائی کے لئے مشہور ہیں چنانچہ انھوں نے وہ تمام خوش آئند پردے جو حضرتِ داغ کی ولدیت پر ڈال رکھے گئے تار تار کر کے رکھ دئے اور ان کی تحریر کے مواجہہ میں کم از کم یہ فیصلہ کرنا آسان ہو گیا کہ داغ کی والدہ یعنی چھوٹی بیگم "ارباب نشاط" سے تھیں۔

داغ پر اب تک جس قدر تذکرے لکھے گئے ہیں ان میں داغ کی ولدیت کا موضوع یا تو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے اور اگر ضمناً کہیں ذکر بھی کیا گیا ہے تو تشنہ و محتاط، اس قسم کی غیر واضح تحریروں سے ایک بے لاگ واقعہ نگار بڑی مشکل میں پڑ جاتا ہے اور وہ ان مبہم و محتاط تحریروں سے جو نتیجہ نکالتا ہے اُسے پیش کرنے میں پس و پیش محسوس کرتا ہے، بہرحال اب تک داغ کے

صلبی حالات پر جو کچھ بھی محتاط اور اجمالی تحریریں میری نگاہ سے گزری ہیں انکی تفصیل اور شرح اگر کچھ ہو سکتی ہے تو صرف اس قدر:۔

دہلی میں ایک کشمیر نژاد بزرگ محمد یوسف نامی رہا کرتے تھے۔ پیشہ اُن کا سادہ کاری تھا، ان کی دو صاحبزادیاں عمدہ بیگم اور چھوٹی بیگم مشہور تھیں، کشمیری خون ہونے کی بنا پر حسن و جمال میں آپ اپنی مثال تھیں نواب شمس الدین خاں والیٔ فیروز پور جھرکہ کی نظر انتخاب میں چھوٹی بیگم سما گئیں، ۱۸۲۹ء کے لگ بھگ نواب صاحب مذکور سے ان کی وابستگی عمل میں آئی اور سال ۱۸۳۱ء میں نواب صاحب کے صلب سے حضرت داغ تولد ہوئے۔

سال ۱۸۳۵ء میں نواب شمس الدین خاں کو ایجنٹ گورنر جنرل دہلی مسٹر فریزر کے قتل کرا دینے کے الزام میں پھانسی دے دی گئی، اس سانحہ کے بعد چھوٹی بیگم اپنے خورد سال بچے کے ساتھ اپنی بڑی بہن عمدہ بیگم کے یہاں دہلی آ رہیں، عمدہ بیگم نواب یوسف علی خاں سے وابستہ تھیں لہذا داغ کی خورد سالی نواب یوسف علی خاں کی آغوش تربیت میں گزری، ۱۸۴۰ء میں نواب یوسف علی خاں دہلی سے رامپور واپس ہوئے، عمدہ بیگم بھی مع داغ کے رامپور پہنچیں اور ۱۸۴۴ء تک داغ اپنی خالہ کے ساتھ رامپور رہے اور اس طرح داغ کی ابتدائی تعلیم و تربیت رامپور کے شاہی ماحول میں ہوئی۔

بعض تذکروں میں مسٹر فریزر کے قتل اور نواب شمس الدین خاں کے پھانسی پانے سے متعلق کچھ ایسی روایات بھی ملتی ہیں جن سے حضرت داغ کی والدہ چھوٹی

بیگم صاحبہ کے کچھ مزید حالات واضح ہوتے ہیں، انگریز مورخین کا بیان ہے کہ نواب شمس الدین خاں بہت عیاش و بدچلن تھے، مسٹر فریزر ایجنٹ گورنر جنرل اُنکی اصلاح و مشورت میں بہت تیز دست رہا کرتے تھے، نواب کو ان کی یہ بے جا مداخلت بہت ناگوار تھی چنانچہ اس بازپرس سے نجات حاصل کرنے کے لئے انھوں نے فریزر کو قتل کرا دیا اور ہندوستانی واقعہ نویس اس واقعہ کی صراحت میں لکھتے ہیں کہ فریزر کے نواب شمس الدین خاں کی منظور نظر چھوٹی بیگم سے ناجائز تعلقات تھے اور یہ بات اتنی مشہور تھی کہ بچے بچے کی زبان پر فسانہ بنی ہوئی تھی، طوائفوں نے ان واقعات پر مشتمل ایک گیت بھی بنا لیا تھا جو حسب موقع گایا جاتا تھا، نواب شمس الدین خاں کی غیرت نے ان حالات کو گوارا نہیں کیا اور ان کے اشارے پر فریزر قتل کر دیا گیا، واقعہ کچھ بھی ہو لیکن ان فسانوں سے یہ نتیجہ ضرور نکالا جا سکتا ہے کہ چھوٹی بیگم کو نواب کے یہاں جو کچھ بھی حیثیت حاصل ہو بہر نوع وہ حیثیت غیر معمولی تھی اور اُنکی پوزیشن عام وابستگان سے یقیناً بلند تر تھی ورنہ ایک معمولی عورت کیلئے فریزر جیسے بڑے انگریز کا قتل کیا جانا اور اسکے فسانۂ عشق و محبت کا گیت بنکر شہرت پانا ممکن نہ ہوتا۔

حضرت داغ [illegible] میں اپنی خالہ عمدہ بیگم کے ساتھ رامپور چلے گئے اُنکی والدہ چھوٹی بیگم دہلی ہی میں رہیں کیونکہ وہ نواب شمس الدین خاں کے پھانسی پا جانے کے بعد آغا تراب علی صاحب سے وابستہ ہو گئی تھیں جن سے ۱۸۴۱ء میں داغ کے دوسرے بھائی محمد شاہ عرف شاغل مرزا پیدا ہوئے۔ ۱۸۴۴ء میں یا اس سے کچھ

---

لے غدر کے بعد جب دہلی کی علمی و ادبی مجلسیں برباد ہو گئیں تو ادبا شعرائے دلی کی سرزمین چھوڑ کر رام پور میں پناہ لی، جناب شاغل نے بھی رامپور میں پناہ لی جن شعرا کی رسائی دربار تک ہو گئی وہ ( باقی صفحہ ۲۹ پر )

دو روز قبل آغا تراب علی سے وابستگی ختم ہو گئی جس کے وجوہ نامعلوم ہیں۔

۱۸۴۴ء میں چھوٹی بیگم کی رسائی مرزا فخرو خلف شاہ ظفر تک ہو گئی اور ان سے وابستہ ہو کر وہ داخل قلعہ ہوئیں وہاں پہونچکر انھیں چھوٹی بیگم نے نواب شوکت محل بیگم صاحبہ خطاب پایا، داغ جو اب تک اپنی خالہ کے پاس رامپور میں تھے طلب کئے گئے اور چودہ سال کی عمر میں داغ بھی داخل قلعۂ معلی ہو گئے۔ یہاں پہنچکر رامپو

---

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۲۵) دولت و عزت سے سرفراز ہوئے مگر ان میں کچھ ایسے بھی تھے جنھوں نے درباری کشمکش اور رقیبانہ آویزشوں کو پسند نہیں کیا اور نہایت خوشی سے معمولی ملازمتوں پر گزر بسر کی ایسے باکمالوں میں مرزا شاغل کی ذات بھی تھی انھوں نے زر و سار کی بے جا تعریف و توصیف اور ہم چشموں کے رشک و حسد کے جھگڑوں سے دور رہنا ہی پسند کیا وہ رامپور میں عرصے تک نواب کلب علی خاں کی سرکار میں ملازم رہے شاغل صاحب ... کچھ حصہ عظیم آباد پٹنہ میں بھی گزرا چنانچہ ۱۸۸۲ء میں جب داغ صاحب نے کلکتہ کا سفر اختیار کیا تو مرزا شاغل عظیم آباد ہی میں تھے مرزا شاغل کی شادی دلی ہی میں ہوئی تھی، بیوی رام پور کے صاحبزادے امداد ... خاں عرف لولے نواب کی رشتہ دار تھیں، شاغل رامپور کے قیام میں اپنی بیوی کے ساتھ ہی ان ہی نواب صاحب کے یہاں رہا کرتے تھے نواب کلب علی خاں کی وفات کے بعد اور شعراء کی طرح شاغل مرزا کو بھی برے دن دیکھنا پڑے لیکن جناب داغ نے ہمیشہ بھائی کی مدد کی، ... ۷۰ سال کی عمر میں مرزا شاغل نے بمرض ... ۱۳۱۲ھ میں رامپور ہی میں انتقال کیا ان کی اولاد میں امراؤ مرزا اور ان ... تھے جو عرصے تک داغ کے ہمراہ حیدرآباد رہے، مرزا شاغل بڑے اچھے شاعر تھے اپنے بھائی جناب داغ سے ہی اصلاح لیتے تھے چند شعر ایک زمین میں مرزا شاغل اور جناب داغ کے ملاحظہ فرمائیے۔

مرزا شاغل:۔ گلے سے وہ تیغ ادا مل رہی ہے — عجب لذتِ جاں فزا مل رہی ہے

مرزا داغ:۔ وہاں عاشقوں کو سزا مل رہی ہے — محبت کی لو دو دکیا مل رہی ہے

مرزا شاغل:۔ کسی شوخ کے پاؤں پڑ پڑ کے شاید — شہید دل میں تو بھی حنا مل رہی ہے

مرزا داغ:۔ خبر آئی کیا غیر کی وقت رخصت — یہ مٹی میں کیسی حنا مل رہی ہے

مرزا شاغل:۔ وہی مشت خاک اپنی برباد ہے اب — کبھی قافلوں میں جو شامل رہی ہے

مرزا داغ:۔ بہت ہجر میں بے کسی کا ہے احسان — یہی اک شریک اور شامل رہی ہے

سے بھی زیادہ ان کی زندگی آرام و آسائش سے گزرنے لگی، ۱۸۴۵ء میں مرزا فخرو ولی عہد بہادر سے داغ کے تیسرے بھائی مرزا خورشید عالم پیدا ہوئے [1]، ۱۰ / جولائی ۱۸۵۶ء کو مرزا فخرو نے وفات پائی اور اس طرح زندگی کے بارہ تیرہ سال شاہی قلعہ میں نہایت شان و عزت سے گزار کر حضرتِ داغ شاہی الطاف و عنایات سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے۔ قلعہ کی زندگی نے داغ کے کردار میں بہت سی خوبیاں پیدا کر دی تھیں، اُن دنوں شاہی قلعہ رقص و سُرود کے جلسوں اور بزم ہائے شعر و ادب کا مخزن بنا ہوا تھا ان صحبتوں سے داغ نے خوب سبق لئے وہ جب قلعہ سے باہر آئے تو نہ صرف بادۂ عیش و طرب کے ایک تیز دست شاطر ہو چکے تھے بلکہ میدان شعر و سخن کے بھی ایک چابک دست شہ سوار بن چکے تھے، مرزا فخرو کی بدولت وہ حضرت ذوقؔ کے شاگرد ہوئے، ذوقؔ کی نسبتِ تلمذ اور مرزا فخرو کے رشتے نے وہ کام کیا کہ داغ چھوٹی عمر میں نہ صرف شعر کہنے لگے تھے بلکہ انکی فطرتِ شاعرانہ غالبؔ صہبائیؔ، آزردہؔ، شاہ ظفر اور اپنے استاد جناب ذوقؔ تک سے دادِ سخن لینے لگی تھی۔

مرزا فخرو کے انتقال کے وقت چھوٹی بیگم کی عمر ۴۳ یا ۴۴ سال کی تھی دس ماہ کے بعد غدر ہو گیا، کلب علی صاحب فائقؔ رامپوری لکھتے ہیں کہ " معلوم ہوتا ہے کہ ابھی حسن کی چمک دمک باقی تھی چنانچہ اس ہنگامۂ غدر میں [2] حاکم قوم کے ایک فرد کے ساتھ بھی انھیں زندگی گزارنا پڑی اور اس کی نشانی ایک لڑکی ہوئی حضرت داغ کی ان بہن سے متعلق تذکرۂ ماہ درخشاں میں ابوالقاسم محتشم یوں رقم طراز

---

[1] نگار جنوری و فروری ۱۹۵۳ء

[2] ہنگامہ غدر میں اکثر ہندوستانی عورتیں جو حسن و جمال رکھتی تھیں انگریزوں نے جبریہ اپنے گھروں میں ڈال لی تھیں (عروج سلطنت انگلشیہ ص ۷۲ مولوی ذکاء اللہ ۔)

ہیں، خفی تخلص، مسیح جان عرف بادشاہ بیگم نام دختر بلاک صاحب انگریز صاحب وقار است، مادرش بنت محمد یوسف کشمیری سادہ کار علاوہ شعر گوئی ولطیفہ سنجی خط خفی و جلی خوب نگارد و در فارسی و انگریزی مہارت کامل دارد ایں ہمشیرۂ اخیافی نواب مرزا داغ است۔"

واقعہ نگاروں نے مرزا داغ کے "صلب ونسب" کی حقیقت کو جسقدر چھپا کر بیان کیا ہے اور ان کی والدہ چھوٹی بیگم کی شخصیت کو جس قدر مبہم خد وخال میں پیش کیا ہے اس کا اندازہ محولہ بالا اقتباسات سے بڑی آسانی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے، کچھ نہ کہہ سکنے کے باوجود تذکرہ نگاروں نے سب کچھ کہہ دیا ہے اور اس طرح "صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں" کی مثال اچھی پیش کی ہے انھوں نے حضرت داغ کی والدہ کا شمار اُن خواتین میں کیا ہے جو سماجی نقطۂ نظر سے ہماری موجودہ تہذیب میں کوئی درجہ نہیں پاتیں لہٰذا اس حقیقت کو تسلیم کر لینے کے بعد اور جناب داغ کو ایک پیشہ ور طوائف کی اولاد متصور کر کے آئیے ذرا یہ تو دیکھیں کہ انکے نسب کے ساتھ ساتھ کیا انکا حسب بھی واقعتاً کسی بدرونقی و بدوضعی سے داغدار تھا

ظاہر ہے کہ داغ کے والد نہ صرف یہ کہ نواب ابن نواب تھے بلکہ انھیں زبردست تاریخی شہرت بھی حاصل تھی اور خود داغ نے روز ولادت سے روز وفات تک شاہانہ ورئیسانہ زندگی گزاری تھی ایسے حالات میں داغ کی حسبی خصوصیات ودرجات پر حرف گیری ممکن نہیں، البتہ داغ کی والدہ کی پوزیشن ضرور محل بحث رہتی ہے، آئیے اس کا تجزیہ تاریخ اسلام کی ورق گردانی سے کریں اور اسلامی واقعات وحقائق کی اس کسوٹی پر چھوٹی بیگم صاحبہ کو پرکھیں جبکہ دنیائے اسلام کے اکثر

بزرگان دین بڑے بڑے علما و فضلا، بے مثال و باکمال شعرا و ادبا اور عظیم ترین فن کار برابر پرکھے اور جانچے جاتے رہے ہیں اور سماجی نقطۂ نظر سے ارذل و کمتر بطون سے پیدا ہو کر مجہول النسب متصور کئے جانے کے باوجود بھی افراد مشاہیر زمانہ ہوئے اور ان کے کمالات اور حسبی مراتب سے دنیا کی نظریں خیرہ ہو گئیں ہزاروں واقعات سے قطع نظر صرف ایک واقعہ سُن لیجئے۔

جناب زید بن ابوسفیان تاریخ اسلام کی مشہور شخصیت ہیں، آپکو معلوم ہے ان زیاد بن ابوصفیان کی والدہ کون تھیں اگر نہیں معلوم تو مجھ سے سنئے کہ وہ ایک آبرو باختہ اور بازاری عورت تھیں جنکا نام تاریخ کے اوراق پر "سمیہ" درج ہے،[1] حضرت عمر فاروق کے عہد میں خفیہ حسن فروشی کرتی تھیں ان سے ابوصفیان پدر جناب معاویہ کا معاشقہ ہوا اور مستقل وابستگی عمل میں آئی اور انھیں ابوصفیان کے صلب سے وہ "زیاد" پیدا ہوئے جو تاریخ اسلام کے عظیم ترین سپہ سالاروں میں شمار کئے جاتے ہیں، انھیں "طوائف بچہ" کو محض ان کی لیاقت ان کے تدبر اور ان کی غیر معمولی فراست کے پیش نظر حضرت علی نے فارس کا گورنر مقرر فرمایا تھا مسماۃ سمیہ جیسی بازاری عورت کے اسی فرزند کو جناب معاویہ نے فخریہ اپنا بھائی بتایا تھا، اور ایک آبرو باختہ عورت کے خون و پوست سے پیدا ہونے والے انسان کو ماں سے منسوب کرنے کے بجائے تاریخ اسلام نے ہمیشہ اس کے باپ ابوصفیان سے ہی منسوب کیا، انھیں زیاد بن ابوصفیان کے

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے:۔

مسلمان اور نظریۂ شرافت صفحہ ۴۲ مصنفہ سید رفیق مارہروی مطبوعہ نظامی پریس بدایوں

صنب سے ایک ایسا نامی سپہ سالار اور فدائیِ اسلام پیدا ہوا جو طارق بن زیاد مشہور ہو کر ہسپانیہ پر شمشیر زن ہوا اور جبل الطارق یعنی جبرالٹر آج تک ان کی عظمت اور برتری پر گواہ ہے۔

تاریخ اسلام کے تمام ورق اُلٹ ڈالئے۔ سارے اسلامی واقعات و روایات کے دفتر چھان ڈالیئے آپ کو ہر جگہ اس مشہور و معزز شخصیت کا نام "زیاد بن ابو صفیان" لکھا ہوا ملے گا۔ اور کیوں لکھا ہوا ملے گا، صرف اس لیئے کہ جناب زیاد کی ذاتی لیاقت و فراست، اُن کے اعلیٰ کردار و حالات اور اُن کے مثالی اوصاف و محاسن اتنے پاکیزہ و ارفع تھے کہ ان کی تابناکی کے آگے ان کی صلبی بے حیادگی لوگوں کے دل و دماغ سے محو ہو چکی تھی لیکن آج اتنے عرصے کے بعد ہمارا انداق اتنا بدل چکا ہے ہماری ذہنیت اسقدر متغار ہو چکی ہے کہ ہم باوجود اسکے کہ داغ بلاشبہ ایک عالی مرتبت نواب کے صلب سے پیدا ہوئے۔ انھوں نے شاہنشاہ ہند کے ولی عہد کی آغوشِ پرورش میں اپنی طفلی و جوانی بتائی تھی تمام عمر ہندوستان کے معزز و معتمد روسا و نوابین کی مصاحبت و ملازمت میں وقت صرف کیا تھا۔ صرف ایک اردو شاعر ہوتے ہوئے بھی مادی اعتبار سے تمام ہندوستانی شعرا میں سب سے زیادہ عزت و وقار حاصل کیا تھا، اپنی دل گداز دپر کیف شاعری سے اُردو زبان کو زندگی بخشی تھی۔ ایک عیاش فطرت اور فحش گو شاعر خیال کئے جانے کے باوجود ہندوستان کے سب سے پسندیدہ اور سب سے مشہور شاعر تسلیم کئے گئے لیکن افسوس آج وہی داغ ان غیر معمولی صفات اور ناقابلِ تردید خوبیوں کے باوجود صرف اس بنا پر کہ حضرت آزاد اور جناب ناسخ

جیسے تھکے ہوئے دماغوں نے ان کی والدہ کو غلط حیثیت دے رکھی ہے، ہمارے تصورات کی دنیا میں ولد "چھوٹی بیگم" ہیں اور نواب شمس الدین خاں کو صرف انکا والد کہا جاتا ہے مگر یقین نہیں کیا جاتا:

ہنسو[1] نہ تم تو مرے حال پر میں ہوں وہ ذلیل
کہ جس کی ذلت و خواری سے تم میں شان لگی

ہنگامۂ غدر میں جناب داغ اپنی خالہ عمدہ[2] بیگم کے مشورے سے رامپور چلے گئے کچھ روز راستے میں آنولے حکیم ولایت علی کے پاس رہ کر ۱۸۵۷ء میں رامپور پہنچے اور نواب یوسف علی خاں کے دامنِ عاطفت میں پناہ لی ۱۸۵۹ء میں جب قدرے سکون ہوا تو دہلی آئے اور پھر یہ سلسلۂ آمد و رفت ۱۸۶۶ء تک جاری رہا، ۱۲ اپریل ۱۸۶۶ء کو بزمانہ نواب کلب علی خاں، ان کا تقرر بہ زمرۂ مصاحبین عمل میں آیا اور فراش خانہ اور اصطبل کی داروغگی فرائض منصبی قرار پائے، ۱۸۶۹ء میں رامپور کا مشہور میلۂ بے نظیر[3] ہوا۔ اس میں کلکتہ کی ایک طوائف منی بائی حجاب شریک ہوئیں، حضرتِ داغ کو ان سے انس ہوگیا، مثنوی فریادِ داغ اسی عشق و محبت اور رشک و رقابت کی یادگار ہے ۱۸۸۲ء میں کلکتہ کا سفر بھی داغ نے محض منی بائی

---

۱ ہندوستان کے بہت سے مشہور ترین اور بڑے شعراء کے نام گنائے جا سکتے ہیں جنھوں نے خود کو داغ سے وابستہ کرنے میں ہمیشہ فخر محسوس کیا۔ ۲ عمدہ بیگم کو نواب یوسف علی خاں آخر زمانہ میں ستر روپیہ ماہوار بطور گزارہ دینے لگے تھے اور ان کا دہلی میں مستقل قیام رہنے لگا تھا۔

۳ یہ میلہ نواب کلب علی خاں نے ۱۸۶۵ء میں جاری کیا تھا جس میں علاوہ مقامی طوائفوں کے بیرونجات سے بھی طائفے اور ارباب نشاط بڑی تعداد میں جمع ہوتے تھے۔

حجاب سے ملاقات کی خاطر کیا تھا، حجاب کو مرزا داغ کے سوانح حیات میں ایک خاص مقام حاصل ہے داغ اگرچہ ازلی حسن پرست تھے لیکن اس زمانے کے عام رئیسانہ دستور کے مطابق ان کی شاہد پرستیاں لازمۂ امارت اور شانِ ریاست سے آگے کچھ نہ تھیں، منی بائی حجاب نے ضرور ان کے دل و دماغ پر کچھ ایسے اثرات مترتب کر لئے تھے جو آخر عمر تک قائم رہے اور حضرت داغ کی زندگی کے مختلف گوشوں پر "بی حجاب" چھائی رہیں، اس اجمال کی کچھ تفصیل آپ کو ان خطوط میں بھی ملے گی جو آگے چل کر آپ اس مجموعے میں ملاحظہ فرمائیں گے "

رامپور میں داغ کی زندگی بڑے لطف و عیش سے گزر رہی تھی کہ یکایک نواب کلب علی خاں کی موت نے ان کے اطمینان و سکون میں رخنہ اندازی کی اور ۲۳ مارچ ۱۸۸۶ء کو نواب صاحب مذکور کی موت نے دربار رامپور کی وہ سجی سجائی محفلِ ادب منتشر کر دی جس میں داغ کے دوش بدوش حضرت امیر مینائی، اسیر لکھنوی، ضامن علی جلال، منشی امیر اللہ تسلیم اور منیر شکوہ آبادی جیسی بے بدل ہستیاں رونق محفل بنی ہوئی تھیں، اس واقعہ نے داغ کو اس قدر دل برداشتہ کیا کہ ۱۸۸۸ء میں ملازمت سے استعفیٰ دے کر رامپور سے دہلی چلے گئے، دلی میں جب دل نہ لگا تو اسی سال حیدرآباد پہونچے تین چار ماہ وہاں رہ کر واپس ہوئے، ۸ اپریل کو دوبارہ حیدرآباد پہونچے اور نظام کے حضور میں باریاب ہو کر امیدوارانہ حیدرآباد میں قیام فرمایا، ۱۸۹۱ء میں ریاست سے ۴۵۰ روپیہ ماہوار تنخواہ مقرر ہوئی اور اُستادی کے افتخار سے معزز ہوئے، اسی سال حضرتِ داغ نے اپنے متعلقین کو بھی حیدرآباد بلا لیا، ۱۸۹۵ء میں تنخواہ میں ساڑھے پانچ سو کا اضافہ ہوا اور اس

طرح ان کی تنخواہ ایک ہزار ماہوار مقرر ہوئی، اسی سال خطابات سے سرفراز ہوئے داغ کی اہلیہ ۵، ۶ سال ہی حیدرآباد رہی تھیں کہ ۱۸۹۷ء میں وفات پائی اور داغ تنہا رہ گئے صرف ایک آغوشی صاحبزادی[1] جو بیوہ تھیں گھر کی رونق رہ گئیں،

سال ۱۹۰۲ء میں حضرتِ داغ کا اعزاز بڑھا پھر اضافہ ہوا اور سات سو روپیہ ماہوار کا آپ کی تنخواہ میں مزید اضافہ ہوا اس طرح اُردو شاعری کی تاریخ میں حضرتِ داغ پہلے شاعر قرار پائے جن کو ۱۷۰۰ روپیہ ماہوار تنخواہ صرف ایک اُردو شاعر کی حیثیت سے ملی۔

داغ کی عمر ۷۰ سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ اس عمر میں بیوی جیسی مونس و ہمدرد کی ضرورت انسان بہت محسوس کیا کرتا ہے چنانچہ ۱۹۰۲ء میں منی بائی حجاب کلکتہ سے بلائی گئیں، اُن سے نکاح بھی کرنے کا خیال تھا مگر طبیعت کی غیر مناسبت سے ایسا نہ ہو سکا اور حجاب کچھ عرصے دل بہلا کر واپس ہو گئیں، حضرتِ داغ کی عمر کے یہ اٹھارہ سال جو حیدرآباد میں گزرے بڑی شان اور دبدبے سے گزرے، والیِ دکن نے اس انمول رتن کی خاطر خواہ عزت کی، انعامات، خطابات اور گرانقدر ماہوار تنخواہ سے نواز کر حضرتِ داغ کو اس آخر عمر میں بڑا مطمئن کر دیا تھا، نظامِ دکن کی انھیں قدر دانیوں سے سرشار داغ کی بڑی اچھی زندگی گزر رہی تھی کہ ۱۷ فروری ۱۹۰۵ء کو پیغامِ اجل آ پہونچا اور $\frac{۷۴ء}{۷۶ھ}$ سال کی عمر میں ہندوستان کے اس

---

[1] داغ کی اہلیہ نے لاڈلی بیگم کو گود لے لیا تھا جن کو حضرت داغ بمنزلہ اولاد ہی تصور کرتے تھے ریاست حیدرآباد سے ان کو بھی وظیفہ ملتا تھا یہ سائل دہلوی کے بڑے بھائی کو بیاہی تھیں جن سے ایک پسر ناصر الدین احمد ہوئے تھے کہ بیوہ ہو گئیں حضرت داغ نے ان کا دوسرا عقد سائل صاحب سے کر دیا سائل صاحب سے بھی صاحب اولاد تھیں۔

سب سے زیادہ مشہور، سب سے زیادہ معزز اور سب سے زیادہ رنگین شاعر نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

حضرتِ داؔغ کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادے کا پتہ چلتا ہے جو خورد سالی میں ہی وفات پا گئے اور اس طرح داؔغ کی نسل کا سلسلہ داؔغ پر ہی ختم ہو گیا، قدرت نے اس کمی کو اس طرح پورا کیا کہ داؔغ نے صلبی اولاد کے بجائے اپنی معنوی اولاد کا ایک زبردست سلسلہ چھوڑا اور ان کے شاگردوں میں ہندوستان کے بڑے بڑے نامور شاعر ہوئے جن میں سے دو ایک اب بھی حیات ہیں۔

سید رفیق مارہروی

---

# خطوط بنام احسنؔ مارہروی

## "تعارف"

مولانا احسنؔ مارہروی کا پورا نام سید علی احسن عرف شاہ میاں تھا، ضلع ایٹہ کے مشہور قصبہ مارہرے میں ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے ۱۸۹۶ء میں جناب داغؔ کے شاگرد ہوئے اور ۱۹۰۱ء میں، اُستاد کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض اُٹھایا، داغؔ کے تلامذہ میں مولانا کو ایک اہم درجہ حاصل رہا انکی تمام عمر اپنے اُستاد کی خدمت میں گذری حاضر باش شاگردوں میں اور بھی بہت سے نام ملتے ہیں لیکن مولانا نے اُستاد کی خدمت میں حاضر رہ کر صرف نشستند و گفتند و برخاستند سے سروکار نہ رکھا بلکہ وہ اُستاد کے مشوروں سے کچھ مفید وادبی کام بھی کرتے رہے، جلوۂ داغ جو اُن کے اُستاد کی سب سے پہلی سوانح عمری ہے، اُسی زمانے کی یادگار ہے، فصیح اللغات کی ترتیب و تحریر کے ذمہ دار بھی مولانا ہی تھے اور یہ ایک ایسا کام تھا کہ اگر مکمل ہو جاتا تو اُردو لغات میں ایک قیمتی چیز کا اضافہ ہو جاتا، داغؔ کی وفات کے بعد اُنکے آخری دیوان "یادگارِ داغ" کی اشاعت بھی مولانا احسنؔ مارہروی کا ہی کارنامہ ہے، استاد کی زندگی میں ریاضِ سخن اور ریاضِ خلیل رسالے نکالے جو داغ اسکول کے ہی ترجمان تھے، استاد کے نام پر "فصیح الملک" ایک رسالہ نکالا جو عرصے تک حضرت داغؔ کی آواز بازگشت بن کر

داغ اسکول کی تنظیم کرتا رہا اور اس طرح تنہا احسن مارہروی کی کوشش سے داغ کی فنی صفات اور شعری اہلیت کا ان کی وفات کے بعد بھی عرصے تک اشتہار ہوتا رہا لیکن اس شوق نے بہت جلد مولانا احسن کی آبائی جائداد کو مقروض کر دیا اور وقتی طور سے خدمتِ اُستاد کا جذبہ سرد ہو گیا، ۱۹۲۱ء میں علی گڑھ یونیورسٹی میں لکچرر مقرر ہوئے اُستاد پرستی کے دبے ہوئے جذبات پھر اُبھر آئے اور اس دَور میں مولانا نے بعض مفید اور قیمتی مضامین کا سلسلہ شروع کیا جو ملک کے مشہور و مستند رسائل میں شائع ہوتے رہے۔ ۱۹۳۰ء میں یونی ورسٹی کی خدمات سے سبکدوش ہوئے اور داغ سے متعلق پھر مستقل تالیفات کی طرف متوجہ ہوئے، ۱۹۳۹ء میں حضرتِ داغ کے چاروں دواوین کا ایک مفید نچوڑ "منتخبِ داغ" کے نام سے شائع کیا جو بہت مقبول ہوا ۱۹۴۰ء میں مولانا کو اُستاد کے خطوط جمع کرنے کا خیال ہوا اور "انشائے داغ" کے نام سے ایک مجموعہ کی ترتیب شروع ہو گئی مگر افسوس اسکی اشاعت ان کی زندگی میں نہ ہو سکی یہ کتاب زیرِ ترتیب ہی تھی کہ مولانا بیمار ہوئے علاج کے لئے پٹنہ (عظیم آباد) تشریف لے گئے کاربنکل جیسی جان لیوا بیماری میں بھی اُستاد کی یاد بدستور رہی، ۳۰ اگست ۱۹۴۰ء کو پٹنہ ہی میں انتقال فرمایا، آپ کا جسدِ خاکی مارہرہ پہونچا، ہم لوگوں نے مراسمِ تدفین سے فارغ ہو کر جب آپ کے اُس سامان کا جائزہ لیا جو پٹنہ ساتھ گیا تھا تو اس میں انشاء داغ کا مسودہ بھی دستیاب ہوا۔

سودے میں وہ خطوط بھی رکھے ہوئے تھے جو قیام پٹنہ میں بیماری کی حالت میں مولانا نے حاصل کئے تھے ـــــ اس واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مولانا احسن مارہروی کو اپنے استاد کی جو حقیقی لگن تھی وہ ۱۸۹۶ء سے شروع ہو کر اُن کی آخری سانسوں یعنی ۱۹۴۰ء تک بدستور قائم و دائم رہی۔

---

(۱)

جناب من!

آپ کا نام شاگردوں میں لکھا گیا، اطمینان رکھیے، ڈاکٹر مہدی حسن صاحب نے ایک تاریخ گوئی میں کتاب لکھی ہے، ضرور منگا یئے، پتہ یہ ہے: قلعہ گول کنڈہ حیدرآباد دکن

فصیح الملک داغ دہلوی - ۵ر اگست ۹۶ء

یہ چند سطور حضرت داغ کے دست و قلم سے اس خط کے ذیل میں تحریر ہیں جو مولانا احسن مارہروی نے سب سے پہلے بہ سلسلۂ شاگردی انکو لکھا تھا۔ وہ خط بھی ملاحظہ کیجئے:-

عالی جاہا! میں ایک مشہور قصبہ مارہرہ کا رہنے والا ہوں، ہمیشہ سے آپ کے کلام دیکھنے کا شوق رہا، اب تفنّنا الطبع میں نے بھی کچھ کہنا شروع کر دیا ہے مگر بے اصلاحِ اُستاد شعر گوئی کس مصرف کی۔

شعر گوئی اگرچہ آساں ہے      لیکن اُستاد کی ضرورت ہے

(۳)

جناب سید احسن صاحب دام عنایتکم!

"کیسی ہے"؟ اس میں شاید حضور انور بھی اپنی غزل مرحمت فرمائیں اسکا خیال رہے اگر غزل سلطانی آئے اور اس میں میرے شاگردوں کے مضامین سے کوئی شعر لڑے تو اس شاگرد کا وہ شعر نہ چھپے ایک طرح میں توارد بھی ہو جاتا ہے اسوقت یہ بڑا خیال ہے کہ آپ کی کامیابی ہو بندگانِ عالی نے تو کسی شاگرد کی غزل ملاحظہ نہیں فرمائی مگر مجکو خیال ہے کہ مبادا کہیں مضمون لڑ جائے کہ میرے ہی شاگرد ہوں اور مجکو یاد نہ رہا ہو ایک مصرعہ بھی کسی کا یاد نہیں رہتا، اپنا ہی کوئی شعر یاد نہیں، یہ بھی خیال رہے کہ گلدستہ کی طرح ہونے میں ذرا دیر کی جائے، مجکو اپنا شوق و انتظار لکھو، کُل ۹۴ کارڈ پہنچے، شاید ایک کارڈ وہیں رہا، خط نہیں آیا، شاید آج آئے۔

فقط — فصیح الملک داغ دہلوی - ۱۶ نومبر ۱۸۹۷ء چہار شنبہ

---

(۴)

میر صاحب!

میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ٹونک کی طرح میں ہرگز نہ کہوں گا وہ لڑکا[۵] رئیس کا اُستاد بن کر میرے اشعار پر اعتراض کرتا ہے، حالانکہ اس کے بھائی[۶] نے رام پور میں مجھ سے

---

[۵] سید افتخار حسین صاحب مضطر خیر آبادی جو ریاست ٹونک کے درباری شاعر تھے، ریاست ٹونک کے بعد ریاست گوالیار میں عرصے تک رہے، حضرت امیر مینائی کے شاگرد تھے۔

[۶] ان کا نام نہ معلوم ہو سکا، تخلص بسمل کرتے تھے۔

اگرچہ مجھ سے ہیچ میرز کا کلام ایسا نہیں جسے آپ سے اُستاد دیکھیں مگر میں نے یہ خیال کر کے کہ ع  "خاک از تودۂ کلاں بردار"

ونیز ؎
تری آتش بیانی داغؔ روشن ہے زمانہ پر
پگھل جاتا ہے مثلِ شمع دل ہر اک سخنداں کا

اُمیدوار ہوں کہ مجکو بھی حلقہ بگوشوں میں داخل کیجئے اور سرفراز فرمائیے، ایک غزل برائے اصلاح مرسل ہے، دو پیسے کا ٹکٹ ملفوف ہے۔

المکلف سید علی احسن احسنؔ، پیرزادۂ مارہرہ ضلع ایٹہ سرکار خورد

۲۷ر جون ۱۸۹۶ء

---

(۲)

جناب من[1]! نہ میری طبیعت اچھی رہی، نہ مجکو سرکار سے فرصت ملی گھر کے لوگ بھی مہینہ بھر سے دلی گئے ہوئے ہیں، مہینہ بھر سے یہاں بھی غضب کا قحط ہے اللہ رحم فرمائے، سارے ہندوستان میں یہی بلا ہے، اپنی خیریت اور بچوں کی عافیت سے اطلاع فرمائیے یہاں ۹ مہینے میں تین فرزند اعلیٰ حضرت کے انتقال کر گئے، غم پر غم صدمہ پر صدمہ ہے۔

فصیح الملک داغؔ دہلوی۔ یکم اکتوبر ۱۸۹۶ء

---

[1] اصل خط میں مکتوب الیہ کا نام نہیں ہے، مولانا احسن صاحب نے اس خط کو انشائے داغ میں کنور اعتماد علی خاں کے خطوط میں شامل کر کے پیش کیا ہے۔ ان کا خیال صحیح ہو سکتا ہے۔

اصلاح لی تھی، آپ اپنے گلدستے کی رونق اُس کے کلام سے بڑھائیے، یہاں کسی کو غرض نہیں اس زمین میں بیشتر غزلیں بے اصلاح ہی گئی ہوں گی مجکو یاد ہے کہ دو یا تین غزلیں اس زمین میں آئیں، مجکو بہ سبب صوم فرصت بھی نہیں۔

فصیح الملک، داغ دہلوی دہم رمضان ۱۳۱۳ھ حیدرآباد

---

حضرتِ داغ بعض غلط فہمیوں کی بناء پر جناب مضطر سے ناخوش تھے، جس کا اظہار محولۂ بالا خط میں فرمایا ہے، واقعہ کی مزید وضاحت کے لئے جنابِ مضطر کا خط بھی ملاحظہ فرمائیے:۔

" آپ نے ایک خط میں حضرتِ داغ کی رنجش بے جا کی خبر دی تھی، عزیز مکرم بات یہ ہے کہ دربار نے جو عزتِ اُستادی مجھے دی ہے اُس پر یہاں کے چند اصحاب کو جو حضرتِ داغ سے واسطۂ تلمذ رکھتے ہیں خواہ مخواہ رشک ہے، غالباً انھوں نے محض براہِ اختراع پردازی جناب داغ کو ایسا لکھا ہے کہ مضطر آپ کے کلام پر اعتراض کرتا ہے حالانکہ میرا یہ شیوا ذاتی و خاندانی نہیں ہے کہ میں کسی پر ایراد و اعتراض کروں نہ کہ حضرتِ داغ پر جن سے مجھے خاص واسطۂ اتحاد اکابر حاصل ہے، مجھے بڑا تعجب ہے کہ حضرتِ داغ نے ایسے عام کلام بے بنیاد پر میری نسبت ایسا خیال کیوں قائم کر لیا، میں جناب داغ کو ہر گونہ بوجہ ارتباط حضرت[1] ماموں جان صاحب قبلہ مولانا محمد عبدالحق

---

[1] مولانا عبدالحق صاحب منطقی خیرآبادی۔

صاحب شمس العلما اپنا واجب التعظیم بزرگ جانتا ہوں اور یہ بھی خوب جانتا ہوں کہ "خطائے بزرگاں گرفتن خطاست" پس اس صورت میں کیا مجھ بے گناہ کا صبر ان مفتریانِ سراپا رشک کی جان و مال پر نہ پڑے گا، سید بے خطا کا ستانا اچھا نہیں ہے، آپ موصوف کو میری طرف سے لکھدیں ؎

عدو کے کہنے سے مجھ کو عدو شمار کیا
حضور آپ نے اچھے کا اعتبار کیا

اگر حضرتِ داغ عطیۂ دربار میں اپنی غزل مرحمت نہ کریں تو آپ ہرگز گلدستۂ فروری شائع نہ کیجئے گا۔ ۱۴ / فروری ۱۹۰۵ء

(۵)

مشفقی سید احسن صاحب سلمہ اللہ تعالے! سلام مسنون کے بعد مدعا نگار ہوں کہ کل میں نے دھوکے سے اپنی تصویر بصیغۂ رجسٹری آپ کے پاس بھیج دی ہے اس کو بصیغۂ رجسٹری واپس کیجئے، جو خطوط آپ کے آئے ان کا جواب یہاں سے گیا۔ مضطر صاحب ٹونک کے ملک الشعراء ہوئے مگر ملک بھی مان لے، یہ شرط بڑی ہے وہ مجھ پر اعتراض کرتے رہیں اور آپ ان کی طرح میں مجھ سے غزل کہلواتے ہیں یہ تو لڑکا ہے اس کا بڑا بھائی بھی لڑکا تھا رام پور میں میں نے اس کی شادی میں سعی کی تھی اور اس نے اپنے کلام کی اصلاح بھی لی تھی اس کو تو میں جانتا ہی نہیں بچوں کی بات کا کیا جواب دوں ؏ "مدتے باید کہ یار آید بکنار" یقین ہے آپ نے گفتار کی جگہ مصرعۂ ثانی سرکار میں اقرار بنا دیا ہوگا میں تین خطوں میں یہ بات لکھ چکا ہوں

مگر جواب ندارد، کل میں نے حکیم اشرف الحکماء افلاطون جنگ لقمان الدولہ محمد حمید خاں بہادر کی غزل بھیجی ہے، اسی القاب کے ساتھ چھاپنا۔

فصیح الملک داغ دہلوی۔ ۱۵ر جنوری ۱۸۹۷ء

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مولانا احسن مارہروی نے حضرت داغ کو جنابِ مضطر سے جو شکایت تھی اس کے رفع کرنے کی کافی کوشش کی لیکن اُستاد کا دل صاف نہ ہوا، اوپر کا خط اس کا ثبوت ہے، مضطر غالبًا بے قصور تھے ان کو باوجود معذرت خواہی داغ کے صاف نہ ہونے سے تکلیف ہوئی، اس سلسلے میں کافی خط میرے پاس موجود ہیں صرف ایک ملاحظہ فرمائیے:۔

جنابِ داغ کی رنجشِ بے جا واقعی لاجواب ہے اگر مناسب ہو تو آپ مجھے آئندہ سے شرکتِ کلام پر مجبور نہ کریں، شاید جناب موصوف کو ریاضِ سخن میں میری غزل کا چھپنا بھی ناگوار ہو اور وہ اسی وجہ سے غزل دینا چھوڑ دیں، پس کیا ضرور ہے کہ آپ میرے واسطے اپنے شفیق اُستاد سے بگاڑیں میں ایسے مباحث بے معنی کو پسند نہیں کرتا ہوں سچ پوچھیئے تو جناب داغ کی رنجش کا اثر پڑ سکتا ہے تو انھیں کے اماثل و اقران پر یا انھیں کے تلامذہ رشادت عنوان پر، میں بفضلہ تعالیٰ نہ اُن کا یگانہ ہوں نہ اُن کا شاگرد و فرزانہ وہ مجھ سے روٹھیں گے اپنے گھر خوش رہیں گے تاہم افسوس اس بات کا ہوتا ہے کہ یہ رنجش کسی خاص بنائے واقفیت پر مبنی نہیں، خیر وہ جانیں اُن کا کام۔ علیک السلام

میں ہوں آپ کا بے ریا مخلص
مضطر۔ ۲۱ر فروری ۱۸۹۷ء

یہ لکھنؤ والوں نے اصلاح دے کر چھاپا ہوگا، میں نے اس وقت آفتاب داغ دیکھا، طرز مؤنث ہے ہرگز مذکر نہیں، میں سفر میں حاضر حضور ہوں مجھے بات کرنے کی بھی فرصت نہیں، ٹوپی پہننا صحیح ہے ٹوپی اوڑھنا غلط ہے۔

یہ تحریر مولانا احسن مارہروی کے بھیجے ہوئے خط کے حاشیوں پر جگہ بہ جگہ درج تھی، یہاں یک جا کر کے پیش کی گئی۔ اس تحریر میں بعض فنی اُمور پر روشنی ڈالی گئی ہے لہٰذا مناسب ہے کہ داغ صاحب کے اس خط کی مزید تشریح کے لئے مولانا احسن کے خط کا ضروری اقتباس بھی پیش کیا جائے :-

"میری غزل میں ایجاد کہیں مؤنث نہیں ہے اور نہ میں نے لکھا غالباً حضور نے ملاحظہ نہیں فرمایا، میاں احسن شاہ جہاں پوری نے مؤنث لکھا ہے جس کی اگلے پرچے میں صحت ہو جائے گی، مولوی عبدالحئی[1] بیخود نے ایجاد مؤنث لکھا ہے، خدا جانے کیا بات ہے، آپ نے ہم لوگوں کو ہدایت بھی کی ہے کہ طرز مؤنث لکھا کرو اور خود بھی مؤنث اکثر لکھا ہے مگر آفتاب داغ میں ایک جگہ مذکر ہے ؂

نہیں ملتا کسی مضمون سے ہمارا مضمون
طرز اپنا ہے جدا سب سے جُدا لکھتے ہیں

---

[1] عبدالحئی بیخود بدایوں کے رہنے والے تھے اور داغ کے شاگرد خصوصی تھے ریاست جے پور میں ملازم رہے صاحب دیوان تھے۔

اگر یہ کاتب کی غلطی نہیں ہے تو یہ بات ہم لوگوں کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ خواہ مؤنث لکھیں خواہ مذکر، ہاں ایک بات اور قابلِ دریافت ہے کہ ٹوپی اُوڑھنا صحیح ہے یا ٹوپی پہننا صحیح، ہم کون لفظ استعمال کریں۔

---

(۷)

احسن صاحب!

آپ کا خط پہونچا، غزلیں پہونچیں، فرصت میں جواب لکھوں گا، نواب خورشید جاہ کے انتقال سے یہاں بڑا صدمہ ہے، دو کارڈ آپ کے نام آئے تھے ملفوف ہیں یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ سفر دور و دراز کرنا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی کئی مہینے بعد آپ کا آنا ہوگا مطلع کو آپ کچھ لکھتے رہتے ہیں یا نہیں، گلدستہ تو چھپ کر بٹ گیا۔ یہ پرچہ تم کو پہنچا ہوگا۔

اخبار پنجۂ فولاد کو اپنا پتہ لکھ بھیجو، وہ اخبار یہاں بھیج دیتے ہیں۔

راقم داغ دہلوی۔ ۲۱ر جولائی ۱۹۰۲ء

حیدر آباد دکن

(۸)

شفقی سید احسن صاحب احسن سلمہ اللہ ذوالمنن!

آج آپ کا خط آیا، وعلیکم السلام، سرکاری غزل میں دوسرا قافیہ اقرار کا ہے۔ ع "لبوں پر مسکراہٹ سی دم اقرار کیسی ہے" کاتب کی غلطی سے دونوں جگہ ایک قافیہ لکھا گیا، اصل کاغذ کو چھیل کر اقرار بنا دینا۔ چونکہ وہ کاغذ

واپس طلب کیا جائے گا ہندا کا نمبر پر قہر نہ ٹوٹے، میں نے سُنا ہے "کمال کیا ہے" "دفا مجھے" اس میں بھی غزلیں فرمائی ہیں، دیکھئے کب عنایت ہوں مگر اس گلدستے میں کیسی ہے" طرح موجود نہیں، یہ کیا کیا، نواب صاحب ٹونک کا مصرع لے کر کیوں کر دیا، حالانکہ حضور کی غزل جا چکی تھی اس کا جواب عنایت ہو.

فصیح الملک داغ دہلوی، ۱۲ شعبان ۱۳۱۵ء
حیدر آباد دکن

---

(۹)

"جناب داغ کو ملاحظہ کرو، میری غزل اس زمین میں ہے، مجھ پر تقاضہ کئے جاؤ اور مصرعے بھیجے جاؤ۔"

نوٹ:۔ یہ جملہ جناب احسن مارہروی کے لکھے ہوئے ایک خط کے حاشیہ پر درج ہے، اس خط میں احسن صاحب نے داغ صاحب کو لکھا تھا کہ "کیا واقعی اب میں اپنی امید قطعی منقطع کر لوں کیا کبھی کبھی بھی حضور کی غزل سے میرا گلدستہ سرفراز نہ ہوگا مجکو قطعی اُمید ہے کہ اس طرح میں ع

"پہلو ٹٹولتے ہو مگر دل کہیں نہیں"

آپ اپنی غزل مرحمت فرمائیں گے اور آئندہ سے اپنی عنایت فرمائیں گے۔

---

(۱۰)

آپ کے کارڈ مکان پر آئے ہوں گے میں تو سفر میں ہوں کیا خبر دُنیا کدھر

ہے، ابھی روزگار کا یہاں نام نہ لو، انشاء اللہ غزل سرکاری ہو پہنچے گی، دُعا کرو، ابھی اس زمین میں بہت جان ہے، مجھے غزل پسند نہیں آئی اور شعر کہہ کر بھیجو، نہ پہلو دیکھتے ہو نہ سمجھتے ہو، مصرعۂ طرح کر نام کو نہیں آتا، مزاج میں جلدی بہت ہے، اگر گلدستہ ۱۰ دن کے بعد نکلا تو کیا کفر ہو گیا جو مصرعۂ طرح کیا ہے دیکھوں گا لوگ کیا کیا کہتے ہیں، میں نے تو فرمائش سے کہی تھی، جانتا کہ الف دبتا ہے مصرعۂ طرح یہ تجویز ہے کہ

؎ پیری میں کسے یاد جوانی نہیں آتی ؏

نوٹ :- اوپر لکھی ہوئی حضرتِ داغ کی تحریر کی وضاحت کے لئے احسن صاحب کے خط کا اقتباس ملاحظہ ہو:-

ان سے قبل جو والا نامجات آئے تھے اُن کا جواب بھی بھیج چکا ہوں نیز کارڈ بھی بذریعہ رجسٹری بھیج چکا ہوں ـــــ میں اپنی ملازمت کے لئے آج کل مختلف جگہوں پر سلسلہ جنباں ہو رہا ہوں اس لئے بہت ہی اچھا موقع ہے کہ حضور تک بھی اپنی استدعا پہونچا دوں اگر توجہ ہو گی تو کوئی بڑی بات نہیں اس سے میری ایک بہت بڑی آرزو نکلے گی کیوں کہ حضور کی خدمت میں رہ کر بہت اچھی طرح سے اپنے دل منصوبے نکال سکتا ہوں اور خوب اچھی طرح چشمۂ فیض سے سیراب ہو سکتا ہوں ؎

آرزو دارم کہ خاکِ آں قدم

توتیائے چشم سازم دم بدم

ایک غزل اپنے گلدستے کی واسطے اصلاح بھیجتا ہوں، اب کوئی طرح اچھی نہیں ملتی، میں نے آپ کی پرانی غزل کی طرح دے دی ہے یعنی مگر

ہم نے وہ رنج اٹھائے ہیں کہ جی جانتا ہے

۱۶ر دسمبر ۱۸۹۷ء

---

(۱۱)

یہ مصرعہ بالکل بے معنی ہے، تم نے اپنا مصرعہ کیوں نہ لکھا، تم اپنا مصرعہ لکھ کر بھیجو تو میں اس کو دیکھوں کہ وہ کیوں کاٹا گیا تھا، کچھ متروکات گلدستۂ زبان دہلی میں چھپے ہیں، مولوی راسخ صاحب مہتمم گلدستہ سے منگاؤ یقین ہے کہ جناب داغ تمہارے پاس ہوگا اس میں بھی کچھ متروکات چھپے ہیں، گلبنِ تاریخ اس کتاب کا نام ہے۔ ۲۰ ہزار لغت مصنف نے جمع کر دئے ہیں، قریب آٹھ سو صفحے کے طبع ہو گئے ہیں یہ مصنف کا بیان ہے میری نظر سے کتاب نہیں گذری، قیمت تاریخ کی چار روپیہ ہے، یہاں میرا فوٹو اتارا گیا ہے راجہ دین دیال یہاں کے سکندرآبادی برہمن ہیں، نامی فوٹوگرافر ہیں، سرکار کے ملازم ہیں، پریڈ کے میدان کے پاس ہی ان کی کوٹھی ہے، انھوں نے ہی تصویریں کھینچی ہیں، ہر شاگرد کو چاہیئے کہ ان سے منگاکر اپنے پاس رکھے؛ ہمارے بعد یادگار رہے گی، قیمت بذریعۂ خط کے دریافت کر لیجئے۔

فصیح الملک داغ دہلوی (حیدرآباد)

۶ر جنوری ۱۸۹۸ء

(۱۲)

تصویر دیکھ کر بندگانِ عالی خوش ہوئے۔ دوسری بار فوٹو چھاپنا چاہیئے، جب کہ راجہ دین دیال نے بھیجا ہے۔ آپ اپنا اشتیاق نامہ میرے پاس بھجوادیں، محاورے جو تم نے بھیجے تھے گم ہو گئے،

نوٹ:- یہ سطور مولانا احسن کے خط کے حاشیوں پر تحریر ہیں، مزید وضاحت کے لیئے احسن صاحب کے خط کی ضروری عبارت ملاحظہ فرمائیے:-

جنوری کا گلدستہ جس میں حضور بندگانِ عالی متعالی دام اقبالہم کا فوٹو ہے وصول ہو گیا ہے، آپ کے نام جو گلدستہ گیا ہے وہ آدمی کی غلطی سے بُری طرح گیا ہے اگر اس کا فوٹو خراب ہو گیا ہو تو تحریر فرمائیے، یہ بھی تحریر فرمائیے کہ اس فوٹو کی صفائی عمدگی اور اصلیت کے متعلق کیا رائے ہے حضور سے بعد ملاحظہ بندگانِ عالی نے کچھ ارشاد فرمایا مجکو اس کی ضرور اطلاع فرمائیے تاکہ میری سعی مشکور ہو، مکرر یہ کہ ایک دفعہ آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ "رسوا کیا مجھے" اس طرح میں بندگانِ عالی متعالی نے غزل تحریر فرمائی ہے اگر حکم ہو تو پھر مثلِ سابق اپنا اشتیاق ایک دوسرے خط میں لکھ کر بھیجوں یا آپ ہی کوشش فرما کر بھیج دیں۔

۲؍ شوال ۱۳۱۵ھ
۱۸۹۷ء

سید احسن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

آج آپ کا خط آیا جس سے حیرت ہوئی، ۴ر جنوری ۱۸۹۸ء کو سب پوسٹ کارڈ رجسٹری ہو کر تمہارے پاس گئے اور تم لکھتے ہو کہ نہیں پہونچے، دو خط اور روانہ کر چکا ہوں، سرکار عالی کی غزل میں کاتب نے غلطی سے دونوں جگہ گفتار گفتار لکھ دیا ہے، دوسرے مصرعہ میں گفتار کی جگہ اقرار ہے چنانچہ مفصل یہ سب لکھ دیا ہے، ایک خط ۶ر جنوری کو گیا ہے اور ایک ۷ر جنوری کو گیا ہے تم حساب تو کر لیا کرو کہ کس تاریخ کو خط روانہ کرتے ہو اور کس تاریخ کا تم کو اس کا جواب ملنا چاہیئے۔ پادشاہی فیض عام ہوتا ہے، خصوصیت نہیں، آپ کو کیا معلوم ہے کہ کس قدر درخواستیں آتی ہیں، مجکو چار روز سے سخت تپ لرزہ ہے، ایک تپ رہتی ہے اور ایک آتی ہے، اس وقت تک بخار نہیں اترا، فقط دعا کا طالب ہوں۔

فصیح الملک داغ دہلوی، ۱۱ر جنوری ۱۸۹۸ء (حیدر آباد دکن)

---

(۱۴)

سید احسن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

اس وقت آپ کے قصیدے کی باری آئی، آپ نے بہت طول دیا ہے، نذر حضور کا جو لفافہ تھا وہ میں نے حضور میں بجنسہ بھجوا دیا، آج وہ غزلیں بھی شاگردوں کی دیکھیں جن کی نقل آپ نے بھجوائی تھی اب تو ہر شخص بجائے خود استاد ہے، بجز ایک دو شخصوں کے اور سب غزلیں بے اصلاحی ہیں، آج میں نے دیکھ کر انکو

بھی بنا دیا اس خط میں ملفوف کر کے بھیجتا ہوں، بارق اور برق کی غزل تو میں نے دیکھی بھی، دو صاحبوں کو کارڈ لکھ کر اطلاع دے دیجئے کہ اُستاد اس بات سے ناراض ہوئے، ایک اشتہار اس گلدستے میں آپ چھاپ دیجئے اکثر استاد کے شاگرد بجائے خود اُستاد بن کر اپنی غزلیں بے اصلاح چھپوا دیتے ہیں، اس میں غلطیاں رہ جاتی ہیں کسی شخص نے لفظ ایجاد اور ارشاد کو مؤنث باندھا حالانکہ اہلِ دہلی کی زبان پر دونوں لفظ مذکر ہیں، کسی صاحب نے لفظ میت جو بکسر یائے تحتانی ہے اُس کو بہ فتح یاء باندھا بو کے قافیہ میں ابرو کو مؤنث باندھا ہے وہ بھی مذکر ہے، اسی مضمون کی نقل گلدستۂ ارمغان میں بھی بھیج دینا کہ وہاں بھی چھاپ دیں اہلِ انتخاب کا یہ فرض منصبی ہے کہ غلط کلام کو نہ چھاپیں مگر یہ معلوم نہیں کہ نامعلوم صاحبانِ انتخاب کس کھیت کے ہیں، لفافہ کارڈ کا رجسٹری شدہ روانہ کر چکا ہوں، اور بھجواؤ لوگ پوچھتے ہیں کہ "فیض داغ" کیا چیز ہے کیا کتاب ہے، فقط

فصیح الملک داؔغ دہلوی۔ (حیدرآباد)

۱۵؍ رجب المرجب ۱۳۱۵ھ

---

(۱۵)

میرے گھر میں سخت علالت ہے، اطباء نے جواب دے دیا ہے، کوئی دوا راس نہیں آتی، خدا جواب نہ دے، جن لوگوں کے پاس تمہاری سعی میں کارڈ گئے تھے وہاں سے لعن طعن آرہے ہیں، ہوش و حواس درست ہوں گے تو کسی کا کلام دیکھوں گا، دعا کرو کہ سیدہ ہو، دُعا کا طالب۔

یکم صفر ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء سہ شنبہ

---

(۱۶)

سید صاحب! میں اکثر لکھ چکا ہوں کہ قسمت یاور ہو تو اس سرکار عالی سے عطا ہو۔ قصیدہ، قطعہ، سب لکھ چکے گویا وہ عرضیاں تھیں۔ ریاست ٹونک سے جو فیض یاب[1] ہوئے غنیمت ہوا، یہاں صاف سعی کرنے سے تو بنی بات بگڑ جاتی ہے۔ مجکو تمہارا اور احسان[2] کا ہر وقت خیال ہے، وہ بھی سب کچھ لکھ چکے ہیں اگر مناسب جانو ابنا النقصان نہ گوارا کرو۔ یہ غزل تم نے اچھی کہی ہے، میں بہت خوش ہوا، تم مجکو غزل لکھنے کو کہتے ہو اگر میرا حال دیکھو اور میرے گھر کی کیفیت سنو تو ایسا خیال بھی نہ کرو، مجکو اپنی زندگی میں کلام ہے ع

کھٹیں اٹکھیلیاں سوجھی ہیں اپنی جان جاتی ہے

دُعا کا طالب

فصیح الملک داغ دہلوی ۸ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء

حیدر آباد

---

[1] ریاست ٹونک سے جب ایک ہزار روپیہ ماہانہ ریاض سخن کو ملنے کا حکم ہوا تو اس کا نام نواب ٹونک کے نام پر ریاض خلیل کر دیا گیا اگر بقول مولانا احسن مرحوم یہ رقم آسمان سے اُتری اور کھجور میں اٹک گئی۔

[2] احسان علی خاں شاہجہاں پوری۔

(۱۷)

عزیزمن سید علی احسن صاحب! سلام مسنون کے بعد مدعا یہ ہے کہ آپ کے خط کا جواب میں لکھ چکا ہوں، ایک شعر جس میں نشتر گر پر تم نے لکھا ہے وہ واقعی میری نظر سے نہیں گزرا تھا، اُسے درست کر دیا ہے، مگر وہ تمہارا خط اس وقت نہیں ملا یاد پڑتا ہے کہ اُس میں (تو) بنا دیا ہے، دوسرا شعر درست ہے حضرت کا لفظ "تم" کے ساتھ بھی آتا ہے، جس وقت وہ خط ملے گا، انشاء اللہ بھیج دوں گا، آپ نے جو دواوین کے واسطے کہا تھا کہ خریدار فی جلد ۲ روپے دیتا ہے اگر سَو دیوان لے تو میں دے دوں گا، اس وقت دو سو نسخے ہیں، بہت افسوس کرتا ہوں کہ فصیح اللغات رُکی جاتی ہے اور دیکھئے لوگوں کا گمان کیا کیا ہوگا، من جملہ تین کے ایک جلد فرہنگ آصفیہ اپنے ساتھ کیوں نہ لے گئے اس میں ایسا کیا بوجھ تھا، گلدستہ معیار الانشاء[1] کی غزل جو آپ نے طلب کی ہے بے ضابطہ مرزا

---

[1] مرزا سراج الدین احمد خاں نام، سائل تخلص تھا، نواب مرزا شہاب الدین خاں ثاقب کے صاحبزادے تھے ۱۸۶۸ء میں لوہارو میں پیدا ہوئے، فصیح الملک کے عزیز شاگرد تھے بلکہ ان کی [illegible] صاحبزادی لاڈلی بیگم آپ کے عقد میں تھیں، عرصے تک حضرت داغ کے ساتھ رہے۔ [illegible] رہے اور وفات کے بعد بھی کچھ عرصے حیدرآباد قیام رہا، نہایت وجیہ اور خوبصورت انسان تھے خوش الحانی سے غزل پڑھتے تھے آپ گو [illegible] تھے مگر آپ سے پہلے شاعروں میں ترنم سے [illegible] نہیں پڑھتے تھے۔ حیدرآباد [illegible] سائل صاحب نے معیار الانشاء کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا [illegible] تک جاری رہا [illegible] سائل صاحب کی [illegible] سے [illegible] اس رسالے میں [illegible] داغ کی ہر طرح غزلیں شائع ہوتی تھیں [illegible] سخن کی تقلید میں نکالا گیا تھا سائل صاحب نے ۹۰ سال کی عمر میں ۱۵ ستمبر ۱۹۴۵ء کو بوقت دس بجے دن دہلی میں انتقال فرمایا۔

سراج الدین حسن خاں ہنیں دیتے اس میں میرا کوئی دخل نہیں، تم نہ کلام سے مدد دو نہ دام سے پھر کوئی تم سے کیا توقع کرے، باقی خیریت ہے۔ والسلام

فصیح الملک داغ دہلوی ۲۲ر جولائی ۱۹۰۲ء

(حیدر آباد)

---

(۱۸)

احسن صاحب!

تمھارے پاس سے خط دیر میں آتا ہے، یہ ماجرا کیا ہے، میر کاظم علی[1] صاحب کے موقوف ہو جانے کا سخت رنج ہے۔ لطیف[2] احمد صاحب ایک دن آئے تھے تو میں نے دریافت کیا تھا۔ اس وقت بارق[3] صاحب یہاں موجود ہیں آداب عرض کرتے ہیں اور خدا جانے کیا کیا کچھ کہتے ہیں، سید[4] عالم صاحب کہاں ہیں کس

---

[1] میر کاظم علی صاحب مولانا احسن مارہروی کے ہم زلف تھے، حیدر آباد وطن تھا۔ شاعر باکمال تھے۔ اور ریاست میں ملازم تھے۔ شوکت تخلص تھا۔

[2] لطیف احمد صاحب نام تھا جناب اختر مینائی کا جو امیر مینائی کے صاحبزادہ تھے اور نواب اختر یار جنگ کے خطاب سے ممتاز ہوئے تھے۔ ۲۹ر مئی ۱۹۲۸ء کو وفات پائی۔

[3] بارق صاحب، مرزا مظفر احمد نام تھا اور بارق تخلص، علی گڈھ کے رہنے والے تھے عرف ان کا مظفر حسین بیگ غالباً تلوگول کنڈہ میں مدرس تھے۔ داغ کے حاضر باش شاگردوں میں تھے ان کا معمول تھا کہ جمعرات کی شب کو استاد کی خدمت میں حاضر ہوتے جمعہ کا دن گذار کر واپس ہوتے داغ کی وفات تک اس معمول میں کبھی فرق نہیں آیا، داغ کی وفات کے کچھ روز بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا۔

[4] سید افتخار عالم صاحب مارہروی، بڑے ذہین اور قابل فرد تھے، شاعری کم کرتے تھے مگر باکمال شاعر تھے۔ شاعری میں آزاد تخلص تھا، آپ کی تصانیف میں حیات النذیر (باقی فٹ نوٹ صفحہ ۵۴ پر)

حال میں ہیں، ان کو بارق صاحب بہت بہت سلام کہتے ہیں، سراج الدین خاں صاحب سلام کہتے ہیں اور گلدستے کی رسید طلب کرتے ہیں، گلدستے میں دو شعر چھپنے سے رہ گئے وہ یہ تھے:۔

حق تعالیٰ کی بڑی سرکار ہے — عشق اس سرکار کا مختار ہے
بے خودانہ میں جو قدموں پہ گرا • کہتے ہیں وہ آدمی ہشیار ہے

یہ شعر بریلی کے گلدستے میں بھجوا دینا آج حسن[۱] کا خط بریلی سے آیا وہ اپنے گلدستے کی اشاعت بریلی سے چاہتے ہیں میں کیا کر سکتا ہوں، لوگوں سے کہا کوئی نہیں سنتا دواوین کے باب میں تم نے جواب صاف نہ لکھا، تم جو چاہتے ہو میں لکھ چکا ہوں. تاجر نے کیا جواب دیا، اس سے جواب لے کر بھیجو. ذبیح[۲] نے ابھی ہاتھم

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۵۶) مولوی نظیر احمد صاحب کی سوانح "نظم بے نظیر" مولوی نظیر احمد صاحب کی نظموں کا مجموعہ اور "سعد کتابیں" آپ کی یادگار ہیں، مارہرہ کے رہنے والے اور مولانا احسن کے چچا تھے ایک مدت تک حضرت داغ کی خدمت میں حاضر رہے، ان کی خدمت میں رہ کر آپ نے روزمرہ کے حالات میں ایک روزنامچہ مرتب کیا تھا جس کا قلمی مسودہ بڑی کام کی باتوں پر مشتمل ہے۔

[۱] مولانا حسن رضا خاں نام تھا حسن تخلص، بریلی کے ساکن مولانا احمد رضا خاں صاحب کے برادر خورد تھے حضرت داغ کے مخصوص شاگردوں میں تھے بڑے صاحب کمال اور صاحب ذوق تھے، نعتیہ کلام میں ان کا "ذوق نعت" کے نام سے شائع ہو چکا ہے، عاشقانہ کلام میں "ثمر فصاحت" آپ کی یادگار ہے، مولانا حسن مرحوم نے ۲۲ شوال ۱۳۲۶ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو رحلت فرمائی، استاد کی وفات پر بڑا بامعنی قطعہ تاریخ کہا، تین شعر ملاحظہ فرمائیے۔

فلک نظم پر قمر نہ رہا — شمس کو آج بے ضیا کہیے
بار سے شاگرد تھا لقب اپنا — کس سے اس پیار کا مزا کہیے
مرگ استاد کی حسن تاریخ — داغ نواب میرزا کہیے

[۲] ذبیح تخلص اور محمد اسمٰعیل نام تھا، فتح گڑھ میں وکالت کرتے تھے، شاگرد داغ تھے۔

نہیں بھیجی وجہ درنگ کیا ہے نواب حسن[1] علی خاں صاحب، مستجاب[2] خاں صاحب اور سراج الدین احمد خاں دائم[3] اللہ سلام شوق کہتے ہیں۔

فصیح الملک داغ دہلوی، (حیدرآباد)

۹ر اگست ۱۹۰۲ء

---

(۱۹)

سید علی حسن صاحب، السلام علیکم!

آپ کی علالت کی اطلاع سے تاسف و ملال ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو شفا بخشے اس مرض کا تدارک کسی طبیب حاذق یا سنئیر ڈاکٹر کی رائے سے کرنا چاہیئے مرض کا یان دانش مندی کی بات نہیں ہے، اگر کوئی عمدہ ویدک جاننے والا میسر آئے تو اس کے یہاں کہنہ نسخوں میں کوئی مجرب نسخہ ضرور نکل آئے گا اور وہ خدا چاہے تو ضرور مفید ہوگا، مجھے تمہاری علالت سے خاص قلق خاطر ہے، عالم صاحب کہاں ہیں، فصیح اللغات کے رہ جانے کا نہایت صدمہ ہے اس کی ترتیب کی ظاہرہ کوئی صورت ذہن میں نہیں آتی، بجز اس کے کہ آپ یہاں ہوں اور یہ بوجوہ آپ سے

---

[1] نواب حسن علی خاں داغ کے مخصوص اور عزیز ترین تلامذہ میں شمار کئے ان کا مفصل ذکر ان کے نام داغ کے خطوط ملاحظہ فرمائیے۔

[2] محمد مستجاب خاں صاحب نام تھا قلق تخلص کرتے تھے اور جہاں آباد دہلی کے باشندے تھے خوشحال اور خوش باش لوگوں میں شمار تھا داغ کی صحبت سے ذوق شعری پیدا ہوگیا تھا اس بارہ سال ہوئے انتقال ہوگیا۔

[3] دائم اللہ۔ ان کا حال تمکین صاحب کا ظمی نے بھی نہیں لکھا بعض ان کا نام دائم اللہ بتاتے ہیں۔

ناممکن ہے، زیادہ دُعا، اپنی خیریت آج ہی لکھیے

فصیح الملک داغ دہلوی
۸ر اگست ۱۹۰۲ء دوپہر یکشنبہ
(حیدر آباد)

---

(۲۰)

آپ کی طبیعت کیسی ہے، جواب دیر میں آتا ہے میں پریشان رہتا ہوں، ہر طرح خیریت ہے دو مہینے کے بعد دونی بارش ہوئی۔ استاد کے الفاظ اور بھیجو، اس وقت طبیعت لگ گئی جو یہ شعر کہے۔

فصیح الملک داغ دہلوی (حیدر آباد)
۲۶ر اگست ۱۹۰۲ء

---

اوپر لکھا ہوا خط مولانا احسن مارہروی کے اصل خط کی پشت پر درج ہے اور اسی خط میں استاد اور ان استاد پر داغ کے کہے ہوئے اشعار بھی موجود ہیں، حیدر آباد کے قیام میں مولانا احسن جو لغات موسومہ فصیح اللغات ترتیب دے رہے تھے، اس کا سلسلہ حیدر آباد سے مارہرہ واپس آنے کے بعد بھی جاری رہا، استاد کے الفاظ داغ صاحب کی خدمت میں بھیج دیے جاتے تھے اور موصوف ان پر شعر کہکر بھیج دیا کرتے تھے، اس طریق کار کا اندازہ کرنے کے لئے، کچھ الفاظ اور

اس پر داغ صاحب کے کہے ہوئے اشعار ملاحظہ فرمایئے :-

(۱) پیوند لگانا ، پھٹے ہوئے کپڑے میں دوسرا کپڑا جوڑنا ۔ ایک درخت کی شاخ میں دوسری شاخ لگانا ۔ پیوند ، مذکر ، بندش ، جوڑ میل ، مناسبت ، پیوست کرنا ، کسی چیز کو کسی چیز میں ملانا ، جذب کرنا ۔

## اشعار

وحشت سے اس قدر ہوئے پیرہن میں چاک — پیوند بھی لگانے کی صورت نہیں رہی
کچھ کدورت جس سے تجھ کو ہو گئی — کر دیا پیوند اس کو خاک کا

(۲) پینک میں آنا یا نشہ میں اونگھنا ؎
جاگا ہوا تمام رات کا زاہد تھا معتکف — جب صبح ہو گئی تو وہ پینک میں آ گیا

(۳) پی کر رہ جانا ، غصہ کا ضبط کرنا ؎
اس نے غیروں کو بلائی بزم میں — رشک سے ہم غصہ پی کر رہ گئے

(۴) پیک (مذکر) پیکر (مذکر) ؎
میں نے جانا یہ ہے پیامبر کو — پیک دلبر جواب لاتا ہے
خاکساری آدمی کو چاہیئے — ہے یہ پتلا اور پیکر خاک کا

---

(۲۱)

سید علی احسن صاحب!

آپ کا خط آیا آپ کہتے ہیں کہ میں اسفر کرتا ہوں ، خدا مبارک کرے "فصیح اللغات"

کا انتظام کیا کر کے جائیے گا، یقین ہے کہ الفاظ میرے پاس آئیں گے، جو آئے تھے اُن کے شعر میں نے بھجوا دئے، پہلے جو الفاظ تم نے بھیجے تھے وہ میرے پاس سے گم ہو گئے ان کے واسطے لکھا تھا کہ مکرر بھیجو جواب تم نے نہیں دیا، چھ مہینے ہوئے کہ محلات کی تنخواہ نہیں ملی، جلوۂ داغ کی بابت کاغذ آئے تھے وہ میں نے بھجوا دئے اور میں دو کارڈ ملفوف بھیجتا ہوں، یہاں سب خیریت ہے، سب چھوٹے بڑوں کو سلام پہونچے، حقہ فرشی آپ کے پاس تھا، وہ کہاں ہے اور ایک کتاب موسوم بہ انتخاب یادگار کتب خانے میں نہیں ہے وہ آپ کے پاس تھا بھجوا دیجئے، میر حسن علی خاں کا سلام پہونچے سید عالم صاحب کی خدمت میں بھی سلام، ایک صاحب کہتے تھے کہ مطبع شمسی پر ڈگریاں جاری ہو گئیں خدا جانے جھوٹ ہے یا سچ فقط۔

فصیح الملک داغ دہلوی - ۲۳ ستمبر ۱۹۰۲ء (حیدرآباد)

---

(۲۳)

جناب سید صاحب!

خدا آپ سے جلد ملائے، آپ کا خط مارہرے سے پہلے آیا، ٹکیوں کی پارسل بھی پہونچی، ۹ دن سے میں حضور پرنور دام اقبالہٗ کے ہمراہ کوہ مولا ہوں، پرسوں وہ پارسل یہیں آئی اور تقسیم ہوئی حضور میں بھی وہ ٹکیاں تبرک ہو کر گئیں، جو راہبت ہو گیا نصف بھی سالم نہیں رہیں، میری طبیعت علیل ہو گئی تھی اب تک میں نے نہیں چکھیں وفا[1] کے خط پر خط میرٹھ سے آئے، انھوں نے گلدستہ نکالا ہے، غزل کی وہ تاکید کی

---

[1] وفا تخلص تھا، پورا نام امتیاز تھا، مارہرہ کے رہنے والے اور حضرت مضطر کے تلامذۂ خاص تھے۔

جس کا بیان نہیں مجبوراً چند شعر موزوں کر کے بھیج دئے مگر وہ قابل گلدستے کے نہیں، فصیح اللغات کا ملتوی ہو جانا سخت رنج کی بات ہے، بیلے روپیہ کے کام نہیں چلتا، روپیہ عنقا ہے، یقین ہے آپ نے کچھ سرمایہ مہیا کیا ہوگا آپ جلد آئیں تو کچھ کارروائی ہوگی، صاحب مطبع کا اطمینان ہوگا ورنہ بڑی خرابی ہوگی عالم صاحب[1] کو بہت بہت سلام کہیئے اور اپنے خسر صاحب کو سلام نیاز کہنا، حضور پرنور نے میری نہایت عزت افزائی فرمائی، میرے مکان پر بھی تشریف لائے صاحب عالم بہادر دلی میں ہیں، سب بیٹے لکھنؤ میں، ایک خط آیا ہے پھر کچھ کیفیت معلوم نہیں ہوئی زیادہ خیریت۔

سراج الدین خاں، میر حسن علی خاں وغیرہ سب مشتاق ہیں، آپ کے خط کا جواب پورا ہیں نے نسیم[2] کے پاس بھجوا دیا، وہ آپ کے پاس پہونچ گیا تھا یا نہیں اس کی رسید نہیں آئی۔

فصیح الملک داغ دہلوی۔ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۰۲ء (حیدرآباد)

---

[1] صاحب عالم عرف خورشید عالم نام۔ داغ کے سوتیلے بھائی تھے جو مرزا فخرو ولی عہد شاہ دہلی سے پیدا تھے۔ ۱۸۴۶ء میں پیدا ہوئے۔ تمام عمر جناب داغ کے ساتھ رہے اور داغ ہر طرح سے سلوک رہے، داغ کی ہی سفارش سے نواب یوسف علی خاں نے سو روپیہ ماہوار مقرر کر دئے تھے داغ کی ہی کوشش سے دو سو روپیہ ماہوار حیدرآباد سے ان کے مقرر ہو گئے تھے، داغ کی حیات تک حیدرآباد رہے، آخر عمر میں اپنا وظیفہ اپنے نواسے کے نام منتقل کرا دیا تھا، بڑے زندہ دل اور وضعدار بزرگ تھے، شاعری سے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا، صحبت اور ماحول سے مجبور ہو کر بھی کبھی شعر کہہ لیا کرتے تھے لیکن طبیعت کو شاعری سے کوئی خاص مناسبت نہیں تھی، ستر سال کی عمر پا کر دسمبر ۱۹۱۶ء میں انتقال کیا۔

[2] نسیم تخلص اور نام سید شبیر حسن تھا، ریاست بھرت پور کے رہنے والے تھے اور ریاست بھرت پور ہی میں سب انسپکٹر پولیس تھے، داغ کے دور دوم کے شاگردوں میں شمار تھے، بڑے صاحب دل اور صاحب طرز شاعر تھے ایک مختصر سا دیوان بھی شائع ہو چکا ہے، عین جوانی میں انتقال کیا

(۲۳)

سید علی احسن صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ تسلیم!

مختلف بلاد و امصار سے لوگ دریافت کرتے ہیں کہ فصیح اللغات کا کیا حال ہے؟ اس فقرے کا جواب قلم انداز ہوتا ہے، آپ ہی فرمائیے کیا لکھا جائے، آپ کی اسناد جس قدر نظر آئی تھی وہ تمام و کمال آپ کو بھیج دی گئیں ان کی رسید بھی یقینی وصول نہیں ہوئی، آگے آپ نے سلسلہ موقوف کر دیا گیا مطبع شمسی والا آیا تھا اس سے کیا کہ جلوۂ داغ کے متعلق ایک حبہ وصول نہیں ہوا، نہ کوئی تحریر آپ کی آئی ہے کہ وصول رقم کی طمانیت ہوا نہ آپ کے خود آنے کی بابت یقین ہوتا ہے، میں کیا کروں میری بدنامی ہو رہی ہے، مدارالمہام[1] صاحب سے آپ کی کتنی اور کیسی سعی کی تھی، حضرتِ پر نور سے نقل حالات اس لغت کی نسبت پوری طرح ہو چکے، اشعار اسناد کا مسودہ حضور نے استیعاباً ملاحظ فرمایا منشاء اس کے متعلق یہ ہے کہ کچھ حضور سے بھی مدد ملے مگر آپکا تساہل میرے آئندہ ارادوں کی ہمت کو پست کیے دیتا ہے، آپ طبیعت کے ایسے نازک واقع ہوئے ہیں کہ معمولی باتوں کے بارے میں بُرا مان جاتے ہیں اور آزردہ ہو جاتے ہیں، مَیں اخلاص مندانہ آپ سے عرض کرتا ہوں کہ اہلِ مطبع کو کچھ دیجئے اور تسلی آئندہ کی کیجئے، ۱۹ر رمضان شریف کو حضور کے ساتھ دربار دہلی کی شرکت کے لئے جا رہا ہوں، فقط

فصیح الملک داغ دہلوی

۲۹ر نومبر ۱۹۰۲ء (حیدرآباد)

---

[1] مہاراجہ کشن پرشاد سے مُراد ہے۔

سید علی احسن صاحب!

کئی مہینے کے بعد آپ کا ایک خط آیا تھا، اس کا جواب فی الفور روانہ کیا گیا تھا، دوسرا خط رجسٹری شدہ آج پہونچا: کوئی دشمن تمہارا ایسا ہے کہ مارہرہ ہی میں خط تمہارا لے لیتا ہے کئی مہینے میں یہ دو خط تمہارے آئے ورنہ میرے نام کا خط کہیں رُک نہیں سکتا میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب کے پاس سے سب اسباب آچکا ہے ایک پلنگڑی ایک کرسی رہ گئی ہے وہ تمہاری بتاتے ہیں ان کو لکھ بھیجو، انتخاب یادگار کے لئے میں اِن کو لکھوں گا دیکھئے وہ دیتے ہیں یا نہیں، یہ تذکرہ ساتھ رہنے کا تھا مگر نہ ملا، حضور بندگانِ عالی کی دلی کی فرودگاہ کا نشان یہ ہے، دلی کیمپ حضور نظام لڈلو کیسل، کل ۱۸ر دسمبر روز پنج شنبہ کو مہاراجہ مدار المہام بھی دلی روانہ ہوں گے اخترؔ[1] اور حافظ جلیلؔ[2] ان کے ساتھ جائیں گے، تم جو یہ لکھتے ہو کہ میں تمہارے پاس رہوں گا، میں جہاں رہوں گا وہاں پرندہ بھی پَر نہیں مار سکتا بڑی فکر تو یہ ہے کہ میرا وطن، ہزاروں آدمی میرے مشتاق، سینکڑوں خط چلے آئے ہیں، اور میں تنو بیردل کے اندر رہوں گا، اہلِ اسٹاف کے خیمے کوٹھی سے ملے ہوئے ہیں، خدا جانے کیا صورت ہو، دلی میں ٹھہرنے کا ٹھکانا مشکل ہے، اب کے جو تم مجکو خط لکھو تو دلی بھیجنا اور یقین ہے کہ میرا خط بھی تمہارے پاس پہونچ گیا ہوگا فصیح اللغات کی خرابی کا نہایت رنج ہے زیادہ کیا لکھوں نواب میر حسن علی خاں آپکو

---

[1] اختر مینائی پسر جناب امیر مینائی۔

[2] حافظ جلیل حسن جلیلؔ مانک پوری، جلیلؔ اور اخترؔ مہاراجہ کشن پرشاد کے دامنِ دولت سے وابستہ تھے۔

سلام کہتے ہیں، عالم صاحب کو بھی خط لکھ چکا ہوں سب کی طرف سے سلام پہونچے، سید افتخار عالم صاحب کو نواب میر حسن علی خاں صاحب سلام کہتے ہیں۔ فقط

فصیح الملک داغ دہلوی، ۱۷ر دسمبر ۱۹۰۲ء

(حیدر آباد دکن)

---

## ۲۵

جناب سید علی احسن صاحب!

آپ کا خط آیا، آپ فصیح اللغات کو چھوڑ کر چلے گئے جو کفیل رزق تھا جو روپیہ اس کی بابت آپ کے پاس آیا وہ آپ نے اپنے صرف میں اٹھایا، جلوۂ داغ کی بابت کل روپیہ آپ نے صرف کیا اور صاحبِ مطبع کو نہ دیا اپنے چچا صاحب کی جائداد کی بابت آپ نے دعویٰ کیا اور کچھ حاصل نہ ہوا بے شک صاحب مطبع آپ پر نالش کرے گا، میں نے اب تک اُسے روکا میری بابت میرے احباب سے روپیہ جو آپ کو وصول ہوا اور وہ آپ نے اُٹھایا اُن کے تقاضے کا کیا ٹھکانا اور میرے صدمے کی کیا انتہا، دہلی میں ہزار جھگڑے ہوتے ہیں اُن سے نجات ممکن نہیں اور بغیر روپیہ کام چلنا محال، میں نے سمجھ لیا ہے کہ یہ لغت یوں ہی رہا اور اس کا مرتب ہونا معلوم، آپ ہر خط میں اپنی ناداری لکھتے ہیں جن کا روپیہ آپ نے بابت کتاب لیا ہے، وہ کیا آپ سے تقاضا نہ کریں گے، اب تک مبلغ تیس روپیہ عبدالغنی[1] کے تو آپ سے دئیے نہیں گئے، جو میری معرفت روپیہ پہونچا ہے کیا اس کا

---

[1] منشی عبدالغنی صاحب داغ کے ملازم تھے اور دیوان کہلاتے تھے۔

تقاضا مجھ پر نہیں ہے، نہ آپ اس کام کو کرتے ہیں نہ اوروں کو اجازت دیتے ہیں
مکان کی بابت جو آپ نے لکھا ہے مجکو آپ کے آنے کا یقین نہیں ہے بہ تقدیر اگر
آپ آبھی گئے تو اپنی پسند کے موافق مکان لیجئے گا، میں نے سچ لکھا تھا کہ جو افتخار عالم
نے مجھے لکھا میں نے باور کیا، میں پہلے خط لکھ چکا ہوں کہ حاتم طول میں ۱۲ گرہ
کم ہوئی، چھاپہ اُس کا پسند نہیں آیا، نہ آپ کے پاس ہو گا نہ آپ آئیں گے، ابتک
یہ کتاب تمام ہو جاتی اور روپیہ بھی آجاتا، اس دو برس میں میں نے ایسی علالت
اُٹھائی ہے کہ دوبارہ زندگی ہوئی ہے کثرتِ آلام سے بے شک تمھارے دماغ میں
فتور ہے، والسلام، نواب حسن علی خاں صاحب سلام شوق کہتے ہیں۔

فصیح الملک داغ دہلوی (حیدرآباد دکن)

۱۲ر جولائی ۱۹۰۲ء

---

(۲۶)

سید علی احسن صاحب!

طرح کا مصرعہ آپ نے نہیں بھیجا لہذا یہ خط واپس کیا جاتا ہے مجکو کشف نہیں
ہوتا ہے میں اشراقین میں نہیں ہوں۔ فقط

فصیح الملک داغ دہلوی۔ ۵ر ستمبر ۱۹۰۲ء (حیدرآباد)

---

نوٹ:۔ مولانا احسن مارہروی نے ایک مشاعرے کے سلسلہ میں استاد
سے طرح میں غزل مانگی تھی اور بڑے اصرار سے غزل فی الفور بھیجنے

کے لئے تحریر کیا تھا لیکن سہواً مصرعہ طرح لکھنے سے رہ گیا جس کے جواب میں اُسی خط پر یہ تحریر کر کے اُستاد نے خط واپس فرما دیا۔

---

(۲۷)

احسن صاحب!

پرسوں نائک یہاں سے پونے گیا، سراج الدین خاں تمہارے پاس گلدستہ روانہ کر چکے اس میں سے نقل غزل کیجئے اور طرح آئندہ دیکھئے، عمر خاں کو میں نے لکھ دیا کہ جا جم بھیجنے کی ضرورت نہیں، اس کے بھائی کی تاریخ پر اشعار کہہ کر تمہارے پاس روانہ کر چکا ہوں، تم نے عمر خاں کو بھیج دئے ہوں گے، صاحب عالم کو جداگانہ خط لکھئے کہ وہ میرے سامنے جز و پیش کریں، دو کارڈ لفوف بھیجتا ہوں، ایک مطلع طرح آئندہ میں کیا ہے وہ یہ ہے ؎

بے قراری دم تحریر چھپے مشکل ہے
میرے خط میں رگ مسطر بھی رگ بسمل ہے

سب دوست اعزا سلام کہتے ہیں، عالم صاحب کو میرا سلام پہونچے عبد الغنی کا سلام قبول ہو،

فصیح الملک داغ دہلوی۔ ۷ر اگست ۱۹۰۲ء (حیدر آباد دکن)

---

(۲۸)

جناب سید علی احسن صاحب! تسلیم

عرصہ دراز سے آپ کی کوئی تحریر نہیں آئی، اس کا سبب معلوم نہیں ہوا، میں

۱۹ رمضان کو بندگانِ عالی کے ساتھ دہلی روانہ ہونے والا ہوں، رات دن سامان سفر میں ہوں، یہاں کی ایک کرسی اور پلنگڑی روانگی کے وقت ڈاکٹر صاحب کے یہاں چھوڑ گئے تھے ان سے جو طلب کی گئی تو وہ انکار کرتے ہیں، یہ بتائیے کہ یہ دونوں چیزیں کہاں ہیں، حقہ فرشی کے باب میں اس سے اول بھی میں نے لکھا تھا آپ نے جواب نہیں دیا اور غصہ سے اپنا کلام بھی نہیں بھیجا اور ایک کتاب تذکرے کی بابت بھی دریافت کی گئی تھی کسی کا جواب نہیں دیا، دوسرے یہ گاؤں کا آپ کے معاملہ میں کیا ہوا اس کا جواب دیجئے، میرا سفر کم از کم ایک ماہ سے زائد ہوگا، فصیح اللغات کے باب میں اکثر احباب مجھ سے پوچھتے ہیں، آپ نے کوئی بھی الفاظ یہاں نہیں بھیجے اگر اسوقت اس سے قبل آتے تو مناسب ہوتا، آپکا کام ہوتا رہتا آپ وہاں کس کام میں مصروف ہیں کچھ خبر نہیں۔

فصیح الملک داغ دہلوی، ۷ رمضان ۱۳۲۰ھ ۱۹۰۰ء حیدر آباد دکن

---

(۲۹)

جناب سید صاحب! آج آپ کا خط دو مہینے کے بعد پہونچا، شکر ہے کہ آپ خیریت سے ہیں یہ جو آپ لکھتے ہیں کہ ایک ہفتہ ہوا آپ نے خط بھیجا، یہ غلط ہے، میرے نام کا خط کہیں نہیں رُکتا، فضل الٰہی سے آپ ہی کے یہاں سے اسکی روانگی میں کچھ نقصان ہوا ہوگا، یا یہ محض رفع الزام کی غرض سے آپ نے لکھا، تیغ بہادر کو میں دس روپیہ فی جلد بھی مہتاب داغ نہ دوں گا اس نے مجھے سخت رنج دیا ہے لکھنؤ میں کتب فروش بہ حساب تین روپیہ طلب کرتے ہیں، بھیجے دیتا ہوں، مرزا

ج الدین خاں کے نام جو آپ نے خط لکھا وہ میں نے دیکھا خلاصہ آپ کی تحریر کا
وم ہوا کہ آپ کی مطبع شمسی سے بگڑ گئی اور فصیح اللغات تو گئی گزری، آپ کی
بیانی ہے کہ آپ ہر ہفتے مجھے خط بھیجتے ہیں اس وجہ سے میں مطبع شمسی کے مالک
بیان کو صادق جانتا ہوں، اس کو دعوائے رقم جلوۂ داغ ہے، فصیح اللغات
پروف اور کاپی کا تقاضا آپ اس وقت کرتے اچھے معلوم ہوتے جب جلوۂ
ع کا حساب چکا دیتے اور یہ آپ کیا فرماتے ہیں کہ مطبع والا بیرا کیا کرے گا۔ اس
تابت ہے کہ آپ کا یہاں آنے کا قصد ہی نہیں ہے، اگر اس کتاب میں جیسے
رالمہام صاحب کا روپیہ شریک ہے ایسا سرکار کا روپیہ ہوتا تو مجھے نہ معلوم کیا
شرمندگی ہوتی، یہ مجھے یقین ہے کہ مدار المہام صاحب کی رقم مجھے دینی ہوگی، دہلی
دہلی کا دربار بھی خیر سے قریب ہے، انشاء اللہ تعالیٰ وہاں آپ سے مل کر
دنِ خاطر بھی سنوں گا۔ والسلام

فصیح الملک داغ دہلوی، ۱۰ رمضان المبارک سنہ ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء
روز سہ شنبہ (حیدر آباد)

---

(۳۰)

سید احسن سلمہ اللہ تعالیٰ

یہ تم سے کس نے کہدیا ہے کہ میں شاگردوں کی غزلوں پر خود اصلاح نہیں
با، کس ذریعہ سے تمھیں معلوم ہوا کہ یہ کام میں نے حاضر باش شاگردوں کے
رد کر دیا ہے، میرے شاگردوں میں ایک سے ایک اچھا کہنے والے ہیں اور مجھ

لکھنے والے ہیں مگر میرا کوئی شاگرد میرے کسی شاگرد کو اصلاح نہیں دے سکتا اور
نہ اسے میں پسند کرسکتا ہوں، اگر شعر پڑھ کر اور مجھ سے اصلاح معلوم کر کے لکھ دیا
اصلاح سے تو یہ خود تم ایک عرصہ تک کرتے رہے ہو، اس رعایت سے اگر کوئی
اصلاح دینے کا دعویٰ کرے تو اس کا مجھے نام بتاؤ جو شاگرد شاکی ہیں انھیں مطمئن
کرنے کی کوشش کرو، حسب موقع میرے اس خط کو مشتہر بھی کرسکتے ہو جو شاگرد
براہ راست چاہیں مجھ سے اس امر میں کیفیت لے سکتے ہیں، فصیح اللغات
کے لئے اشعار اسنادی روانہ کرچکا ہوں، کچھ الفاظ باقی رہ گئے ہیں فرصت نکلے
تو انپر فکر کروں، غزل آپ کی بعد اصلاح واپس ہے، ماشاءاللہ اب طبیعت میں
عجلت نہیں رہی اچھا کہتے ہو، افتخار عالم صاحب کو کیوں چپ لگی ہے۔ فقط
فصیح الملک داغ دہلوی۔ ۱۱ اگست ۱۹۰۳ء (حیدرآباد دکن)

---

(۲۱)

جناب سید احسن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون کے دعاگو رہوں آج آپ کا خط ۴ نومبر آیا، کل میں
خط روانہ کرچکا ہوں، "گفتار کیسی ہے" اس میں میرے جس شاگرد کی غزل آپ کے
پاس آئے یا آئی ہو اس کی نقل سے اپنی غزل کی نقل کے بھجوائیے، پوسٹ کارڈ
جو آئے ہیں انپر مجھے لکھنے کی فرصت نہیں ملی، انشاءاللہ تعالیٰ دو چار روز میں
روانہ کرتا ہوں دو ایک شاگردوں نے اس کی رسید لکھی ہے اور اپنی خریداری
ظاہر کی ہے جتنے آدمی خریدار ہوں اس سے بھی مجکو اطلاع ہوتی رہے، اعلیٰ حضرت

حضور آصف جاہ اگر اپنی غزل عنایت فرمائیں گے تو میں بھیج دوں گا۔

فصیح الملک داغ دہلوی، (حیدرآباد دکن)

۲۶ر نومبر ۱۹۰۳ء

---

(۳۲)

سید احسن صاحب!

آپ کا حال معلوم نہیں، کوئی کہتا ہے بریلی میں ہیں، کوئی کہتا ہے حیدرآباد میں ہیں اور عرصے سے آپ کا خط بھی نہیں آیا، تذکرہ انتخاب یادگار، گلستانِ سخن یہ دونوں آپ لے گئے تھے، اس وقت یہاں کتابوں کی موجودات ہو رہی ہے، آپ بھیج دیجئے، عرصے سے آپ نے خط نہیں بھیجا اس کا کیا سبب ہے فی الفور جواب دیجئے، میر حسن علی خاں کی طرف سے سلام شوق و آرزوئے ملاقات تمہاری شرمندگی میرے سرآنکھوں پر، تم کو مناسب ہے کہ تم یہاں آؤ، بچے کو دعا پہونچے عبدالغنی خاں سلام کہتے ہیں، میری طرف سے (حسن علی خاں امیر) سید افتخار عالم صاحب کو سلام شوق کہہ دیجئے گلدستے کی غزل بھیجدی ہے۔

فصیح الملک داغ دہلوی، ۲۶ر اکتوبر ۱۹۰۲ء

---

(۳۳)

میر صاحب ناصر بان، سلمہ اللہ الرحمٰن!

رمضان، شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ سب تمام ہوئے اور وعدۂ تشریف

آوری ناتمام، اس محبت کو دونوں ہاتھوں سے سلام، طرفہ تر یہ کہ خطوں کے جواب بھی نہیں بھیجتے، جاجم جو امانت ہے اس کی بابت جو خط لکھا جواب نہ پایا، خدا خیر کرے، یہ مجھے یقین ہے کہ شریف آدمی جھوٹ نہیں بولتے بلکہ یہ بات بطور مثل کے مشہور ہے، خدا جانے وعدہ کر کے کیا مواقع پیش آئے، تمھارے چچا صاحب کا خط بہت مدت ہوئی آیا تھا اس میں لکھا تھا کہ جلد آنے والے ہیں اب پھر صدائے برنخواست، فصیح اللغات کو نہ آپ چھپواتے ہو اور نہ اوروں کو اجازت دیتے ہو، یہ بھی لکھا تھا کہ بلا تامل چلے آؤ خدا کو اگر منظور ہے تو کام چلے گا پھر بھی جواب نہ آیا، نالش کرانی، مطعون ہونا، لوگوں میں اپنا اعتبار کھونا یہ بُری بات ہے کہ نہیں، اس کا جواب باصواب دو اور بچّوں کی خیریت سے مخلصین کی صحت سے اطلاع دو کہ رفع تردد ہو، سب کی طرف سے بعد یاد آوری سلام پہونچے۔

فصیح الملک داغ دہلوی ۱۴ ذالحجہ سنہ ۱۳۲۱ھ ۱۹۰۴ء
پنجشنبہ (حیدرآباد دکن)

---

(۴۴)

سید احسن صاحب!

آپ کے دو خط آئے، عملداری انگریزی میں تو کہیں ترنطینہ ہے نہیں مگر سرکار عالی نظام میں ترنطینہ ہے، آپ حسب مجکو تار دیں گے تو میں صوبہ دار صاحب گلبرگہ کے نام سے تار دوں گا اور یہاں بھی ڈاکٹر صاحب سے کہوں گا مگر شرط یہ ہے کہ طاعون زدہ مقام سے نہ آئیے، آپ نے جو بلندہ بھیجا ہے اس میں جاجم

بھی ہے اور آپ کا اسباب بھی ہے میں جانتا ہوں کہ وہ ریل پر پڑا ہوگا اور ٹھہرا رہے گا، تم نے وہ اسباب میرے نام کیوں نہ بھیجا، سید افتخار عالم صاحب کا پتہ لکھو، دُعا کی بابت جو میں نے انھیں لکھا تھا ان سے دریافت کر کے تم نے کوئی جواب نہ لکھا، جلد جواب دو، بچوں کو دُعا، سب دوستوں کی طرف سے سلام پہونچے۔

فصیح الملک داغ دہلوی ۱۰ اپریل ۱۹۰۲ء

---

(۳۵)

سید علی احسن صاحب!

تمھارا خط اس وقت پہونچا، پچھلے خط کا جواب میں روانہ کر چکا ہوں، وہ پہونچا ہوگا، تم نے جو اپنا اسباب اپنے نام روانہ کیا، میرے نام روانہ کرتے تو بہتر ہوتا اور اس کی ایک فہرست میرے خط میں لکھ کر رکھ دیتے، داڑھی کی راہ سے آنا اچھا ہے اگر قرنطینہ میں روکے جاؤ تو تار دینا میں اس کا انتظام کر دوں گا، حضور بندگانِ عالی کے شکار میں جانے کی خبر ایک مہینے کے بعد ہے زیادہ خیریت یہ ہے پہلے لکھ چکا ہوں کہ فصیح اللغات کے واسطے کسی کو لانا ضرور نہیں۔

فصیح الملک دہلوی

۲۰ محرم ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء (حیدرآباد)

---

(۳۶)

آج پارسل، جاجم اور کتابوں کی وصول ہوئی، سخت مشکل پڑی، بلٹی

تو آپ کے نام کی، سرکاری محصول کیوں کر نبچے، مٹیا آپ نے دیر میں بھیجی اور مٹیا پر آپ کا نام، سرکاری محصول کیوں گوارا ہو، زبل دانوں محصول میں چھ روپے تو گنڈے لئے اس واسطے کہ ریل پر پارسل بہت دن پڑی رہی آپ کی کتابوں کی فہرست لکھوا کر کتابوں کے ساتھ ٹاٹ کے تھیلوں میں رکھوا دی ہے ایک فہرست تو تھیلے میں رکھوا دی ہے اور ایک فہرست اس خط میں ملفوف آپ کے پاس بھیجی جاتی ہے، مجکو افتخار عالم صاحب کی تحریر سے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ نے اپنی جائداد بیچ کر قرض ادا کیا، فصیح اللغات کے لئے روپیہ رکھا، اب آپ لکھتے ہیں کہ میرے پاس ایک پیسہ نہیں گیا یہاں کے قرض کو آپ قرض نہیں سمجھتے، افسوس کہ آپ بدنام بھی ہوئے اور اپنا فائدہ بھی چھوڑا، کثرتِ آلام سے تمھارے حواس بجا نہیں رہے، فلاح کی صورت بغیر فصیح اللغات کے ممکن نہیں، زیادہ کیا لکھوں، نواب میر حسن علی خاں صاحب سلام کہتے ہیں۔

فصیح الملک داغ دہلوی

۶ / محرم ۱۳۲۲ھ (حیدرآباد)

---

(۳۷)

جناب حافظ سید علی احسن صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ۔

بفضلہ تعالےٰ یہاں سب خیریت ہے، آپ کی صحت مطلوب، یہ نہیں معلوم ہوا کہ آپ کی روانگی میں پھر کیوں تامل ہوا، میری رائے یہ ہے کہ آپ جتنا عرصہ کریں گے اسی قدر زمانہ فصیح اللغات کی ترتیب میں بڑھے گا، جب کوئی ایک کام

پر کر بہت چست کر لیتا ہے تو اس کو پورا کر گزرتا ہے، مجھے آپ کا پاس ہے، لیکن آپ کے تساہل و تامل سے یہی خیال ہوتا ہے کہ کتاب کو ختم کرنے کا ارادہ نہیں ہے یہاں ہر کوئی پوچھتا ہے کہ کتاب کب شائع ہوگی، ایک دفعہ مدار المہام سرکار عالی نے بھی استفسار فرمایا، آپ کا پیش خیمہ جو یہاں پہونچا یقین ہوا کہ آپ اب آ گئے، اس کو شاید ایک ماہ سے زیادہ عرصہ گذرا، اب تو آپ کا خط بھی نہیں آتا، اگر اس کام کو پورا کرنا ہے تو پھر دیر سے کیا مقصود ہے ؏

در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

مجھے اس کا جواب دیجئے کہ منشاء کیا ہے، بچّوں کو دُعا، سید افتخار عالم صاحب کو سلام پہونچے۔ فقط۔

فصیح الملک داغ دہلوی، ۱۱ ربیع الاوّل شریف ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۴ء شنبہ

(حیدر آباد دکن)

---

(۳۸)

جناب سید احسن صاحب!

میں خاک نہیں سمجھا، میں نہ آپ کا مدّعا سمجھا نہ مجھے آپ کے قول کا اعتبار ہے آپ جانیں آپ کا کام، ابراہیم خاں[1] کے اکثر تقاضے سنتا ہوں اور افسوس کرتا ہوں اگر تم یہاں آجاتے اس سے کسی اسلوب سے معاملہ طے ہو جاتا، فصیح اللغات بھی تمام ہو جاتی، اس کے انصرام پر تمہارے منافع خاصے ہو جاتے، جو صورت

---

[1] ابراہیم خاں، مالک مطبع شمسی۔ حیدر آباد دکن۔

تم نے اپنے زعم میں قرار دی ہے وہ بہت غلط ہے، ابراہیم خاں کی نالش اور ڈگری تم کو کب چین لینے دے گی جو تم بہ صورتِ اطمینان کتاب کو مرتب کر و گے اور سودہ تمھاری عنایت سے درست ہونا ناممکن ہے، تم اپنے ہی ساتھ یہ بدسلوکی نہیں کرتے بلکہ جمہور کے حق میں کانٹے ڈالتے ہو اگر کسی لالچ کو اپنے ترک کر دو تو مسودہ دے دو میں یہاں اس کام کو آگے چلا دوں جہاں تک تمہاری سعی وجہد ہوئی ہے وہاں تک تمھیں کچھ حقوق منافع میں شریک کر لیا جائے گا میرے دل ودماغ میں اور کوئی بحث اور رائے زنی کی طاقت نہیں ہے۔ ابراہیم خاں کو بلوا کر تمھارا خط سنوایا جائے گا اور ان کے عندیہ سے تم کو اطلاع دی جائے گی۔

فصیح الملک داغ دہلوی، ۱۱ر جولائی ۱۹۰۴ء
(حیدرآباد دکن)

---

(۳۹)

جنابِ سید صاحب!

ابراہیم خاں صاحب یہاں آئے، دو تین گھنٹے انھوں نے میرا دماغ چاٹا، ہر طرح کا الزام انھوں نے مجھے ہی دیا اور یہ کہا کہ آپ کا منھ ہے اب تک جو میں خاموش رہا ورنہ میں تو اب تک اپنی رقم وصول کر چکا ہوتا۔ بڑے حیص بیص کے بعد یہ امر طے ہوا کہ فصیح اللغات کے تمام مسودات جو کچھ آپ کے پاس ہیں اور فرہنگ آصفیہ آپ یہاں بھیج دیں اور وہ اقرار نامہ جو چھپائی کے نرخ وغیرہ

کے متعلق ابراہیم خاں سے ہے، اس رقم کی فہرست بھیجیں جو فصیح اللغات کے متعلق جگہ جگہ سے آپ وصول کر چکے ہیں تاکہ اس کی بابت غور کی جائے اور آئندہ کام شروع ہو جائے، رہا جلوۂ داغ کا جھگڑا اس کا مطالبہ آپ پر جو ہے وہ آپ ابراہیم خاں کو دیں نہ دیں آپ کو اختیار ہے وہ دعویٰ کرنے کو کہتے ہیں، آپ خود جواب دہی کرلیں گے جہاں تک ہو سکے گا فصیح اللغات کے جھگڑے کو عدالت تک بھیجنا میں نہیں چاہتا، ابراہیم خاں فصیح اللغات کے اختتام تک اپنے روپیہ کے لئے نہیں صبر کرتے اور کہتے ہیں کہ میرے پاس اس قدر رقم ایسے بدمعاملہ آدمی کے معاملے میں ڈالنے کے لئے نہیں ہے، ہاں اگر آپ ضامن ہو جائیں تو میں منظور کر لوں گا، ضمانت کے معاملے سے میں کوسوں بھاگتا ہوں، عطائے سلطانی کے متعلق نہ میں قبل از اختتام کتاب کوئی تحریک اعلیٰ حضرت سے کروں نہ مدار المہام کے روپیہ کو اپنے ذمہ احسان کی مد میں رکھوں، میں چاہتا ہوں کہ مدار المہام کے تین سو روپیہ واپس کر دوں جو منشاء میرا تھا لکھ دیا، جو ابراہیم خاں صاحب کا ارادہ ہے وہ بیان کر دیا، زیادہ آپ جانیں آپ کا کام، سراج الدین خاں پوچھتے ہیں کہ معیار الانشا کے متعلق جو منشاء ہو اس سے مطلع فرمائیے، عالم صاحب اور دلیر[1] صاحب سے بھی جواب لے کر مطمئن فرمائیے۔

فصیح الملک داغ دہلوی، (حیدرآباد دکن)

۲۰ جولائی سنہ ۱۹۰۲ء

---

[1] سید امیر حسن صاحب نام دلیر تخلص، مارہرہ کے رہنے والے بڑے پرگو شاعر ہیں، داغ کے شاگرد ہیں۔

سید علی احسن صاحب!

آپ کا خط آیا مجھے آپ کے قول و فعل کا ہرگز اعتبار نہیں رہا، مبلغ تین سو روپیہ جو مہاراج بہادر سے آپ نے میری معرفت لئے ہیں وہ جلد داخل کیجئے۔ فصیح اللغات کی تکمیل کی اب کوئی اور صورت نکالی جائے گی، پرایا روپیہ مارلینا کوئی آسان نہیں ہے، یہ بہت کچھ مزے دکھائے گا، آپ کو بھی لطف آئے گا اگر آپ یہاں موجود ہوتے تو اب تک یہ کتاب مکمل ہو جاتی، جو آپ کا منشاء ہے وہ میں خوب سمجھے ہوئے ہوں، صاحب مطبع تو اپنا روپیہ کسی طرح وصول کر ہی لے گا مگر کتاب کی مٹی خراب ہو گئی۔ میرے روکے سے وہ اب تک رکا رہا، جلوۂ داغ کے روپیہ میں سے اس کو ایک حبہ نہیں ہونچا مجکو کیا غرض ہے کہ جو میں آپ کے مصارف اُٹھاؤں، اتنے شعر لکھے تو مجھے کیا حاصل ہوا جو آئندہ میں امید رکھوں، میرا جی نہیں چاہتا کہ میں آپ سے خط و کتابت کا بھی سلسلہ جاری رکھوں سخت افسوس ہے، افسوس ہے، شریف ایسا نہیں کیا کرے، آئندہ سے کوئی غزل بھی اصلاح کے لئے نہ بھیجئے گا، مجکو سخت ملال ہے، فرہنگ آصفیہ واپس بھجوا دیجئے۔ والسلام

فصیح الملک داغ دہلوی

۲۲ر اکتوبر ۱۹۰۴ء

(حیدر آباد دکن)

(۴۱)

مکرمی تسلیم!

مَیں آپ سے سخت ناراض ہوں، غزل یوں ہی واپس جاتی ہے آپ کی غزل کو حاجت اصلاح نہیں ہے اور نہ اس غزل میں کوئی بات ہے منشی عبدالغنی خاں دونوں ہاتھوں سے سلام کرتے ہیں آپ کو اگر اپنی جائداد کا جھگڑا کرنا تھا تو اس کام کو کیوں شروع کیا، نہ آپ کرتے ہو نہ اوروں کو کرنے دیتے ہو عن قریب کوئی اور انتظام ہوگا، صاحبِ مطبع کہتا ہے کہ الف اور بے کی ردیف میں بھونچکر روپیہ وصول کروں گا، ہمارا ج مدار المہام بہادر سے بڑی شرمندگی ہے اور آپ تو آچکے، کیا آپ نے ذبیح کو جاجم بھیجنے کے لئے منع کر دیا ہے یہاں ایسی خبر مشہور ہے کیا اُن کی جاجم کی لاگت نیں روپیہ بھجوا دی جائے کہ پہلے کی طرح شکوہ ہو، انھوں نے انکار کیا تھا، سب احباب آپ کے شاکی ہیں اور سلام کہتے ہیں۔

فصیح الملک داغ دہلوی

(حیدر آباد دکن)

---

(۴۲)

احسن صاحب!

اگر آپ آجائیں تو سب کچھ صاف ہو جائے میں بد باطن نہیں ہوں کہ زمانہ دیکھے ہوئے ہوں اس لئے ذرا ذراسی باتوں سے وہم پختہ ہو جاتا ہے، بہر نہج میں آپ سے اتنا بدگمان نہیں جتنا کہ آپ سمجھے ہوئے ہیں۔ فصیح الملک داغ دہلوی

(۴۳)

جناب سید علی احسن صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ!

بفضلہ تعالیٰ یہاں سب خیریت ہے، آج دو روز سے کتب خانے کی ترتیب اور جائزہ ہو رہا ہے دیوان رند اور انتخاب یادگار کتب خانے میں نہیں ہے۔ عندالدریافت معلوم ہوا کہ یہ دونوں کتابیں آپ نے مطالعہ کے لئے لی تھیں لیس بعائنہ ہذا ایماء فرمائیے اور حقہ فرشی کیا آپ کے ہمراہ ہے یا یہاں کہیں چھوڑ گئے۔ بجواب ایماء فرمائیے فقط۔

فصیح الملک داغؔ دہلوی (حیدر آباد دکن)

---

(۴۴)

میں نے ضرور لکھا تھا کہ فصیح اللغات کا کام نہ خود کرتے ہو نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہو، اس سے مطلب یہ نہ تھا کہ تم بددل ہو کر کام چھوڑ بیٹھو، تمہاری تلون مزاجی سے جی کڑھتا ہے، زبان پر مجبوراً ایسے الفاظ آتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام تمہارے سوا میرے شاگردوں میں دوسرا نہیں کر سکتا اور یہی وجہ ہے کہ تمہارے آنے میں تساہل اور لغت کا کام رک جانے سے مجھے بہت تکلیف پہونچی اور شاید اس کا افسوس مرتے دم تک رہے، میرے لئے یہ مشکل نہیں کہ یہ کام میں یہاں دوسروں کے سپرد کر دوں سراج الدین خاں کی رائے تھی کہ ایک ایک لفظ سب شاگردوں کو دے دیا جائے، مجھے یہ بھی ہرگز منظور نہ ہوا، اگر کر سکتے ہو تو یہ کام تم ہی تمام کرو یہاں آکر کرو تو سب سے بہتر یہاں آئے بغیر کرتے

رہو تو بھی مضائقہ نہیں کسی کا دین صاف کر دینا سب خرچوں پر مقدم ہوتا ہے، تم نے حساب صاف کر دیا تمھارے حق میں یہی بہتر رہا، مجھے بھی ایک بڑی کوفت سے نجات ملی اسی طرح آدمی اگر ذمہ داری محسوس کرتا رہے تو رونا کس بات کا اور پریشانیاں کیسی؟ زیادہ بچوں کو پیار۔

فصیح الملک داغ دہلوی

۱۳ دسمبر ۱۹۰۲ء (حیدرآباد)

---

(۴۵)

سید صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

تمھاری غلطیوں اور کوتاہیوں کے ساتھ مجھے اس کا بھی اعتراف ہے تمھارا ان شاگردوں میں شمار ہے جن کی سعادت بے لوث ہے، مگر ایک شکایت مجھے تم سے ہمیشہ رہی اور وہ ابتک قائم ہے کہ تم میری بات پر کان نہیں دھرتے، تم نے اپنی عقیدت کو اندھا کر لیا ہے۔ طبیعت میں عجلت بہت زیادہ ہے۔ سوچنے سے پہلے رائے دے دینا تمھاری عادت ہے اور اس طرح اپنے کام بگاڑ لیتے ہو، تم اپنے دل سے یہ وہم دور کر دو کہ میں کسی کے کہنے سننے سے تم سے ناراض ہوں، میں نہ درحقیقت تم سے ناراض تھا اور نہ ناراض ہوں[1]

[1] حضرت داغ کے کچھ خطوط مولانا احسن مارہروی کے نام ایسے بھی آپ نے ملاحظہ کئے جن میں استاد نے شاگرد کے حق میں سخت گو سے کام لیا ہو، ایسا درحقیقت شفقت و محبت کی انتہا میں ہوا کرتا ہے جہاں تعلقات و وابستگی میں اس قسم کے اظہار سے انسان پرہیز کیا کرتا ہے اور نہ اسکو سخت و سست کے اظہار کا حق ہی حاصل ہوتا ہے۔ اس قبیل کے خطوط کے ساتھ ہی مولانا احسن مارہروی کے نام ایسے خطوط بھی موجود ہیں جن میں اظہار شفقت و محبت حضرت داغ نے بالکل متضاد انداز میں کیا ہے۔

ورنہ اب کوئی وجہ ناراضگی ہے، تم نے جو الفاظ بھیجے ہیں ان پر اشعار کہکر جلد بھیجتا ہوں، اب صحت ٹھیک نہیں رہتی، عالم صاحب کا خط آیا تھا، جواب بھی گیا ان کو دعا کہدینا نواب حسن علی خاں صاحب سے تمھارا پیغام کہہ دیا وہ جواب دینے کو کہہ رہے تھے ان کے خط کا انتظار کرو، غزلیں بعد اصلاح واپس ہیں، ان غزلوں میں کوئی بات قابل اصلاح نہیں ملی۔ فقط

فصیح الملک داغ دہلوی، ۲۲ دسمبر ۱۹۰۲ء
(حیدرآباد دکن)

---

(۴۶)

یہ غزل پرانے مسودے میں سے نکل آئی، نیا کلام کہنے کی نہ فرصت رہی نہ طبیعت رہی، اسی کو شامل گلدستہ کرو، فرصت میں مرسلہ مصرعوں پر فکر ہوسکے گی، عالم صاحب کہاں ہیں اور کیا شغل ہے، مدت سے ان کا حال معلوم نہ ہوسکا۔ مارہرے ہوں تو میرا سلام پہونچادو۔

فصیح الملک داغ دہلوی۔ ۱۸۔ دسمبر ۱۸۹۶ء
(حیدرآباد دکن)

---

(۴۷)

کیا کروں تین مہینے سے بہت بیمار علی الاتصال ہوں۔ فقط۔

۲۴ر جولائی ۱۹۰۶ء مولانا احسن صاحب نے بہ استدعائے مرزا خط لکھا تھا جس کے جواب میں یہ مختصر سے خط
درج کئے گئے۔

# بنام اولیا بیگم

۱/۴۸

بہن اولیا بیگم صاحبہ۔ بعد دعا کے معلوم ہو واقعی تمھارے دو خط آئے
میں نے بار بار سخت تقاضا کیا اب معلوم ہوا زبانی لاڈلی بیگم صاحبہ کے پچاس روپیہ
انھوں نے تم کو بھیجے اور ان کی زبانی معلوم ہوا کہ جو تیس روپیہ باقی رہے، وہ بھی
بھیجے جائینگے جس وقت وہ پچاس تمھارے پاس پہنچیں مجکو اطلاع دینا اب تمھاری
منھ کی بیماری کا کیا حال ہے؟ تم نے خط میں نہیں لکھا، تم لوگ اپنی والدہ کی قبر پر
بھی جاتی ہو؟ ضرور وہاں جاؤ اور قبروں کا حال مجھے لکھو۔

بہن عزیز بیگم کو معلوم ہو اوّل اپنے مزاج کا حال لکھو اور پھر اپنے مقدمہ کی
کیفیت، حاجی عبدالغفار صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ اسی نومبر کے مہینے میں کوئی
تاریخ پیشی کی مقرر ہوگی، تم سے بھی کچھ انھوں نے کہلا بھیجا کہ نہیں میں ہر خط میں
ان سے حال پوچھتا ہوں، تمہاری بہو کہاں ہے؟ کیا حال ہے؟ بھائی غلام قدوس
کیسے ہیں ہم تو ان کی خدمت کئے جاتے ہیں مگر وہ کبھی نہیں پوچھتے، مجکو تختہ پڑا تھا
ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تھا اس روز خدا نے زندگی کر دی مگر درد مفاصل
سے جوڑ جوڑ میں درد ہے اور تمھاری آپا کے مرنے سے نہایت تکلیف میں ہوں چار

---

ل داغ کی رشتہ دار جیس مفصل حال نہ مل سکا۔

مہینے کی تنخواہ چڑھی ہوئی ہے اگر وہ اکٹھی مل جائے تو تمھارے تین سو روپیہ جو مجکو کھٹک رہے ہیں وہ ضرور بھیجدوں، انشاء اللہ اب ملے گی، گھبرانا نہیں، دلجان کیسی ہے اور اس کا نواسا کہاں ہے؟ وہ شاہزادہ ہے میں غریب آدمی، وہ مجکو کیا سمجھے، سب کو دُعا پہنچے، یہاں سب خیریت ہے فقط

فصیح الملک داغ دہلوی

۲۲ دسمبر ۱۹۰۳ء - حیدرآباد دکن

---

۲
۴۹

اولیا بیگم صاحبہ کو بعد دُعا کے معلوم ہو تمھارا خط پہونچا، تمھاری علالت کی کیفیت مجکو بادشاہ بیگم نے جے پور سے لکھی ہے، آج ہی خط آیا ہے، چونکہ میں بہت سخت علیل ہوں دورہ قلب کا اور دماغ کا پڑتا ہے، ڈھیروں پسینہ چھوٹتا ہے جان پر بن جاتی ہے، تم بھی بیمار، میں بھی بیمار، بادشاہ بیگم بھی بیمار، چل چلاؤ کے دن ہیں، تم کو مناسب ہے کہ جیلوں کے کوچے میں جا رہو، یہ مکان خطرناک ہے اور اپنا اسباب بھی کل لے جاؤ، عزیز بیگم کو بھی یہی مناسب ہے، حاجی عبدالغفار صاحب کا خط آیا تھا، میں نے مکان کی بابت انھیں لکھ دیا ہے کہ اُسے بیچ ڈالو، اور بدرو کی بابت خدا جانے وہ نالیاں کہاں پھینکیں اور کہاں جائیں گی، یقین ہے کہ نیچے بندوں کے کوچے کے نالے سے مکان میں ہوکر رحمان کے کوچے میں جائیں گی، سب کی طرف سے بندگی پہنچے

فصیح الملک داغ دہلوی

۲۰ مئی ۱۹۰۴ء بروز جمعہ (حیدرآباد)

# بنام انجمؔ[1] نیشاپوری

(۱/۵۰)

میر صاحب مکرم سلامت

داغؔ کو جلا کر خاک میں ملا کر آپ لکھنؤ چلے گئے، خیر صبر و شکر، چوں کہ یہ بے وفائی اور کج ادائی آپ نے اڑائی ہے ہم بھی نہ سمجھے، اے شخص اللہ رے تیرا دماغ، چلتے وقت ملنا اور اس تمکنت اور اس استغنا کے ساتھ رحم نہ آیا، ترس نہ کھایا کہ ایک کشتۂ فراق تڑپ رہا ہے اس کی دل جوئی کیجئے یا اُس کی تلافی یہ ہوئی کہ لو ہم جاتے ہیں، اچھا جاؤ، غارت ہو، دُہرا صبر کرلیں گے، وہ قافلہ لکھنؤ سے عظیم آباد ہو نچا وہاں سے ایک قیامت نامہ میرے نام آیا، جس کا مضمون قابلِ تحریر نہیں، جس ساتھ کی میری تصویر سید ناظر حسن کو دی ہے اس کے ساتھ کی چند تصویریں اور مجھکو عنایت ہوں، میں چاہتا ہوں کہ جو حال آپ نے دیکھا ہے وہ میری کیفیت کسی اور سے نہ کہنا، خدا کے واسطے خاک میں نہ ملا دینا۔

راقم مرزا داغ عفی عنہ، ۲۰ر اپریل ۱۸۹۱ء

---

(۲/۵۱)

حضرت سلامت! سلامت رہیئے، دو خط اور ایک لفافے میں چند تصویریں

---

[1] سید بہادر حسین خاں نام اور انجمؔ تخلص تھا، لکھنؤ کے رہنے والے تھے، داغؔ کے خصوصی احباب میں شمار تھا اور منی بائی حجاب کے سلسلے میں داغؔ کے رازدار تھے۔

داغ روسیاہ کی پہنچیں مرہون منت کیا، میں بہت دنوں سے علیل رہتا ہوں، رزق رام پور میں اُترا اور صحت وطن میں، کچھ بن نہیں آتا، حجاب سے بے وجہ ترک نامہ و پیام ہے، کم بخت ایک بلائے بے درماں تھی کہ جس کے تصور سے ابتک نجات نہیں، ہر چند اب بہت صبر آگیا، لوگوں نے یقین ہے اُسے بہکایا، خدا ایسوں کو غارت کرے، داغ کے مزاج میں بے وجہ عتاب کی تاب نہیں، آپ نے ناحق میری تصویر بھیجی، میں اُن سے کمال ناراض ہوں، آج کچھ طبیعت اچھی نہیں ورنہ گرما گرم جواب جاتا۔ والسلام

نواب مرزا داغ، ۲۳ر جولائی ۱۸۸۸ء

---

۳
۵۲

جناب خاں صاحب عنایت و کرم فرما، مجمع محاسنِ فراواں، مصدرِ منت و احساں بہادر حسین خاں صاحب دام عنایتہ، بعد سلام مسنون واضح ہو کہ میں بخیریت و عافیت وارد پٹنہ عظیم آباد ہوا، محلہ گرہٹا مکان سید باقر صاحب میں مقیم ہوں چار روز ہوئے کہ وہ کلکتہ روانہ ہو گئے۔ سید قطب الدین کو اپنے ساتھ لے گئے ہیں یہاں کی آب و ہوا نہایت خراب، گرمی کی نہایت شدت، اہلِ عظیم آباد نے میری اس قدر خاطر و عزت کی ہے جس کی حد نہیں، کلکتے نہیں جانے دیتے، میری طبیعت علیل ہوئی جاتی ہے، اب بھی علیل ہے، سرکار میں خط بھیجا ہے، ان کے جواب کا منتظر ہوں، منشی تیغ بہادر نے جو اپنے اخبار میں دیوان کے آنے کی کیفیت لکھی ہے اس کی نقل جلد بھجوا دو، چھپنے کی جلد کیفیت لکھو، اپنی خیریت سے جلد

آپ آگاہ کریں، سب دوستوں کو سلام پہونچے،

راقم نواب مرزا داغ دہلوی
۷ مئی ۱۸۸۲ء

---

۴
(۵۳)

بندہ پرور!

یہ کس کم بخت کی تمنا ہے کہ ایک شفیق مسافر مہمان کو بلاؤں تو جاؤں، اس خاکسار سے یہ گمان بھی غلط، اگر پیامی نے بیان کیا تو خدا اسے سمجھے، جو اس وقت ہم نشیں ہیں ان کی زبان پر یہ کلمے بلا شبہ آتے ہیں کہ وہیں روک دیا کہ ہم تمہاری چالوں اور اتحاد سے واقف ہیں، ہم خاک پا احباب بے ریا ہیں، البتہ پہلی خبر جو لی کے چلے گئے، یہ شاید تمکنت کی لی ہوگی۔

کئی روز سے آنا چاہتا ہوں، وقت ملنے کا پوچھتا ہوں صاف جواب نہیں ملتا، اب ملاقات سے کیوں کنیاتے ہیں، میں رقیب نہیں ہوں، آپ نے نہ ملکر سراسر خاک میں ملا دیا بلکہ وہ بھی آپ کے شاکی گئے یہ بھی اُن سے معلوم ہوا کہ ایک تصویر ابر رو سیاہ کی اُس نے آپ سے چھین لی، آپ کا کہنا بہت بجا تھا مجھ کو کہو میں آنکھوں سے حاضر ہوں؛ آپ ہرگز تکلیف نہ فرمائیں کہ میرے پاس ہجوم رہتا ہے؛ ایک تازہ شعر لکھتا ہوں ؎

شب ہجراں کے جاگنے والے ایسے سوئے کہ پھر خبر نہ ہوئی

داغ دہلوی

اے میرے چاہنے والے مہربان تیری دل سوزی کے قربان، مثنوی مطبوعہ ضرور خدمت میں پہونچے گی اس کا مزا جس کو ہے اس کو ہے، صاحبان اعتراض کیا جانیں، میں ایسوں سے نہ اُمیدوار ستائش وصلہ نہ اُن سے شکایت وگلہ، افسوس لکھنؤ بھی خالی ہو گیا

اے خدا نا ترس! کبھی تو مژدۂ خیریت سے شاد فرما، داغ کو اس قدر نہ ترسا والسلام

۲۶/ مئی

---

۶
(۵۵)

مُشفقی مکرمی سلمہ اللہ تعالے۔

میں آپ کو نہیں بھولا مگر دو خطوں کا جب جواب نہ ملا تو خاموشی اختیار کی، آپ اُلٹی شکایت کرتے ہیں، قطعۂ تاریخ حالت علالت میں موزوں کر کے پیش کرتا ہوں، بڑھے آدمی کی تصویر نے کیا کردیے، خیر وہ بھی روانہ کرتا ہوں، یہاں راجہ دین دیال مصوّر کا ڈنکا بج رہا ہے ہمیشہ خیریت سے آگاہ فرماتے رہیئے، والسلام

فصیح الملک داغ دہلوی

۲۴/ جون ۱۹۰۲ء روز جمعہ

اس خط کے ذیل میں قطعۂ تاریخ درج تھا جو بجنسہ پیش کیا جاتا ہے۔

### قطعہ تاریخ مثنوی

اے بہادر حسین خاں نوّاب — تو ہے انجم سپہر معنی کا
ہاتھ سے تیری طبع موزوں کے — کھنچ گیا حسن و عشق کا نقشا
کیا فصاحت ہے کیا بلاغت ہے — واہ اس مثنوی کا کیا کہنا
ہر مؤرخ کی اسکے صفحوں پر — خوب تصویر ہو گئی زیبا

داغ نے یہ نئی کہی تاریخ
آب تصویر مثنوی آیا

۷/۵۶

نواب صاحب مصدر عنایت و کرم سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ کا خط آیا، شکر ہے کہ آپ نے میری تاریخ پسند کی، تصویریں دُبلا پا کیا دیکھتے ہو بہ سبب علالت دائی کے اس سے بھی آدھا رہ گیا ہوں، زیادہ کیا لکھوں

فصیح الملک داغ دہلوی، ۱۵ر جولائی ۱۹۰۴ء

## بنام افسوںؔ[1]

۱/۵۷

تو اے کبوتر بام حرم چہ می دانی — تپیدن دل مرغانِ رشتہ برپا را

نظام کی نوکری مشکل ہے، بندگانِ عالی شیر کے شکار میں ہیں، گرمی قیامت

---

[1] اکبر علی خاں نام افسوںؔ تخلص شاہجہانپور کے رہنے والے تھے۔

کی پڑتی ہے، فرصت مرنے کی بھی نہیں، صدہا شکایت نامے آتے ہیں سرکاری کام سے پہلے کوئی کام نہیں ہوسکتا، آپ بگڑے تو یاد رکھیے ؎

ہرچہ از دوست می رسد نیکوست

فصیح الملک داغ دہلوی

---

# بنام آزاد[1]

1
(۵۸)

یاد فرمائے داغ مہجور سلمہ اللہ الغفور

میں حیدرآباد میں بہ اُمید کامیابی پڑا ہوں، انشاءاللہ جلد کامیاب ہونے والا ہوں، مچھلی شہر والے صاحب کا گلدستہ مجھ تک نہیں پہنچا کہ حال معلوم ہو، ہمیشہ کوئی غزل ریاض الاخبار میں نہیں بھیجی جاتی، ان کو بھی شکایت رہتی ہے یہیں کے کام سے فرصت نہیں، تیسرا دیوان مہتاب داغ ناتمام ہے اس کے چھپنے کی خبر غلط۔ فقط والسلام

نواب مرزا داغ عفی عنہ
۲۲ر ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ
(حیدرآباد دکن)

---

[1] شیخ نعیم الحق نام اور آزاد تخلص تھا، ضلع گورکھ پور کے ایک قصبہ شیخو پور کے رہنے والے تھے

۲
۵۹

میرے مہربان!

تمھارا خط ۲۳ نومبر کا آج ۱۰ ر کو پہونچا، میری تنخواہ ابھی جاری نہیں ہوئی اگرچہ مقرر ہو گئی ہے سیلاب نے اس نواح کو بہت تباہ کیا، مجکو بہت خیال تھا، یہاں بفضلہ آب وہوا بہت اچھی رہی، آجکل بھی شدت سے مینھ برس رہا ہے اپنی خیریت ہمیشہ لکھتے رہیئے۔ والسلام

راقم داغ دہلوی

از حیدر آباد دکن۔ محبوب گنج مکان مولوی ظہور علی صاحب وکیل

۳
۶۰

مہربانا!

آپ کے خطوں کا جواب پہلے روانہ ہو چکا ہے۔ اپنے مکان میں دریافت کیجئے، میں بخیر ہوں مگر تنخواہ کا پتہ ہی اب تک نہیں، چار مہینے ہوئے نہایت تکلیف ہے، مسٹر ہنڈ روز صاحب انگریز مصور متخلص بہ مضطر اس نواح کے ہیں، اب وہ کہاں ہیں ان کا پتہ لگائیے گا۔ نواب مرزا داغ دہلوی عفی عنہ ۲۱ اپریل ۱۸۹۱ء

۴
۶۱

میرے کرمفرما!

اپنی بیماری کا حال تفصیل سے نہیں لکھ سکتا بس اتنا سمجھ لو کہ زندگی کے دن

پورے کر رہا ہوں ایک بیماری ہو تو اس کا حال لکھا بھی جائے، وجع مفاصل کا پرانا مریض ہوں، دوران سر کی شکایت اب پیدا ہو گئی ہے، آج کل اسی سے سرگرداں ہوں۔ دعا کرو۔

فصیح الملک داغ دہلوی

---

# خطوط بنام نواب حسن علی خاں امیر

## تعارف

حسن علی خاں نام، امیرؔ[1] تخلص، حیدرآباد کے شرفاء میں شمار ہوتے تھے، ان کے پردادا سید محمد صاحب زمانۂ اورنگ زیب میں حیدرآباد تشریف لائے عالمگیر کی مہربانیاں شامل حال ہوئیں اور صاحب منصب و جاگیر ہو گئے فصیح الملک حضرت داغ جب حیدرآباد

---

[1] مولانا احسن مارہروی نے امیر حسن علی خاں کا تخلص حسن تحریر فرمایا ہے (انشائے داغ صفحہ ۹۸) ممکن ہے کہ پہلے یہ تخلص ہو۔ اپنے استاد کا جو قطعہ تاریخ فرمایا تھا اس میں امیر ہی تخلص باندھا ہے، ملاحظہ ہو۔

فصیح ملک جہاں استاد فرزانہ داغ — چو رخت بردہ بہ ملک بقا بہ حسن یقیں
امیر از پئے تاریخ او بلوح مزار — ندا رسید بگو ختم مرزا داغ بہ ہیں

چل بسے استاد داغ دہلوی — روتے ہیں ان کے سبھی پیر و جواں
اب نظر آتا نہیں ایسا کوئی — اہلِ دل، اہلِ سخن، اہلِ زباں

سالِ رحلت تم یہ کہہ دو اے امیر
مرزا کاش بادشاہِ شاعراں

پہونچے تو جناب امیر بڑے عیش و آرام سے زندگی بسر کر رہے تھے، شاعری کا شوق تھا لہٰذا داغؔ کے شاگرد ہو گئے۔ شاگردی سے زیادہ مضبوط رشتہ دوستی و محبت کا تھا جو اُستاد و شاگرد میں آخر وقت تک قائم رہا، شاگرد کو اُستاد کے خانگی معاملات میں بالکل ایک فرد خاندان کی حیثیت سے دخل تھا۔

سنہ ۱۲۷۰ھ میں پیدا ہوئے، بڑے علم دوست اور زندہ دل تھے، داغؔ صاحب کی اندرون خانہ تمام دلچسپیوں کے رازدار تھے، تمام عمر اُستاد کی خدمت بڑے خلوص و انہماک سے فرمائی، داغؔ کے آخری لمحاتِ عمر تک ساتھ رہے، نواب حسن علی خاں صاحب آمیر نے سال سنہ ۱۹۳۰ء میں انتقال فرمایا۔

آپ کے اخلاف میں آصف الدین صاحب کا نام ملتا ہے جنکے صاحبزادہ کا نام میر یٰسین علی خاں ہے جو علیگڈھ کے گریجویٹ اور ڈاکٹر غلام یزدانی ناظم آثار قدیمہ حیدر آباد دکن کے داماد ہیں۔

---

۱
(۶۲)

نواب صاحب تغافل شعار! کامل ایک ہفتہ کے بعد آپ کا خط ملا، کیفیت معلوم ہوئی، آپ کی اُستانی[1] کا بھی خط ملا، وہ تم سے سخت ناراض ہیں، تمھاری یہ حرکت مجھے بھی پسند نہیں آئی، جلد جایئے اور ان کو راضی کرنے کی کوئی صورت

---

[1] اپنی اہلیہ محترمہ سے مراد ہے۔

نکالئے ورنہ مجھ پر وبال آئے گا، خدا آپ سے جلد ملائے، فکر قرض کھائے جاتا ہے
بچوں کو دُعا۔

فصیح الملک داغ دہلوی۔ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء

۲
(۶۳)

نواب صاحب!

صاحب عالم بہادر کہتے ہیں کہ کل صبح پتنگوں کے پیچ ہیں بغیر نواب صاحب کی تشریف آوری کے کچھ نہیں ہو سکتا، مجکو خبر نہیں تھی کہ پیچ تو وہاں لڑیں گے اور دلوں میں پیچ مجھ سے پڑیں گے، مرد خدا یہ کیا بات ہے آپ نے یک لخت ملاقات کم کر کے کیوں ترک کر دی ہیں نے کوئی بات بغیر آپ کے مشورے کے نہیں کی، مصلحت وقت نہیں چھوڑی جاتی، آپ کو حسب معمول روز آنا چاہیئے۔ ماحضر یہیں تناول فرمانا چاہیئے اور اگر یہاں کھانا کھانا گوارا نہیں تو بہتر ہے نہ کھائیے۔ مجکو غم بھی نہ کھلائیے، آئیے آئیے تشریف لائیے۔

"داغ"

۲۵ جنوری ۱۹۰۲ء (شب)

۳
۶۴

نواب صاحب، آپ تو بیٹھے بٹھائے کلیجے میں نشتر چبھو دیتے ہیں، یہ فقرہ کیوں کر دن روز اور جگر فگار نہ ہو کہ اب مجھے روز کی حاضری سے معاف فرمایا

جائے، مجھ سے جو کچھ ہوا دانستہ نہیں ہوا، حجاب[1] جیسی ہزار ہوں تو تمھارے خلوص، تمھاری محبت پر نثار، تم سے کیا پردہ ہے اور تم سے کیا چھپا ہے، تم اس پرچے کے جواب میں فوراً آؤ اور مجھ سے کچھ سنو فقط

"فصیح الملک"

---

(۶۵)
۴

نواب صاحب مصدر عنایت و کرم و توجہات انم سلمہ اللہ تعالےٰ: آج جمعہ کے دن آپ کا خط آیا: کیمپ حضور نظام کا مقام "ملابارہل" پر ہے جو قریب والکیسر پہاڑ کے ہے چار قدم پر یہاں سے سمندر ہے، یہاں کی آب و ہوا اچھی سنی جاتی ہے اس واسطے یہاں قیام کیا، سرکار بڑی کوٹھی میں ہیں ان سے علاحدہ ہم لوگ خیموں میں ہیں، میر مردان[2] علی صاحب سے میرا سلام کہنا ان کے بچوں کی خیریت لکھنا، راجہ مُرلی[3] منوہر بہادر وہاں پہونچے یا نہیں وہ یہاں خزانچی تھے حضور پرنور نے کئی لاکھ روپیہ کی اشیاء خریدی ہیں، میر[4] صاحب اگر یہاں کی خریدی کی مقدار دریافت کر کے لکھ سکیں تو ضرور مجھے لکھیں، یہاں سے بازار کئی میل ہے، جہاں ہم ہیں سوائے سمندر کے اور کچھ نہیں، رات دن شور۔ سنتے ہیں آپ نے جو ڈویٹ کے واسطے لکھا ہے ایک واقف آدمی مشکل سے پیدا کیا ہے

---

[1] منی بائی حجاب کلکتہ والی

[2] میر مردان علی شاہی ملازمین میں سے تھے اور صدر محاسبی کے ایک عہدہ دار تھے۔

[3] حیدر آباد کے ایک جاگیردار تھے اور ریاست میں صدر محاسبہ کا ڈپٹی جنرل، تھے۔

[4] مراد مردان علی سے ہے۔

اس کے ہاتھ نو نے منگواؤں گا، آپ کی حسب فرمائش ریڈ آری کی کلی لے لی ہے اور دو پٹہ بھی، خدا آپ سے جلد ملائے، طبیعت بہت پریشان ہے وجع مفاصل کی تکلیف ہے، صاحبزادی کی بسم اللہ خوانی میں بسم اللہ کیجیے، اختر اور جلیل کو میری طرف سے دعا کہنا، آزاد صاحب کو سلام، گھر پر پھیرا کرتے رہیئے، برخوردار سید آصف الدین[1] کو اور ان کی والدہ کو میری طرف سے دعا کیجئے، غنے[2] کا رخ لکھنا از جانب کمترین عبدالغنی آداب دست بستہ قبول ہو۔

فصیح الملک داغ دہلوی

۳۰ر جنوری ۱۹۰۳ء جمعہ ۸ بجے شب

کیمپ حضور نظام ملابار ہل

---

۵
(۶۶)

میرے شفیق دردمند نواب میر حسن علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

آپ کا خط آیا مگر وہ خط جس میں تیسری غزل بھیجی ہے اس کی رسید نہیں آئی حجاب کے گھر آپ گئے کیفیت معلوم ہوئی، ان کی گذر یوں تو تھوڑو بہت ہر نہیں ہوگی/ جب وہ میرے مکان میں تھیں تو گیارہ مہینے بنا تی تھیں، مکان دار کو معرفت عبدالحمید بلا کر دریافت کرو کہ تمہارا کیا لینا ہے، اور روشنے کا خذ بناؤ اور نصفت کرا شے پر فیصلہ کرتے ہو اگر لینا ہو تو لو اس سے زیادہ یہاں سے نہیں

---

[1] سید آصف الدین مکتوب الیہ کے فرزند کا نام

[2] داغ صاحب کا ملازم جسے محبوب الاخبار بھی کہتے تھے۔

ملیں گے ورنہ یہ بھی روپیہ تمہارا ڈوب جائے گا، ان کے پاس روپیہ نہیں، سرکار اُن سے ناراض ہیں اُن کی حرکتوں سے ترس کھا کر وہ یہ دیتے ہیں، نصف پر بھی فیصلہ جب ہوگا کہ اُسی وقت اُن کو مکان سے اُٹھا دو اس کا جواب لے کر مجھے لکھیئے، یہاں عنایت الٰہی سے خیریت ہے، آپ میرے گھر پر روز پھیرا کیجئے ورنہ میرا بڑا حرج ہوگا، یہ چوتھی غزل بھیجتا ہوں اگر اس کے کچھ شعر مبیضہ میں ہوں تو اُن کو اُن کے موافق بنا کر مجھے اطلاع دیجئے، یہ غزل پوری ہوگئی، یقین ہے وہ تینوں غزلیں آپ نے نقل کر لی ہوں گی کل جو خط گیا ہے اس کا جواب بھی لکھیئے، گھر میں اور بچوں کو دُعائیں جمالؔ[1] سے معلوم ہوا کہ آپ کی کلی توشہ خانہ میں ہے عبدالعزیز خاں[2] سے نکلوا لیجئے جو کچھ مہاراج[3] بہادر سے اختر[4] کو مدد خرچ ملا ہے مجھکو معلوم ہے بلکہ میں نے مہاراج بہادر کو لکھا بھی تھا اور سعی بھی کی تھی یہ لوگ صاف نہیں ہیں ؎

مجرا نہیں شراب بھی ہے اور بھنگ بھی
یہ آج کل کمانے کے اچھے ہیں ڈھنگ بھی

اختر جان کو یہ شعر بھیجئے۔ شاید کل یہ شعر میں نے مکان پر کسی کو لکھ بھیجا ہے، دریافت کرنا۔

فصیح الملک داغ دہلوی

۳ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء یک شنبہ (کیمپ رسم پیٹ)

[1] جمال داغ کے ملازم خاص تھے۔

[2] عبدالعزیز خاں ملازم داغ تحویلدار و منیجر

[3] مہاراجہ کشن پرشاد شاد مدار المہام شاگرد داغ متوفی ۱۳ مئی ۱۹۴۰ء

[4] اختر جان طوائف

مظہر عنایت و کرم جناب نواب میر حسن علی خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

آپ کا خط بھی آج آیا، یقین ہے آپ کو سراج الدین خاں نے سب حساب سمجھا دیا ہوگا اور آپ مجکو سمجھا دیں گے، خدا کرے تنخواہ مِل جائے، سراج الدین خاں کو جو میں نے خط لکھا ہے آپ بھی دیکھ لیجئے گا، آج حضور زیارت سے مشرف ہوئے ہیں میں بھی ہمراہ تھا نیاز بھی ہو رہی ہے یقین ہوتا ہے کہ سہ شنبہ یا چہارشنبہ کو سواری مبارک وہاں پہونچے میں جس وقت روانہ ہوں گا تار دوں گا میرے آنے تک میرے مکان پر زیادہ قیام فرمائیے برخوردار سید آصف الدین کی نسبت کے باب میں جو آپ نے لکھا ہے مجکو سن کر حیرت ہوئی، میرے آنے تک کوئی جواب نہ دیجئے اگر خدا نے آپ کو اور فرزند دیا یا آصف الدین اپنی زوجہ اور سسرال والوں کے کہنے میں آگر آپ سے خلاف ہو گیا خدانخواستہ کیا آپ بھیک مانگیں گے اکثر میں نے ایسا دیکھا ہے اور میرا تجربہ ہے، یہ جو میرا سوال ہے، آصف الدین کی ماں کو بہنوں کو سنا کر مجھے جواب دو، یہ ہو سکتا ہے کہ تمھاری طرف سے لکھا جائے کہ بعد میرے فلاں فلاں جائداد کا بلا شرکت غیرے آصف الدین مالک ہے، اس امر میں آزاد[1] صاحب سے منشی محمود علی[2] صاحب سے بھی مشورہ لے لیجئے یقین ہے کہ وہ میرے کہنے کو پسند کریں گے، آپ کا تو یہ حال ہے کہ لڑکی کو صاحبِ معاش جان کر پھسل پڑے اپنے نقصان کا خیال

---

[1] عبدالحمید صاحب آزاد حیدرآبادی وکیل و رجسٹرار حیدرآباد دکن۔

[2] محمود علی خاں محمود رامپوری

نہیں میں لڑکی والوں سے خود گفتگو کروں گا جن لوگوں کی تنخواہیں بصیغۂ امانت سراج الدین خاں کے پاس ہے ان سے لے کر فرد بنا کر اپنے پاس رکھئے گا، عبد الحمید[1] کی غرضی کا میں مطلب نہیں سمجھا، میں سب پہرے والوں کو مع جمعدار بدلواؤں گا، جو الدار صاحب تعدادت کو رہتے نہیں، پہرے والے سوتے ہیں۔ برسوں سے یہ حکم ہے کہ بغیر تلاش کسی کو اندر سے باہر نہ جانے دیں، حوالدار سے پوچھو کہ اس کی تعمیل کیوں نہیں ہوئی، میں بخشی صاحب کو یہیں سے لکھتا تھا مگر وہ آکر لکھوں گا، مجکو حوالدار کو اور سپاہیوں کو رکھنا منظور نہیں، زیادہ خیریت سب کو دعا پہونچے، میں جس دن آؤں سبحان[2] خاں بریانی ضرور پکائیں، یقین ہے کہ کوٹھی میں سب فرش ہو گیا ہوگا سراج الدین خاں صاحب نے بیلی ہوتیا جو ہی کے درخت بھی بڑھائے یا فقط انگریزی درخت لگائے، عبد الغنی کا آداب قبول ہو۔

فصیح الملک داغ دہلوی

از گلبرگہ شریف کیمپ شاہی وقت گیارہ بجے شب۔ یکشنبہ

---

(٦٨)

نواب صاحب فضائل شعار سلمہ اللہ تعالےٰ!

تین دن سے خط کا منتظر ہوں، جواب ندارد، لفظی جو شرفاء کے واسطے ہے اس پر خفا ہوئیں[3] میں نے خوب جھاڑا، کچھ روپیہ لڑکی سے لیا، پچاس یہاں سے گئے، آپ سے مانگتی ہیں ذرا ان کو جھاڑ دیجئے گا میں نے جو ان کو خط لکھا ہے وہ

---

[1] عبد الحمید ملازم داغ صاحب [2] سبحان خاں ملازم باورچی خانہ [3] منشی باقی جان

اتنا کے خط میں ہے اس کو اتنا سے لے کر آپ پہونچائیں تو زہے عنایت، ایک غزل ملفوف اور بھیجتا ہوں یہ نہ معلوم ہوسکا کہ پہلی سب غزلیں صحیفہ میں صاف چڑھ گئیں کہ ابھی کوئی باقی ہے، یہاں خیریت ہے، گرمی کی شدت ہے، بچوں کو دعا کہئے۔

فصیح الملک داغ دہلوی ۵ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

---

$\frac{۸}{۶۹}$

نواب صاحب! آج آپ کا پرچہ مرزا سراج الدین خاں کے خط میں ملا۔ غلطی سے دو نو نے پیچھے بھیجے گئے یہ یاد تھا کہ تین نو نے پہلے بھیجے ہیں، آپ کے روپیہ کا خرچ اور فرد خرید کی ملفوف ہے یہاں سے روانگی کی اس وقت تک کوئی خبر نہیں، مجھے درد مفاصل کی از حد تکلیف ہے، برخوردار سید آصف الدین کی نسبت سن کر بہت خوشی ہوئی اللہ مبارک کرے، صاحب عالم[1] بہادر کو آپ لکھئے کہ تنخواہ آپ کی رُک گئی ہے چارہ جوئی کرو ورنہ پچھتاؤ گے، جو کیفیت ہے ان کو لکھ بھیجو ورنہ مناسب ہے کہ برخوردار محمد اسحاق کو لکھو کہ وہ ان کے داماد ہیں آصف الدین کی والدہ کے دوپٹہ آپ نے میرے بڑے مکان سے لئے یا نہیں اور چوڑیوں کا جوڑا ابھی آپ کے واسطے یہاں سے جاکر ہدیہ انشاء اللہ پیش کروں گا منشی محمود علی صاحب کے فرزند کے انتقال کا مجکو نہایت صدمہ ہوا وہ لڑکا میرا بھی پیارا تھا میں نے تعزیت کا تار دے دیا ہے خدا اس کو جنت نصیب کرے اور منشی صاحب

---

[1] مرزا خورشید عالم برادر خورد حضرت داغ

کو سبز تبیل عطا فرمائے، منشی[1] جگناتھ پرشاد سے دریافت کر کے لکھئے کہ بیگم[2] صاحب کے قرضے میں رقم باقی ماندہ کیوں نہیں دی گئی ان کو بھی بہ تاکید لکھا تھا اور مرزا سراج الدین خاں سے بھی حکم کی تعمیل نہ ہوئی تو غضب ہے اگر کوئی مصلحت ہے تو بیان کریں یہ کیفیت مجکو جگناتھ کی عرضی سے آج معلوم ہوئی، رقم باقی ماندہ تو وصول ڈالیں۔ اگر آئندہ مجکو ضرورت ہوگی تو وہ حساب جداگانہ ہوگا، مجکو فکر قرض کھائے جاتا ہے پھر اب پانچ نیمنے چڑھ جائیں گے، کبوتر کم اڑائیے میرے کام میں مصروف رہیئے ورنہ مجکو ازحد شکایت ہوگی، سب کو دعا کہیئے۔ عبدالحق تسلیم عرض کرتے ہیں یہ ٹوئٹ (ٹوئڈ) تحفہ وہاں سے بہت کم داموں میں یہاں ملا ہے

فصیح الملک داغ دہلوی

ممبئی۔ ۱۵ر فروری ۱۹۰۳ء

---

۹
۶۰

نواب صاحب اسلام

میں خیر کا طالب ہوں، ہرج کار منظور نہیں، مرمت کی کیا صورت ہوئی اس بارش میں مشکل ہے، بی حجاب کل سے وارد ہیں اور آپ کی مشتاق، اُن کا مکان گرا، جان بچ گئی، اس کی مرمت ہو رہی ہے، یہاں تو کہیں ٹھکانا نہیں۔ زیادہ نیاز۔ فصیح الملک داغ دہلی ۸ر جمادی الاول ۱۳۲۱ھ ۱۹۰۳ء یکشنبہ (حیدرآباد)

---

[1] منشی جگناتھ پرشاد حضرت داغ کے کارندہ تھے اور لین دین بھی کرتے تھے۔

[2] بیگم صاحبہ سے مراد لاڈلی بیگم والدہ ناصرالدین خاں ہیں۔

۱۰
۷۱

نواب صاحب مکرم سلمہ اللہ تعالےٰ!

حجاب کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں، حالانکہ ان کی یہ ایسی ضروریات جب عزدانکے یہاں نہیں تھے تو اچھی طرح پوری ہو جاتی تھیں، آئے دن سرگراں رہتی ہیں، وہ ہنسی دل لگی وہ ٹھٹول سب غائب اکثر معمولی باتوں پر خلاف اور جھگڑا کر بیٹھتی ہیں، آپ سے بارہا گزارش کر چکا ہوں کہ آپ ہی انھیں سمجھائیں میری عمر کا تقاضا نہیں کہ ان کی اس تلون مزاجی کا متحمل ہو سکوں، پھر جہاں تک ہو سکتا ہے سہے جاتا ہوں، آپ ان کے اور میرے حالات پر پوری نظر رکھتے ہیں کچھ تو سوچئے، فکر کر کے مجھے بتائیے کل اختر جان کے باب میں دیر تک جھگڑا کرتی رہیں۔ گانا سننے کا نہ صرف مجھے شوق ہے بلکہ موسیقی کا دیوانہ ہوں ان ناچاقیوں میں میری یہ خواہش کیسے پوری ہو، میں آپ کا منتظر ہوں، سواری بھیجتا ہوں جلد تشریف لائیے ؂

الٰہی تو نے حسینوں کو کیوں کیا پیدا	کچھ انکی ذات سے دنیا کا انتظام نہیں

فصیح الملک داغ دہلوی

(کوٹھی ترپ بازار، حیدرآباد دکن)

---

۱۱
۷۲

نواب صاحب بہادر!

بی حجاب کو اصرار ہے کہ اختر جان کو علیٰحدہ کر دوں اور اگر گانا سنوں تو کبھی

کبھی کسی کو طلب کر کے دل بہلایا کیا دل، اختر جان[1] کو ایک بڑی رقم پر ملازم نہ رکھا جائے اور اگر رکھا جائے تو پابند نہ کیا جائے، فرمایئے اس ضد اور تریاہٹ کا کوئی علاج ہے، آج دو تین روز سمجھاتے ہو گئے لیکن وہ ادا دے اور زبان میں ایسی پختہ ہیں کہ ذرا جنبش نہیں، جس روز سے یہ جھگڑا کھڑا کیا ہے مجھے گانا سننے کو نہیں ملا ہے دل کی عجیب حالت ہے کوئی عذر کر کے آپ کے یہاں آتا ہوں اختر جان کو بلایا ہے وہ عجب کیا کہ مجھ سے پہلے پہونچیں، گانے کا بندوبست آپکے یہاں ہوگا اور آپ سے مشورہ بھی کرنا ہے۔

"فصیح الملک"

---

$\frac{12}{47}$

نواب صاحب زاد لطفہ،

آپ کو کچھ خبر بھی ہے، ہاں خبر ہو تو کیوں کر آپ، تو معشوق کی طرح تغافل کی

---

[1] اختر جان، سورت کی رہنے والی تھی، ایک نو عمر اور حسین طوائف تھی، دو سو روپیہ ماہوار پر داغ کے یہاں ملازم تھی سال ڈیڑھ سال تک داغ صاحب کی ملازمت میں رہی ایک لکھنوی سشن جج اسپر فریفتہ ہوئے داغ کی وجہ سے کھل کر عشق ممکن نہ تھا چپکے چپکے ڈورے ڈالے اور اختر جان کو نکلانے میں کامیاب ہو گئے اختر جان کچھ روز بمبئی رہی اس کے بعد پھر حیدرآباد آگئی، ایک روز یکایک داغ صاحب کو اختر کی یاد آئی، بلوایا نہیں آئی، داغ صاحب کے دل میں اختر سے ملاقات کا اشتیاق بڑھا اور اُداس رہنے لگے، داغ کے ان حالات کی اطلاع مہاراجہ کشن پرشاد صاحب شاد کو ہوئی۔ وہ داغ کے شیدائی تھے کسی نہ کسی طرح اختر کو سمجھا کر دوبارہ ملازم کرا دیا اور اپنے پاس سے سو روپیہ ماہوار بھی دینا شروع کر دئے، یہ واقعہ حضرت داغ کے انتقال سے دو پونے دو سال پہلے کا ہے۔ اختر جان داغ کے انتقال کے بعد حیدرآباد ہی میں رہی اور وہیں اس نے انتقال کیا۔

گود میں کھیل رہے ہیں، لیجئے میں بتائے دیتا ہوں کہ حجاب آج دو روز سے روٹھی بیٹھی ہیں، اپنے متعلقین کو بلانے کے لئے مصر ہیں، میں نے مذاق میں انکار کر دیا اس سے ان کی دل شکنی ہوئی اور یہ سارا فساد اُٹھ کھڑا ہوا آپ ہی انھیں سمجھائیں تو سمجھیں، آج چار روز سے آپ آئے بھی نہیں، میں برابر منتظر رہا، پرچہ دیکھتے ہی آیئے اور میری مدد فرمایئے، میں لاکھ سمجھاتا ہوں کہ یہ محض مذاق تھا تم اپنے متعلقین کو خوشی سے بلا سکتی ہو، میرے گھر میں تو اتنی گنجایش نہیں، البتہ مکان کرایہ پر لے کر انھیں رکھا جا سکتا ہے، اب آپ تشریف لائیں تو سب باتیں طے ہوں وہ آپ کے آنے پر ہی شاید راضی ہوں گی۔

فصیح الملک

---

۱۳
۶۴

جناب نواب صاحب!

دو تیتر آئے ہیں، بڑا تیتر اچھا معلوم ہوتا ہے، دوسرا تیتر بچہ ہے، اس کے پر بھی کتر سے ہوئے ہیں، برس دن کے بعد وہ کام کا ہوگا، اس کو لینا منظور نہیں مگر یاد وہ بڑے تیتر کے ساتھ دینی منظور کی ہے پچاس روپیہ قیمت مانگتے ہیں اور یہ ایک بات ہے مگر آپ اگر کچھ کم کر سے تو لے لیں تو بہتر ہے ورنہ اپنے پاس سے پچاس روپیہ دے کر تیتر کا جوڑا لے کر میرے پاس بھیج دیجئے یہاں آپ کا روپیہ دے دوں گا۔ فقط

فصیح الملک داغ دہلوی ۲۳ شوال ۱۳۲۲ھ روز شنبہ
۱۹۰۴ء

١٤
٦٥

نواب صاحب!

آپ جب چھپ کے بیٹھ گئے ہیں تو میں آپ کو سناؤں گا، جبھی اُٹھیے، صاحب عالم کا تار اورنگ آباد سے آگیا ہے وہ آرہے ہیں ان کے قیام اور سکونت کے متعلق آپ سے مشورہ کرنا ہے سواری کو گھوڑا دم سے نہیں بچھا بچھکا کرایہ کر کے جلد تشریف لائیے،

فصیح الملک داغ دہلوی

---

١٥
٦٦

جناب نواب صاحب مصدر اخلاق فراواں میر حسن علیخاں سلمہ اللہ تعالےٰ!

یہ رقعہ ایک خاص معاملے میں آپ کو لکھا جاتا ہے جس کی طرف آپ کو توجہ بھی خاص طور سے کرنی چاہیئے آپ کو معلوم ہے کہ مولوی سید افتخار عالم صاحب میرے دلی اور مخلص دوست جو ایک نہایت لائق و شریف اور ہر طرح قابل اعتماد شخص ہیں ان کی ملازمت کا کوئی انتظام میں چاہتا ہوں کہ ہو جائے، میری رائے میں مناسب یہ ہے کہ آپ اور جناب مردان علی صاحب عالی جناب شمس[1] الملک بہادر سے مولوی سید افتخار عالم صاحب کو ملا دیجئے اور بالمشافہ میری طرف سے عرض

---

[1] نواب شمس الملک کا جنگی خطاب ظفر جنگ بھی تھا، نظام حیدرآباد کے خالہ زاد بھائی تھے اور امیر پائگاہ تھے اور اس زمانے میں وزیر یعنی مدار المہام تھے جرات عالی دماغ مخیر اور علم دوست امیر تھے۔ داغ سے بھی مراسم خاص تھے۔ داغ کی وفات کے کچھ ہی دن بعد انھوں نے بھی وفات پائی۔

کیجئے کہ مجکو جناب ممدوح کے اشفاق و الطاف سے اُمید ہے کہ وہ کوئی نہ کوئی انتظام فرماویں گے۔ یقین ہے کہ سردست بھی کوئی موقع ہوگا اور نہ ہو تو آئندہ ایسے مواقع بہت پیش آئیں گے میں اس کی بھی اُمید رکھتا ہوں کہ مولوی افتخار عالم صاحب اپنی لیاقت و کارگزاری و دیانت و وفاداری سے ایسی خدمات نمایاں انجام دیں گے کہ جناب نواب صاحب ممدوح ان سے نہایت رضامند اور خوش ہوں گے، ایسے لوگوں کا سلسلۂ ملازمت میں داخل ہونا خود سرکاری مقاصد کے لئے نہایت مفید ہے، سید افتخار عالم صاحب علاوہ اُردو فارسی کے انگریزی بھی بقدر ضرورت جانتے ہیں۔ میرے تجربے کا نتیجہ یہ ہے کہ دُنیا میں سب چیزیں ملتی ہیں مگر آدمی لائق بہت کم ملتا ہے، جس کو مل جائے اس کی خوش نصیبی ہے اور لیاقت بغیر امتحان کے معلوم نہیں ہوسکتی اور امتحان بغیر پاس رکھے ہوئے نہیں ہوسکتا۔ فقط

فصیح الملک داغ دہلوی، فروری ۱۹۰۲ء

---

# خطوط بنام سید افتخار عالم صاحب آزاد مارہروی

"تعارف"

مارہرہ کے مشہور خاندانِ سادات سے تھے، مولانا احسن مارہروی کے خاندانی رشتے سے چچا ہوتے تھے۔ احسن صاحب کے ساتھ ہی حیدرآباد جناب داغ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیض

اُٹھایا، شعر بہت کم کہتے تھے، نثر سے بہت لگاؤ تھا، علوم مشرقیہ میں کامل اور اک حاصل تھا آپ کی معنوی یادگاریں متعدد تصانیف طبع و شائع ہو چکی ہیں جن میں "حیات النذیر" کو خاص درجہ حاصل ہے، مولوی نذیر احمد صاحب کی یہ سوانح عمری ایک ایسے جامع و مانع انداز میں مرتب کی گئی ہے کہ اس کی اشاعت کے بعد چھپنے والی تمام سوانح عمریاں اسی اصول پر شائع ہوئیں، آزاد صاحب آخر عمر میں "حضرت امیر خسرو" کی لائف ترتیب دے رہے تھے لیکن اپنی عادت کے مطابق تلاش و تحقیق کو اس قدر پھیلا دے ڈالا کہ امیر خسرو سے متعلق معلومات کا دفتر جمع ہو گیا اور یادداشتوں کے صدہا مسودے تیار ہو گئے مگر افسوس ان یادداشتوں کی مدد سے اصل کتاب کی ترتیب نہ شروع ہونے پائی تھی کہ آزاد صاحب کا انتقال ہو گیا، آزاد صاحب بڑے نکتہ ور اور نرالی اُپج کے آدمی تھے دورانِ قیام حیدرآباد انھوں نے ایک روزنامچہ لکھنا شروع کیا جس میں داغ کی صحبت میں رہ کر روزانہ جو باتیں دیکھتے اور سنتے من و عن درج کر دیتے تھے، اس روزنامچہ کا مسودہ بھی بڑی مفید اور کارآمد باتوں پر مشتمل[1] ہے، آپ کی صلبی یادگار میں سید سرور عالم صاحب موجود ہیں جن کو بحیثیت شاعر

---

[1] اس روزنامچے کے چند ورق اگست ۱۹۴۲ء کے نگار میں شایع کرا چکا ہوں، مکمل روزنامچہ زیر ترتیب ہے حالات نے مساعدت کی تو وہ بھی جلد شائع ہوگا۔

۵ سوامی مارہروی ۵ کے نام سے شہرت حاصل ہے، ۱۹۲۲ء میں افتخار
عالم صاحب نے انتقال فرمایا۔

---

۱
۷۷

افتخار عالم صاحب سلمہ اللہ تعالے!

سید علی احسن صاحب کا قرآن ختم ہوا کہ نہیں میں نے سنا کہ وہ منزل بھول گئے خدا کرے کہ وہ منزل نہ بھولیں، کب تشریف لائیں گے، فصیح اللغات کا کیا انتظام ہوا، بدنام کنندۂ نکو نامے چند، عبدالغنی خاں کہتے ہیں کہ میرا روپیہ جو نہیں بھیجتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے، وہ بار بار لکھتے ہیں مگر احسن صاحب جواب نہیں دیتے، ایسی بھی کیا ناداری کی یہ قلیل رقم بھی نہیں ہوتی، خدا نہ کرے کہ کسی کا اعتبار جاتا رہے، فصیح اللغات کے بارے میں بہت بدنام ہوئے، آپ انکو سمجھائیے، مقدمے میں، بھی انھیں کامیابی میری دانست میں نہیں ہوئی، اُن کو مناسب ہے کہ یہاں آکر جس قدر چھپ گیا ہے، جن کا روپیہ پیشگی پہونچا ہے ان کی تسلی کے واسطے کلام مطبوعہ بھیجنا چاہیئے، ان کے بچے کو میری طرف سے دُعا کہنا، اور تمھارے بچوں کو میری طرف سے دُعا، سب اعزاء اور احباب کی طرف سے سلام۔

لفظ پھنسا بغیر نون کے صحیح ہے چنانچہ میں نے بھی یہی کیا ہے، رند کے شعر سند میں لکھتا ہوں:۔

غیبت بے یار مجکو ہستے ہیں      شہر ویراں اُوجاڑ بستے ہیں

کئی دن سے ہے گھات میں صیاد عندلیب آج کل میں

اُستاد ذوق فرماتے ہیں سہ

ہوں یہ لاغر جھک کے قامت ایک خس کے بوجھ سے
جوں کبادہ لچکے ہے پائے مگس کے بوجھ سے
نکلے دُنیا سے کہاں احمق اُٹھا کر بارِ حرص
رہ گیا یہ تو گدھا دَل دَل میں پھنس کر بوجھ سے

اُستاد میر فرماتے ہیں:۔

ایکے بھی سیرِ باغ کی دل میں ہوس رہے اپنی جگہ بہار میں کُنجِ قفس
دیوانگی کہاں کہ گریباں سے تنگ ہوں گردن مرے ہی طوق میں گویا کہ پھنس

بہادر شاہ ظفر فرماتے ہیں سہ

مرغِ اسیر چھوٹ گئے گر قفس سے دس صیاد تیرے دام میں اور آئے پھنس

فصیح الملک داغ دہلوی
(حیدر آباد دکن)

---

۲
۸۷

سید افتخار عالم صاحب، وعلیکم السلام

آپ کا خط آیا میں بہ سبب علالت کے حضور بندگانِ عالی دام اقبالہ
ہم رکاب بمبئی نہ جا سکا شعر کہنا کیسا ہاں گلدستہ معیار الانشاء کے مالک ہر وقت
سر پہ چڑھے رہتے ہیں، سید احسن صاحب کو میری طرف سے سلام کہنا اور

آپ کسی قسم کا انفعال نہ فرمائیں، اور دیکھئے ہی اس خط کے تشریف ملے آپ کے
جس قدر بدنامی ہے اس کا سبب آپ کی تاخیر ہے، و یکھتے ہی اس خط کے انکو
روانہ کیجئے، صاحب مطبع برسر فساد ہے، سب کی طرف سے سلام اپنی معاش کا
حال آپ نے نہیں لکھا مفصل لکھیئے، والسلام

فصیح الملک داغ دہلوی
حیدرآباد دکن

---

۳
۷۹

جناب افتخار عالم صاحب، السلام علیکم!

آپ کا خط ملا، آپ کی بھیجی ہوئی تاریخ انگریزی حضور پرنور کی خدمت میں گزار چکا ہوں، ممدوح نے اُسے ملاحظ فرماکر آپ کے ذہن رسا کی بہت تعریف کی۔ آپ کا یہاں ہونا کچھ کام بناتا، دیکھیئے کیا ظہور میں آتا ہے، آپ سید. اسن کو یہاں سمجھا کر بھیجئے، مارہرہ قصبہ ہی تو ہے وہاں رہ کر کیا زبان کی خدمت ہو سکتی ہے، انھوں نے رسالہ نکالا کتنا فائدہ اور فروغ ہوا، جائداد بھی قرضے میں پھنس گئی جو زندگی کی کفیل ہوتی وہ انھوں نے اپنے شوق کے نذر کر دی جس میں زیاں ہی زیاں ہے البتہ وہ اگر حیدرآباد ہوتے اور جس کام میں لگے ہوتے ہیں اسے ہی شوق و انہماک سے کرتے نہ قرض کا بار ہوتا نہ آیندہ کی فکر ہوتی بلکہ کچھ لِ ہی رہتا، اب بھی اگر آجائیں تو سب ٹھیک ہو جائے، آپ پوچھئے تو مجھے ان کے ارادے سے مطلع فرمایئے آپ کا شغل کیا ہے، بچوں کو دعا.

پرسانِ حال کو سلام

فصیح الملک داغ دہلوی (حیدر آباد)

---

۴
۸۰

سید افتخار عالم صاحب، السلام علیکم

مجھے اعتراف ہے کہ آپ لوگوں نے کچھ عرصے میرے پاس رہ کر مجھ سے کچھ حاصل کیا، میرے ان شاگردوں کے مقابلے میں جو باہر سے آکر میرے پاس مقیم رہے احسن صاحب کو اُن سب میں ہونہار اور مخلص پایا، میری دلی خواہش تھی کہ وہ جتنے عرصے ممکن ہو سکتا میرے پاس رہ کر کچھ مفید کام کرتے لیکن افسوس حالات ان کے گھر کے اس کی اجازت نہیں دیتے وہ اپنے گھر رہ کر جو کچھ کر رہے ہیں وہی مناسب ہے لیکن فصیح اللغات کا تکملہ مشکل نظر آتا ہے میں کسی اور سے ہرگز یہ کام لینا نہیں چاہتا اور نہ کسی اور میں یہ شوق و ولولہ پاتا ہوں آپ کا بھیجا ہوا پہلا خط بھی وصول ہو گیا تھا جس کی رسید دے چکا ہوں، زیادہ کیا لکھوں، بچوں کو دُعا، احسن صاحب کہاں ہیں، ادھر کچھ روز سے خط نہیں آیا، فقط۔

فصیح الملک داغ دہلوی، (حیدر آباد)

---

۵
۸۱

مولوی افتخار عالم صاحب! السلام علیکم

آپ سنئے ہیں، میرے لئے دعا کیجئے، آخر وقت ہے، نہیں معلوم کس وقت

جان تن کا ساتھ چھوڑ دے پندرہ دن سے صاحبِ فراش ہوں، نواب میر حسن علی خاں فرماتے تھے کہ آپ کا خط دریافت خیریت میں آیا ہے، لہذا یہ چند سطور آپ کی تسلی کے لئے لکھوا رہا ہوں

احسن صاحب کے بھی کئی خط آچکے ہیں اور غزل بھی، زندہ رہا تو جواب ان کو بھی جداگانہ لکھوں گا غزل دیکھنے کا کسے ہوش ہے، بغیرِ اصلاح غزل واپس کرنے کو دل نہ چاہا، محفوظ رکھ لی ہے، آپ فرمادیں کہ انشاء اللہ بعد اصلاح ضرور پہونچے گی، آپ نے اپنا حال نہ لکھا، آپ سے قابل و خائق کا مجھے بہت خیال رہتا ہے، خدا آپ کو خوش رکھے، بچوں کو دعا فقط

فصیح الملک داغ دہلوی، ۲۰ر دسمبر ۱۹۰۴ء

# خط بنام "ابوالحسن پسر نوح ناروی"

## ۱/۸۲

برخوردار نورِ چشم راحت جان سلمہ اللہ تعالےٰ!

دُعائے ترقی عمر و دولت و اقبال کے بعد دعا نگار ہوں، تمھارے والد ماجد[1] کے یہاں آنے سے مجھے ایسی خوشی ہوئی جیسے اپنے بچھڑے ہوئے فرزند

---

[1] مراد نوح صاحب ناروی سے ہے، نوح صاحب نارہ ضلع الہ آباد کے رہنے والے ہیں ۱۸۷۹ء میں پیدا ہوئے، داغ کے شاگردوں میں اس وقت چند باقی رہ گئے ہیں ان میں ایک نوح صاحب بھی ہیں، نوح صاحب نے بھی کچھ عرصے حیدرآباد رہ کر استفادہ فرمایا ہے، ہندوستان گیر شہرت کے حامل ہیں۔ سنا ہے اب اس آخر عمر میں آپ بینائی سے معذور ہو گئے ہیں، آپ کے مجموعۂ کلام میں سفینۂ نوح، طوفان نوح اور اعجاز نوح شائع ہو چکے ہیں۔

سے ملنے سے ہوتی ہے مگر ایک بات سے سخت حیرت ہے کہ وہ اپنی اشتہا وہاں فروخت
کر آئے ہیں یا گروی کر آئے ہیں یا خیرات ، میں نے جو امتحان کیا تو مینا سے بھی اد
کم کھاتے ہیں، نہیں معلوم کہ میرے گھر کا کھانا انھیں پسند نہیں آتا یا بھوک ہی گھٹ گئی
ہے یا نارہ واسے سب اتنا ہی کھاتے ہیں، اگر یہ کہتا ہوں کہ کچھ فرمائش کرو تو د
نہیں سنتے تم صاف صاف لکھو وہاں ان کو کون سا کھانا پسند تھا کون سی چیز مرغوب
تھی، یہاں بھی وہی پکوایا جائے، تمکین کون سا کھانا پسند ہے اور شیریں کون س
میرا قصد مصمم ہے کہ جب میں اجمیر شریف کی زیارت کو جاؤں گا تو نارہ میں بھی
تمھیں دیکھنے آؤں گا مگر بے خبر آؤں گا اور فوراً تمھیں دیکھ کر اسی وقت اور اسی
دن واپس آؤں گا۔

بیٹا، روپیہ یوں ہی جمع ہوتا ہے کہ تمام گھر باؤ بھرو[1] کا کھا لیا کرے، میں نارہ
میں زیادہ اس واسطے نہیں ٹھہرنے کا کہ میرا کھانا دیکھ کر وہاں کے لوگ مجھے کھا
جائیں گے میرے ساتھ سات آٹھ آدمی ہوں گے، اپنی خیریت سے اطلاع دو۔
اپنی بہن کو بہت بہت دعا کہنا، تمھارے والد بفضلہ خیریت سے ہیں، اس کا جواب
کسی سے لکھوا کر بھجواؤ، زیادہ دعا۔

فصیح الملک داغ دہلوی
۱۴ ستمبر ۱۹۰۲ء
(حیدرآباد دکن)

---

[1] جس وقت یہ خط لکھا تھا ارح صاحب کا یہ بچہ خرد سال تھا نو عمری میں یہ بچہ فوت ہو گیا۔

# خط بنام مرزا امام علی افسوس

## ۸۳

مرزا صاحب[1]! میرا حال آلان کما کان ہے اللہ رحم کرے، جنم پترہ و خط پہونچا، تمھارے پنڈت نے کیا جواب دیا۔ ایک معیبت[2] نامہ روانہ کر چکا ہوں، خدا جانے گھر پر کیا گزری۔

"داغ"

۲۲ جون ۱۸۹۰ء

# خطوط بنام سید قطب الدین اشک جلیسری

"تعارف"

جلیسر ضلع ایٹہ کے قدیم باشندے تھے، اپنے کو دہلوی لکھتے تھے۔ والد کا نام سید علیم الدین تھا، سادات حسینی سید میر ہاشم فارسی کی اولاد سے تھے، مرزا داغ کے دورِ اوّل کے شاگرد تھے، بہت بے تکلف اور راز دار شاگرد تھے بلکہ بعض حالات میں دوست کا درجہ رکھتے تھے، مثنوی فریادِ داغ سے بھی وابستگی تھی، داغ نے ایک شعر میں ذکر کیا ہے ؎

میرے ہمراہ میر قطب الدیں   اشک ریزاں بہ حالتِ غمگیں

[1] مرزا امام علی بیگ افسوس کا قیام سید آباد ضلع متھرا میں کنور اعتماد علی خاں صاحب رئیس کے یہاں تھا میولی تحصیل جلیسر ضلع ایٹہ کے رہنے والے تھے اور نواب کے شاگرد تھے۔
[2] یہ اشارہ اس خط کی طرف ہے جو کنور اعتماد علی خاں کو داغ نے لکھا تھا اور جس میں کچھ روپیہ طلب کیا تھا۔

۱
۸۴

محبِ دل نواز سلمہ اللہ تعالےٰ!

جس کافرادا[1] کا تم نے ذکر کیا ہے اس سے ملاقات کیسے ہو، سعد آباد سے جلیسر قریب ہے لیکن سعد آباد تک کیوں کر پہونچا جائے، مجھے مرنے کی بھی فرصت نہیں ایک ہفتہ سے اعلیٰ حضرت کے ہم رکاب ہوں، جنگل میں منگل ہے، حضور عالی درندوں کے شکار میں مصروف ہیں، روز دو چار وحشی شکار ہوتے ہیں، شکار کے عجب عجیب اہتمام ہوتے ہیں، ہمیں تو حضور کی دل چسپی سے دل چسپی ہے ورنہ جو خود شکار ہو اُسے دوسرے کے شکار ہونے میں کیا لطف آسکتا ہے، اگر آپ سے ہو سکے تو اس فسوں گر کا فوٹو اُتروائیے اور مجھے بھیجئے۔ وہ کس رئیس سے متعلق ہے یہ آپ نے نہ لکھا میں اس کافرادا کے تفصیلی حالات کا جویا ہوں، آپ ضرور لکھیں آپ نے جو سراپا کھینچا ہے دل میں اُس نے عجب شوق پیدا کر دیا ہے حسن و جمال اور موسیقی میں بے مثال بہت کم ملتے ہیں، ایسی صورتیں شہروں میں تو ممکن ہیں، آپ نے تو ایک گاؤں ساکن لکھا ہے، آخر وہاں رہ کر یہ خوبیاں کیوں کر پیدا ہوئیں، مفصل لکھیں تو پتہ چلے، میں جلد حیدر آباد پہونچا چاہتا ہوں

فصیح الملک داغ دہلوی، ۱۲ر ستمبر ۱۸۹۹ء

---

۲
۸۵

محب صادق، سلام و شوق! پرانا قرعہ ذرا سی بے اعتدالی اور معمولی

---

[1] جلیسر کے قرب و جوار کی کسی طوائف کا ذکر ہے۔

سی تجسس سے ناگہاں پھٹ گیا، پانچ روز تک خون جاری رہا، بیشتر حصہ غشی میں گذرا، جب ذرا ہوش آیا، چیخنا، چلّانا اور سر پیٹنا کوئی دو ااٹھا نہ رہی مگر کوئی سود مند نہ ہوئی، کئی دن سے ایک پرانے تجربہ کار ڈاکٹر کا نسخہ اب تک پی رہا ہوں، کہہ سکتا ہوں کہ اس علاج نے غیر قابل قیاس نفع کیا گو ابھی خلش موجود ہے تاہم مرض مغلوب ہو کر نیست نابود ہوا جاتا ہے یہ درد و آلام تھے جنھوں نے آپ کے خط کی جواب نگاری سے روک رکھا تھا، معاف فرمایئے، غزلیں آپ کی آئی ہوئی محفوظ ہیں، ہوش درست ہولیں تو ادھر متوجہ ہوں، جب تک یہ غزلیں بعد اصلاح نہ پہونچیں، دوسری نہ بھیجئے گا۔ فقط

فصیح الملک داغ دہلوی (حیدر آباد دکن)

---

# خطوط بنام سید معشوق حسن اظہر

۱/۸۹

سید[۱] صاحب!

دو مہینے سے بیمار جاں بلب تھا: اب نزلے میں مبتلا ہوں۔ مگر علیل ہوں دوران سر سے عاجز ہوں، صاحبانِ مطبع کی اطلاع ہے کہ دیوان رجسٹر ہو گئے ہیں،

فصیح الملک داغ دہلوی

۲۷ جون ۱۸۹۸ء

---

[۱] سید معشوق حسن ساکن رامپور ضلع میرٹھ۔ اظہر تخلص کرتے تھے۔

۸۷/۲

مہربان من!

اول آپ تعداد لکھئے کہ میری کتنی غزلوں کی نقل آپ کو چاہیئے ہیں۔

فصیح الملک داغ دہلوی

۱۵ر ذی قعدہ ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء

# بنام انور علی[۱]

## ۸۸

جناب من!

آپ کی فرمائش نے مجھے ممنون فرمایا، اللہ توفیق دے تو اس ثواب سے بہرہ یاب ہوں نہایت عدیم الفرصت ہوں، طبیعت میں اس رنگ کی بہار سمائی کہ داغ بھی کچھ گل کھلائے، خزاں رسیدہ ہوں کچھ لکھ نہیں سکتا، کچھ کہہ نہیں سکتا۔

آپ کا۔ داغ

# خط بنام ابراہیم علی[۲]

## ۸۹

نواب صاحب والاشان، الطاف نشان میر ابراہیم علی خاں صاحب بہادر سلامت! بعد سلام واضح ہو کہ میں رام پور میں نہ تھا بہ سبب علالت

---

۱؎ منشی انور علی صاحب ساکن اودے پور میواڑ۔ ۲؎ پورا نام میر ابراہیم علی خاں تھا۔ بڑودے کے نواب گھرانے سے تھے

رقعہ تہنیت برخورداران آیا، میں علی گڈھ میں تھا کہ نواب خلد آشیاں نے انتقال فرمایا، مٹی دینی بھی میسر نہیں ہوئی، تقدیر نے ۲۲ برس کے بعد کس وقت جدا کیا، یہاں انقلاب عظیم ہے، رئیس نیا، اہلکار نئے ہونے جاتے ہیں میں اب بھی سخت علیل ہوں دُعا دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ آپ کو یہ شادی مبارک کرے اور آپ میرے حق میں دعا کریں کہ آفات معاندین سے خدا محفوظ رکھے اور صحت عطا فرمائے زیادہ نیاز

راقم۔ داغ، ۱۰ اپریل ۱۸۸۷ء

# خطوط بنام امیر مینائی

## "تعارف"

امیر احمد نام امیر تخلص، ملک کی مشہور شخصیت تھی، والد کا نام مولوی کرم احمد صاحب تھا، لکھنؤ کے باشندے حضرت مخدوم شاہ مینا سے سلسلۂ نسب ملتا تھا اس لئے نام کے ساتھ مینائی لکھتے تھے۔ ۱۶ شعبان ۱۲۴۳ھ کو پیدا ہوئے مظفر علی خاں اسیر لکھنوی سے مشورہ کرتے تھے، ۱۲۶۹ھ میں واجد علی شاہ سے وابستہ ہوئے غدر کے بعد ۱۲۷۰ھ میں رام پور چلے گئے اور نواب یوسف علی خاں سے وابستہ ہو گئے اور نواب کلب علی خاں کی وفات تک ریاست رام پور سے وابستہ رہے، تقریباً ۴۲ سال رام پور رہے،

جنرل اعظم الدین خاں آپ کے قدردان خاص تھے، ان کے قتل کے بعد رام پور کی سکونت ترک کر دی ۱۹۰۰ء کے آغاز میں حیدرآباد پہونچے اس سے قبل بنارس میں جناب داغ نے نظام حیدرآباد کی خدمت میں باریاب کرایا آئندہ کی اُمید امیر کو حیدرآباد لے گئیں اور حیدرآباد میں ہی چند ماہ مرض ذیابطیس میں مبتلا رہ کر ۹ رجمادی الاولی ۱۳۱۸ھ میں وفات پائی، داغ کے نہ صرف ہم عصر تھے بلکہ مخلص احباب میں سے تھے تمام عمر داغ سے یگانگت و محبت قائم رکھی اور یہ دونوں ایک دوسرے کے کمالات کے معترف رہے، لوگوں نے بہت چاہا کہ ان میں اختلاف و شکر رنجی پیدا ہو لیکن امیر و داغ کے رواداری اصول ہمیشہ آڑے آئے اور ان دونوں بے مثال و باکمال شعراء میں اختلاف پیدا نہ ہو سکا

امیر کے تلامذہ کی تعداد داغ کی طرح بے شمار ہے انمیں سے اختر مینائی، جلیل مانک پوری، ریاض خیرآبادی، پنڈت رتن ناتھ سرشار، حکیم ضمیر الحسن صاحب دل شاہجہانپوری اور مظفر خیرآبادی[1] بہت مشہور ہیں۔

(۹۰)
۱

میرے دل کو تسلی دینے والے سلامت رہو، تعزیت نامہ آیا اور ھی مجھکو

---

[1] تذکرہ گل رعنا صفحہ ۲۹۴ پر انھیں امیر کا شاگرد لکھا ہے لیکن مخمور کے داغ نمبر میں پروفیسر نفیس سندیلوی نے صفحہ ۵۶ پر انھیں امیر کے شاگردوں میں شمار فرمایا ہے، حالانکہ جناب امیر خود مظفر علی اسیر کے شاگرد تھے۔ (گل رعنا صفحہ ۲۹۹)

ایک طوفان ہے غمِ ہجر میں رونا کیا ہے
نہیں معلوم کہ انجام کو ہونا کیا ہے

تمام عمر کا رفیق اور عاشقِ زار مجھ سے چھوٹ گیا، کس سے کہوں کیا کروں، سخت صدمہ ہے کہ کوئی عزیز اپنے پاس نہیں خانہ داری کے کام کرنا پڑتے ہیں[لہ] جو تمام عمر کبھی نہ کئے۔ نوکری اس کام کی کیا جس کے واسطے عیش اور فرصت لازم ہے دل دماغ کا صحیح ہونا لابد ہے اگر یہی حال رہا تو نوکری کہاں۔ مرحومہ زبان اُردو پر بہت قابلِ تھیں۔ اکثر محاوروں میں مجھکو مدد ملتی تھی برخوردار لطیف احمد کا تعزیت نامہ بھی آیا اس میں غزل کی بھی چھیڑ تھی اس بچے کی فرمائش سے سخت پریشانی ہوئی، آج یہ چند شعر کہے ہیں ان میں سے منتخب کر کے دو چار شعر چھپوا دیجئے گا ایک میں ایک مثل بندھ گئی ہے مگر مقدم موخر جملوں میں شبہ ہے گھر میں پوچھ کر لکھئے گا یا جس طرح آپ کو یاد ہو، گھر جلے میزبانی مجھکو یاد ہے، کاتب نے مقدم میزبانی لکھ دیا ہے اس پر میں نے مرحلے بنا دی ہیں۔ کہیئے منشی صاحب میری حیات کے جو نفس باقی ہیں کیونکر گزر سکتے ہیں کوئی تدبیر تو بتایئے ؂

مل جائے کوئی عاشقِ دیرینہ تو پوچھوں
کس طرح بسر کرتے ہیں ایامِ جدائی

برخوردار محمد احمد کا بھی خط آیا، سینکڑوں خط چلے آتے ہیں، میں گھلا جاتا

---

لہ اپنی بیوی کے انتقال پر یہ داد بلا کا ہے۔ اتفاق سے بیوی کے انتقال کے وقت گھر پر صرف احمد اور نوکر تھے حالانکہ نوکر چاکر سب موجود تھے پھر بھی داغ کا خود کام کرنا حیرت ناک ہے۔ رجب ۱۳۲۲ھ میں اہلیہ داغ نے انتقال کیا ہے

ہوں، سقوط اشتہا ہے بہت یاد کرو گے، بچوں کو دعا، احباب کو سلام پہونچے۔

راقم فصیح الملک داغ دہلوی

۱۴/ شعبان ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء وقت ۹ بجے شب چہارشنبہ

۲/۹۱

حضرت سلامت!

آپ کا عنایت نامہ مدت کے بعد مدت سے آیا ہوا ہے، جنرل[۱] مرحوم کا واقعہ واقعی حیرت افزا ہے، میرے روزوں کا حال شب بیدار، تہجد گزار خدا شناس جانتے ہیں، آپ نے تو نہ کبھی پڑھی نہ قضا کی، میں نے آسمان و زمین کے چودہ طبق ڈھونڈھے، امیر اللغات کا کہیں پتہ نہ لگا، اتنا سنا کہ مولوی سیف الحق صاحب ادیب نے ایک جلد منگوائی ہے، میں نے مستعار طلب کی معلوم ہوا کہ مستعار گئی ہے ڈاکٹر مہدی حسن صاحب آلم نے گول کنڈہ سے آپ کو لکھا کہ ویلو پے ایبل بھیج دو تو اس کا جواب اب تک نہ ملا، آج وہ شاکی تھے، امیر اللغات کے عیب[۲] و صواب کو دیکھنا میرا فرض منصبی ہے، شاگردوں کو بھی اس کی خریداری کے واسطے لکھوں گا، اسی شہر میں چند نسخے آتے تو چرچا ہوتا، آپ نے کتنے چھپوائے کتنے بک گئے کتنے باقی ہیں میرے پاس روپیہ نہ تھا، آپ کو خدا نے

---

[۱] جنرل عظیم خاں سے مراد ہے جن کا قتل ہوگیا تھا، جناب امیر کے خاص پرستاروں میں سے تھے، امیر اللغات کے سرپرست تھے اور انھیں کے مصارف سے یہ لغت امیر مینائی نے لکھنا شروع کیا تھا۔

[۲] معلوم ایسا ہوتا ہے کہ بوجہ اتحاد و یگانگت جناب امیر نے داغ کو لکھا ہوگا کہ وہ امیر اللغات پر تنقیدی نظر ڈال کر اس کے عیب و صواب سے مطلع کریں۔

توفیق نہ دی برابر ہوئے کہیں نہ کہیں سے کوئی نسخہ دیکھنے کو آہی جائے گا، مگر اب میرے پاس نہ بھیجنا ورنہ میں واپس کر دوں گا، اعلیٰ حضرت حضور پر نور کی نوکری بجالا رہا ہوں، غزلیں اصلاح ہو رہی ہیں، فرمان سلطانی بہ وعدۂ پرورش بقلم خاص میرے نام صادر ہے سنتا ہوں کہ حسب دستور جاگیری کی تجویز درپیش ہے اور یہی باعث تعویق کا ہے، الطافِ خسروانی تحریر وزبانی بہت کچھ امید دلا رہے ہیں، عمل خوانوں سے چارہ نہیں، حکم الٰہی کی دیر ہے مگر تم عمل پڑھنا چھوڑ دو تو اجرائے کار جلد ہو، آپ کے طرف دار ضیغم صاحب وغیرہ وغیرہ اہل لکھنؤ آپ کی تعریف میری ہجو چھاپ رہے ہیں ایک گلدستہ جاری کیا ہے یقین ہے کہ وہ آپ کے ملاحظہ سے گزرا ہوگا۔ ع "برسرِ فرزند آدم ہرچہ آید بگذرد"

دیواروں پر انگاروں پر، اس زمین میں مجھ پر سخت فرمائش ہے، آتش کی کی غزل تو میں نے دیکھی کیا عجب اسیر مرحوم کی بھی غزل ہو، آپ کی بھی غزل ہو سنتا ہوں کہ بہت اہل لکھنؤ کی غزلیں ہیں دو چار کی نقل بھجوادو تو مہربانی ہو گی، دو غزلیں ملفوف حاضر ہیں، برخوردار محمد احمد کو دے دینا، زیادہ نیاز۔

نواب خلد آشیاں کا اردو کلام یعنی سب دیوان میں نے حضور میں نذر کر دئیے مدعا یہ تھا کہ آپ کی فضیلت ظاہر ہو یہ کتابیں مجھ کو منگانی ہیں ان کی قیمت دریافت کر کے اطلاع دیجئے، لفظ جیٹی بمعنی ٹڈیا دستک عین دلی کی زبان ہے، آپ کو اس کی سند کہیں ملی یا نہیں لفظ بلبوٹ جولے کر نہ دے اس معنی میں آپ کو کہیں ملا۔ فقط

راقم فصیح الملک داغ

۷ ذی قعدہ ۱۳۱۵ھ حیدر آباد دکن (محبوب گنج)

جنابِ منشی صاحب ارسطو تدبیر شاعری کی لکیر پر فقیر منشی امیر احمد صاحب امیر دام عنایتکم! اس اوٹ پٹے کا لنبا چوڑا اسلام قبول ہو، مہتاب داغ کی تاریخ کا ممنون ہوا، تخرجہ کا معترف، شکر ہے سب سے پہلے آپ ہی نے حوصلہ نکالا، اگرچہ یہ دیوان بے حوصلہ ٹھہرا یہ تخرجہ نہیں بلکہ تسمیہ اتحاد ہے۔

میں تحریرِ سخت کا جواب بہ نرمی لکھتا ہوں مگر اُلٹی شکایت سنتا ہوں یہ میرا مقدر مجکو آپ کی استدعا کی کیا خبر سُنی سُنائی پر کیا وثوق آپ کا فائدہ ہو اور میرا کچھ نقصان نہ ہو اس میں دریغ کرنا کسی کافر ہی کا کام ہوگا، کاش اس کا تذکرہ مجھ سے بھی آئے، جب سے شکار سے معاودت فرمائی ہے شعر و سخن کی طرف مکمل متوجہ ہیں ہر روز لفافہ مع غزل اصلاح کو آتا ہے مگر نوبت حضوری نہیں آتی، نواب عماد الملک سید حسین صاحب جو پرائیویٹ سکریٹری ہیں وہی تلاشیِ وقت رہتے ہیں، انگریزی چٹھیوں کا جواب لکھنا اور بات ہے، خدا کا شکر ہے کہ میری جانب خیال سلطانی یوماً فیوماً اچھا ہے، یہ فن تو مر چکا تھا اتنی قدر بھی غنیمت جانیے اگر انصاف کرتے تو اہلِ حسد کو تاہ اندیش مجکو بخوبی یاد کرتے، آج برخورداروں کی اور شاگردوں کی تاریخیں پہنچیں، سبحان اللہ کیا کیا تاریخ کہی ہے، میری طرف سے دعا پہونچے، مہدی علی خاں کو سلام پہونچے، چند زمینوں میں تتمہ باقی ہے

---

لہ غالباً حضرت امیر نے کوئی تحریر سخت لکھی ہوگی جس کے جواب میں خود کو بہ الفاظ انکسار داغ نے ردیچا لکھا جو قابلِ اعتراض نہیں ہوسکتا ایسی عبارت آرائی کی شالیں اس مجموعے میں اور بھی ہیں رہا لفظ لنبا اسکی کتابت کا ذمہ دار وہ کاتب قرار دیا جاسکتا ہے جس نے یہ خط لکھا۔ اگر داغ اپنے دست قلم سے لکھتے تو لمبا ہی لکھتے۔

مقدم الفت میں اگر کوئی زمین کسی خیال میں آئے تو مشورے سے بجواد و تنبہ باب پ

راقم آثم داغ دہلوی

۶ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ

۴
۹۳

مکرم و مفخم، وعلیکم السلام!

ہاں ہاں میں اپنے ہاتھوں کے قربان کہ صحیفۂ مینائی ہاتھ آیا اشعار متفرق پہنچے،

جو بیٹھی آنکھیں تو پلکیں بھی کوئی پل کی ہیں

یوں[1] درست ہے آپ نے یہ مصرع غلط لکھوایا، دونوں جگہ پلکیں لکھ دیا ہے

تبدیل الفاظ خیال کر کے لکھوں گا بند۔ پرور یتھرا اپنی ہی جگہ بھاری ہے، یہ محاورہ

میں نے باندھا آپ سے داد طلب ہوں، یہ خیال تھا کہ میرا کوئی حریف پہلے ہی سے

اُچکا ہو۔ میری نظر سے نہیں گزرا چند شعر اور کہہ کر غزل گور کھ پور بھیجدی ہے

ملاحظہ ہوگی جو قصائد استاد کے نئے دیوان میں چھپے ہیں وہ ایک شخص کے پاس

یہاں بھی ہیں، آزاد نے بطور خود بعض جگہ بڑا تصرف کیا ہے میری کیا مجال کہ

دخل دوں اور اب ہو ہی کیا سکتا ہے۔

---

[1] معلوم ایسا ہوتا ہے کہ امیر مینائی نے کوئی غزل داغ کو بھیجی ہوگی جس میں کوئی مصرع اس طرح لکھا ہوگا

"جو بیٹھی پلکیں تو پلکیں بھی کوئی پل کی ہیں"

بوجہ یگانگی و دوستی داغ نے اس مصرع کو یوں ٹھیک کر دیا تھا "جو بیٹھی آنکھیں تو پلکیں بھی کوئی پل کی ہیں"

مصرعہ بہت جاندار ہوگیا، تبدیل الفاظ کے لئے بعد میں لکھنے کو فرمایا ہے ان دونوں پہلوانان سخنوری میں

بغیر کسی تکلف و لحاظ کے شعر و شاعری میں مشورت ہوتی تھی جس کی مثال یہ خط ہے۔

یار، ہم نوکر تو ہو گئے مگر دعا کرو کہ اجرا بھی جلد ہو سخت پریشان ہوں، یہ تین برس آخر عمر کے بہت بے مزہ گزرے کہ مجکو عزیز تر تھے، انشاء اللہ جس وقت سند ہاتھ آئی نقل خدمت میں حاضر ہوگی، بچوں کی ناسازی سُن کر دعائے صحت کرتا ہوں خدا قبول کرے جلد جلد کیفیت لکھتے رہیئے۔

یہاں مفصلات اور صیغہ جات میں غریب الوطن کو نوکری ملنا عنقاصفت ہے قطعی ممانعت ہے آپ کے قصیدے کی بھی کیفیت معلوم ہوئی یہاں کے لوگ اہلِ ہند کے مٹانے پر آمادہ ہوئے ہیں، خدا نے حضور پر نور کو میرا قدردان بالذات کر دیا کہ تین برس کی جاں فشانی اور دس ہزار کے خرچ کے بعد یہ صورت پیدا ہوئی ہے خدا کرے کرشمہ بھی جلد ہو، آمین ثم آمین، نہایت مقروض ہو گیا ہوں دیکھئے کیا صرف پڑے، یہ نہیں معلوم کہ کس تاریخ سے دستخط ہوئے ہیں، میرے معاملے میں اب صدر المہام بہادر تک کو دخل نہیں رہا، یہ بھی یقینی ہے کہ بعد نذر کے اور آمد و رفت دربار کے انشاء اللہ اور بھی فیض یاب ہوں گا، تمام ہندوستان سے مبارکباد چلی آتی ہے حالانکہ ابھی سررشتہ میں حکم بھی نہیں آیا، دوست کیا میرے دشمنوں کو بھی مبارک ہو، سنتا ہوں کہ منصب ہوا، اتنا بڑا منصب، یہ تائید الہیٰ ہے، منشی احمد حسن صاحب کی پچاس روپیہ پنشن مقرر ہوئی، میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اگر زندگی مستعار باقی ہے کہ بہت کم رہ گئی ہے۔ میں ضرور انشاء اللہ تعالےٰ انا میلہ کے علاوہ آپ سے ملوں گا، آپ کے توہمات نے مراد آباد نہ آنے دیا، میں اس سرکار کا چور باغی نہیں ہوں میرا ارادہ سے لوٹ آنا پر دیسیوں کے واسطے سند ہے ہمدی علی خاں کو سلام پہونچے، ہمارا دیوان نہ لکھوا دیا، یہ غنکایت ہے، برخوردار دل

کو دُعا کہیئے میری پیدائش سنہ ۱۲۴۶ھ ۱۴ ذی الحجہ مطابق سنہ ۱۸۳۱ء ہے آپ اپنی ولادت کی تاریخ بھی لکھ بھیجیے کہ دیکھوں کس قدر تفاوت ہے، سنتا ہوں کہ نیا دیوان آپ کا چھپا ہے وہ کہاں ہے کیا قیمت ہے، ہماری تاریخ سے داغ لگتا، اس واسطے اطلاع نہ کی یہ باتیں دل پر نقش ہوتی جاتی ہیں۔

راقم داغ دہلوی سنہ ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۱ء ۔ چہار شنبہ

## ۵ / ۹۴

جناب مکرم، وعلیکم السلام نیاز نامہ کا جواب اس توجہ اور عنایت و عرق ریزی سے آپ نے لکھا کہ میں پانی پانی ہو گیا، بارے آپ کے دل میں محبت قدیم کا لگاؤ ابھی ہے۔ الحمد للہ، میں نے یہ غزلیں مجبوراً ڈھائی گھنٹے میں کہیں ڈیڑھ گھنٹے میں دو غزلیں اور ایک گھنٹے میں ایک غزل، منشی فریدالدین صاحب ملازم سرکار گھڑی رکھ کر اشعار لکھتے جاتے تھے، خدا جانے یہ کیا امتحان تھا اور کیوں تھا، آپ کے انتخاب سے میں خوش نہ ہوا اور بہ سبب مہاجرت کے مذاق میں مغائرت ہوگئی، آپ کے شبہات پر میں نے غور کر کے بجا اور بے جا کا لحاظ رکھکر ملفوف رقیمۂ نیاز کیا، اگر تکلیف نہ ہو تو مکرر ملاحظہ فرما کر جواب جلد لکھئے، فقط نقش محفل، واقعی اجنبی ہے، پہلے میں نے یہی لکھا تھا اُس کے بعد لفظ "حسن" بنایا تھا مگر نقل میں پہلا ہی مصرعہ آپ کی خدمت میں پہونچا۔ یہ محض تائید الٰہی تھی کہ ایسے جنگل اور جاڑے گرمی، نوکری میں اتنے جلدی ایسے شعر موزوں ہوگئے، وہ بھی آپ کے گلدستے سے علیحدہ کر کے لکھے گئے اور ہاتھوں ہاتھ

حضور میں پہونچتے رہے، اس شکار میں گویا ٹیلی گراف پر شاعری ہوئی ہے ورنہ شیر کے شکار میں شعر سے کیا بحث، اس زمانے میں اکثر گلدستے نکلے ہیں تمام ہندوستان کی شاعری معلوم ہوتی جاتی ہے، خوشی سے زیادہ افسوس ہوتا ہے میں نے بیگانہ وار ہوکر اپنی غزل پر صادر کردئے ہیں، ان پر بھی نظر توجہ سے ملاحظہ کیجئے، چونکہ اس کی نقل سرکار عالی میں پہونچ گئی ہے، زیادہ تصرف میں مناسب نہیں جانتا، یقین ہے اس نکتے کو آپ بھی پسند کریں گے، الحمدللہ کہ جدت مضامین لطف زبان سے خالی نہیں ہے، یہ آپ کا ارشاد بہت بجا ہے کہ کوئی روکنے ٹوکنے والا نظر نہیں آتا مگر یہ بھی خیال رہے کہ جو ذریات لکھنؤ کی یہاں جمع ہیں مجھ پر چھری تیز کئے ہوئے ہیں، یہیں پر کیا منحصر ہے تمام ہندستان مخالف ہے سنتا ہوں کہ آزاد لکھنوی اور شحنۂ ہند میرٹھ یا مالک مجھ پر یا میرے شاگردوں پر ہاتھ صاف کر رہے ہیں، لوگ بغیر اطلاع جواب بھی دے رہے ہیں اعتراض بھی لغو اور جواب بھی پوچ، یہ اُمور خلل انداز روزگار اور مانع اعتبار نہیں ہو سکتے، نہ ایسے حاسد فروغ پا سکتے ہیں، داغؔ کا سکہ جس کے دل پر بیٹھا وہ مٹ نہیں سکتا، آپ یہ جانتے ہوں گے کہ داغ کی مشق بڑھی ہوئی ہے۔ جناب کو چھپے دو برس کا زمانہ گزرا، اس دو برس میں جیسی غزلیں کہی ہیں کیا اس کا نام مشق ہے، ہر مہینے دو چار نئے خط باتدعائے شاگردی آتے رہتے ہیں، دُہائی دیتا ہوں کہ مجھے فرصت نہیں، صحت نہیں، نوکر ہوں آزاد نہیں، مصنف امیراللغات کے پاس کلام بھجواؤ، وہ استاد مسلم الثبوت ہیں، وہ کم بخت نہیں سنتا، غزلوں سے قصیدوں کا نمبر بڑھا، قصیدوں سے

دیوان کا نمبر آیا، اب دیوان کے دیوان چلے آتے ہیں، جو بھیجنے کے
سفر میں تین سو غزلیں ہیں منے بنا کر بھیجی ہیں ہزار آٹھ سو اس وقت باقی ہیں اگر
آپ کو فرصت ہو تو بھیج دوں مگر آپ کے پاس کیا اس سے کم ہوں گی، آپ کی
نازک مزاجی کب متحمل ہو سکتی ہے، آپ نے جو خط جداگانہ بھیجا اس میں جو تعداد
زر لکھی ہے، وہ نہایت نامناسب ہے، نواب خلد آشیاں کی کیفیت جو مفصل
ارقام فرمائی ہے وہ حاوی ہے، سب امور پر ادنہ کافی ہے مدعائے خاص کیلئے
مجھے نوکر ہوئے ساتواں برس ہے، عندالطلب کبھی کبھی حضوری نصیب
ہوئی تھی اس تکرار میں شب و روز حاضر رہنے کا اتفاق ہوا تو اپنے ذہن کے
موافق کچھ کچھ مزاج کے رنگ سے آگاہی ہوئی، وہ گہرا دریا ہے کہ تھاہ نہیں،
قیاس کام نہیں کرتا، آپ جب میری غزل مکرر نقطۂ انتخاب کر کے بھیجیں گے
تو اس غزل کے ساتھ آپ کی تحریر بھی انشاء اللہ ضرور پیش ہو گی کہ اس
انتخاب کا انتظار ہے، کئی بار خان علی صاحب آکر تقاضا کر چکے ہیں، اسی لحاظ
سے آپ کے ذخیرے کو واپس کرتا ہوں کہ مکرر سوچ سمجھ کر بھجوائیے۔

حضرت بندگان عالی متعالی دام اقبالہ کو اپنے ملازم کے اعزاز کا نہایت
پاس ہے، داغ ناچیز کا جو اعزاز بعنایت الٰہی یہاں ہوا کسی بدنصیبی کو کہاں
نصیب، اکثر امراء اور رؤسا ملکی بھی ہنوز محروم ہیں، ادنیٰ خطاب خان بہادر
اس کے بعد جنگ، افسر جنگ وغیرہ وغیرہ ابھی جنگ سے آگے نہیں بڑھے اور
بہت لوگ سو سو برس سے اس تمنا میں ہیں، بلکہ مر گئے، مجھکو خداوند عالم نے
ایک ہی بار سب خطابوں سے سرفراز فرمایا، خطاب کے لحاظ سے کم و بیش

اعزاز میں ضرور فرق ہوتا ہے، خصوصاً دربار کے موقع پر، مغل دربار میں سالہائے دراز سے آج تک بجز آٹھ نو سرداروں کے یعنی خاندان امیر کبیر مدار المہام و پیشکار خانخاناں ان کے سوائے کوئی نہیں بیٹھ سکتا، بڑے بڑے راجہ، بڑے بڑے نواب دست بستہ کھڑے رہتے ہیں، مجکو ایسے دربار میں بیٹھنے کی اجازت ہوئی جو محسودِ عالم ہونے کا باعث ہوا، جس کو جنگ کا خطاب بھی ہوتا ہے، ضرور ہے کہ اس خطاب کے ساتھ ساتھ لفظ نواب بہادر لکھا جائے، دولہ اور ملک کا رتبہ تو بڑا ہے، علاوہ منصب جلیلہ اُستادی کے اب میں اسٹاف خاص میں بھی داخل ہوا اس کی تنخواہ دو ہزار روپیہ سے کم نہیں ہوتی، لوگ مبارک باد دے رہے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ ملا ہے یہی میری لیاقت سے زیادہ ہے مجھ میں تو دس روپیہ ماہوار کی بھی لیاقت نہیں، اس تحریر سے مراد یہ ہے کہ سرکاری ملازم، خطاب یافتہ کو آپ اپنی تحریروں میں یہاں کے دستور کے موافق لکھا کریں ورنہ سرنامہ دیکھ کر باعث کبیدگیِ و آشفتگیِ سرکار ہوگا، اعلیٰ حضرت کو ان باتوں کا بہت خیال ہے، مکرر یہ کہ آپ نازک مزاج بہت ہیں اور باوصف نحیف الجثہ ہونے کے خم ٹھونک کر لڑنے کو تیار ہیں۔

یہ نہ جانیئے گا کہ داغ نے میری ہدایتوں سے بُرا مانا اور میرے شبہات کو غیر واجب لکھا، میں نہایت ممنون ہوا، آج دونوں کتابیں دفتر امیر اللغات سے میرے پاس پہونچیں، کل سے انشاء اللہ دیکھنا شروع کردوں گا، مجکو یہ فکر ہے کہ آپ کو میرے بخشوانے کا اتنا خیال کیوں ہے، بچوں کو دُعا، دوستوں کو سلام پہنچے آج اتوار کا دن ہے رجسٹری نہیں ہو سکتی، کل ضرور انشاء اللہ روانہ

کروں گا۔

راقم آثم فصیح الملک داغ دہلوی

مرقومہ ۱۱ محرم شریف ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء یکشنبہ

حضرت داغ کے یہ پانچ خط جو جناب امیر مینائی کے نام ہیں رسالہ نگار[1] سے نقل کئے گئے ہیں، نگار میں یہ خطوط رسالہ فاران کراچی سے نقل ہوئے تھے، ماہر القادری صاحب اڈیٹر فاران کو یہ خط حضرت امیر مینائی کے پوتے مسٹر اسرائیل مینائی ولد محمد احمد مینائی سے حاصل ہوئے تھے، ان کے منظر عام پر آنے کے بعد داغ کے بعض تلامذہ اور عقیدت مندوں نے بڑا اثر لیا اور بڑی لے دے ہوئی، ان خطوط کو فرضی قرار دیا، یہ خط اُن کے نزدیک کیوں فرضی ہیں، اس کی وضاحت و تشریح کے لئے جناب امیر مینائی کا وہ خط ملاحظہ کیجئے جو درحقیقت تمام غلط فہمیوں کی وجہ ثابت ہوا ورنہ جہاں تک ان پانچ خطوں کا تعلق ہے ان میں کوئی بات ایسی نہیں جس سے امیر مینائی کی برتری اور جناب داغ کی کمتری کا احساس ہوتا ہو، امیر مینائی کا یہ خط بھی مندرجہ بالا خطوط کے ساتھ نگار اور فاران میں چھپا تھا واقعہ کی پوری وضاحت کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

مکرم قدیم، سلام مسنون! نوازش نامہ آیا، ممنون یاد آوری فرمایا غزلیں بھی پہونچیں، دیگر ان کی نسبت جو احکام صادر کئے ہیں وہ ایسے مجمل اور

---

[1] ماہ نومبر ۱۹۵۰ء

متناقض ہیں کہ تعمیل کرنا بن نہیں پڑتا۔ پہلے تو آپ نے لکھا ہے کہ "ان غزلوں کی نقل وسیم کے پاس فوراً بھجوا دیں" پھر آپ لکھتے ہیں کہ "آپ کی کمیٹی اس کو انتخاب کر کے میرے پاس جلد ترھ بھیج دے" ایک جگہ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس میں ربط و یابس سب ہی کچھ ہے اس کو آپ ملاحظہ کر کے اطلاع دیں" ایک جگہ لکھا ہے کہ نہیں معلوم کون شعر لغو۔ اطلاع ہو تو دور کر دیا جائے۔ اب میں حیران کہ لبعینہٖ اُن غزلوں کی نقل وسیم کو بھیج دوں تو پھر انتخاب کا کیا فائدہ اور اگر انتخاب کر کے آپ کے پاس بھیجوں اور اس کا جواب آپ کے بعد وسیم کو بھیجوں تو وسیم کے پاس جلد پہونچنا کیونکر ہو سکتا ہے۔ اگل جیبں کا آخری پرچہ یہاں آچکا ہو صفحہ ۹۲ تک چھپا ہے، اب تو تمھاری غزلیں آئندہ کسی پرچہ میں چھپیں گی، پھر کیا ضرورت ہے کہ وسیم کو بھیجنے میں جلدی کی جائے لہذا میں یہی شق اختیار کرتا ہوں کہ پہلے انتخاب کر کے آپ کو بھیجوں اور جو شعر میرے نزدیک ہر طرح عیب سے پاک اور آپکے رتبے پر پہنچے ہوئے ہیں ان کو انتخاب میں لوں اور جو شعر کہ ان میں مضامین تو تازہ ہیں مگر نظرِ دقیق اُن کو کسی عیب سے پاک نہ دیکھے ان کو انتخاب میں چھوڑ دوں اور کچھ اشارہ ان عیوب کا لکھ کر آپ کو مطلع کروں۔ یہ مجھے یقین ہے کہ انتخاب قدیمانہ کی نظر سے آپ برا نہ مانیں گے اور بطورِ خود اس کی اصلاح کر لیں گے۔

میری عادت ہے کہ کسی کا اچھا شعر جو اندک تصرف سے درست ہو سکے بیدردی

لہ جس خط کے جواب میں امیر نے یہ خط داغ کو لکھا وہ نہیں دیا گیا جس سے واضح ہو سکتا ہے کہ آخر یہ غزلیں داغ نے امیر کی معرفت وسیم کو کیوں دی تھیں۔ وسیم رسالہ گلچیں نکالتے تھے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ داغ صاحب نے یہ غزلیں نہایت عجلت میں کہکر گلچیں کے لئے بھیج دیں اور امیر کو لکھ دیا کہ وہ انتخاب کر کے اشعار چھپنے کو بھیج دیں۔ سید محمد عسکری وسیم امیر مینائی کے شاگرد تھے اور خیرآباد کے رہنے والے تھے۔

سے اُس پر چھری نہیں پھیرتا اور آپ کی عادت مجھے معلوم ہے کہ بہ نظر استغنا ذرا سے شبہ میں شعر یا تو بنا لیں یا کاٹ دیں، اکثر شعروں میں بنا دیتا تو مجھ سے ہو سکتا ہے مگر دو وجہوں سے میں اپنے بنانے پر اعتماد نہیں کرتا ایک یہ کہ مہاجرت کو زمانہ دراز گزر گیا خدا جانے زمانے کے انقلاب نے آپ کی طبیعت میں کیا انقلاب پیدا کئے ہوں، میرا دخل دینا اور تصرف کرنا مبادا گراں گذرے تو ادھر آپ کو رنج ہو ادھر مجھے ملال ہو اور مفت کی بحث آ پڑے، میں کہوں یوں چاہیئے، آپ کہیں نہیں یوں درست ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ شاید آپ جو تصرف کریں وہ اس تصرف سے بہتر ہو جو میرے خیال میں آئے میں دو ایک جگہ اپنے خیال کے موافق نسخہ لکھ دوں گا، آپ کو اختیار ہے چاہے وہی رکھئے گا چاہے اور طرح بنا لیجئے گا۔

نواب مرزا خاں صاحب اس ملک میں رہ کر اور پورا وقت فرصت پا کر آپ کی مشق تو بہت ترقی پر ہو گی مگر اپنے کلام میں عیوب پر نظر کم جاتی ہے اور آپ پر کیا موقوف ہے جو ایسی جگہ ہو نچے گا جہاں پر کہنے والا نہ ہو۔ جو کچھ کہے آپ ہی اس کا دیکھنے والا ہو، سننے والے ایسے ہی ہیں کہ جو کچھ ان کے سامنے پڑھا جائے، واہ واکریں اس کو یہی وقت پیش آئے گی بلکہ آفریں ہے آپ کے حسن طبیعت کو کہ باوصف تنہائی بہت سے محاسن آپ کے کلام میں رہتے ہیں اور بہت ہی کم معائب ہوتے ہیں۔"

ان غزلوں میں البتہ خدا جانے زیادہ تر کی گئی یا اور کوئی سبب ہوا کہ کبھی شعر معیوب نظر آئے، کئی شعر رسمی معلوم ہوئے بہر کیف طبیعت ایک رنگ پر رہتی

نہیں، اس میں آپ کا کیا قصور، میں چونکہ آپ کا خیر خواہ قدیم ہوں مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ عیب دیکھوں اور آپ کو مطلع نہ کروں، خصوصاً ایسی حالت میں کہ آپ مجھے دیکھنے اور انتخاب کرنے اور چھپوا دینے کے واسطے بھیجیں، اب اس خط کو درخواست عفو گستاخی و بے تکلفی پر ختم کرتا ہوں تسلیم[1] میاں سے عند الملاقات آپ کا سلام کہوں گا، اپنے نو تالیف دونوں رسالے مدت ہوئی آپ کو بھیج چکا، خدا جانے کیا ماجرا ہے کہ پہلی بار امیر اللغات بھیجا وہ نہ پہونچا، اب کی بار یہ دونوں رسالے تلف ہو گئے، اب بذریعۂ رجسٹری روانہ کروں گا، محمد احمد مع اخوان اور جلیل واؔہ جنھوں نے اپنا تخلص بدل کر آہؔ کی جگہ اب دوست تخلص قرار دیا ہے، اس لئے کہ آہ ایک بدنما لفظ ہے اور ان کے علاوہ سب عزیز و احباب مادحِ گذار ہیں گھڑی عطا ہونے کی مبارکباد دیتا ہوں۔ حق تعالےٰ آپ کی عمر و اقبال میں ترقیات روز افزوں فرمائے اور اس سرکار فیض آثار کو ہر گاہ قائم رکھے اور امیر اللغات کی طرف متوجہ کرے۔ فقط

امیر احمد عفی عنہ، ۷ رجولائی ۱۸۹۶ء روز یکشنبہ

---

یہ حضرت امیر کا وہ خط ہے جو مرزا داغ کے خطوط کے ساتھ رسالہ فاران اور نگار میں شائع ہوا تھا اور جس نے حضرت داغ کے عقیدت مندوں کو برہم کر دیا تھا اس خط کی مخطط سطور ضرور محلِ نظر

---

[1] اصل نام ان کا احمد حسین تھا مگر امیر اللہ تسلیم کے نام سے شہرت پائی ۱۲۳۵ھ میں پیدا ہوئے۔ نسیم لکھنوی کے شاگرد تھے۔ ریاست ہائے اودھ و رام پور میں ملازم رہے کچھ روز نول کشور پریس میں کام کیا ۹۴ سال کی عمر میں ۱۳۲۹ھ میں انتقال فرمایا۔

ہیں، جب تک حضرت امیر کا اصل خط سامنے نہ آئے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ جملے بڑھائے گئے یا واقعی جناب امیر نے ہی تحریر فرمائے تھے ـــــ بہرحال اب یہ دیکھیے کہ حضرت امیر مینائی نے جناب داغ کے اشعار پر جو ترمیم و اصلاح فرمائی اس کا جناب داغ نے کیا اثر لیا اور اس اصلاح کو انھوں نے تسلیم بھی کیا یا نہیں اسکا اندازہ آپ کو ان نوٹس کے ملاحظہ کرنے کے بعد ہوگا جو مرزا داغ کے اشعار پر امیر مینائی نے تحریر فرمائے اور ان پر داغ نے جواباً اظہار خیال فرمایا، میں داغ و امیر کی ان تحریروں کو ایک ترتیب کے ساتھ پیش کرتا ہوں ورنہ فاران نگار میں یہ تحریریں امیر و داغ کے خطوط کے ذیل میں مندرج کر دی گئی ہیں جن سے اعتراض اور جواب اعتراض کی پوری وضاحت نہیں ہوتی:-

(۱) داغ کا شعر تھا کہ ؎

تمھاری بزم میں ہر بات کا باعث مرا دل ہے — جمے تو رنگ محفل ہے اُڑے تو نقشِ محفل ہے

اعتراض امیر مینائی:-

"نقشِ محفل" اجنبی ہے نہ اس کا استعمال فارسی میں نظر سے گزرا نہ اردو میں اور باعث ہونے کا یہ مقام نہیں ہے، دوسرے مصرعے کی ترکیب یوں ہونا چاہیئے کہ "جمنے میں یہ ہے اُڑنے میں یہ ہے"

جواب مرزا داغ:-

واقعی نقش محفل اجنبی ہے، میں نے اول یہی کہا تھا، اس کے بعد لفظ "حسن"

بنایا پہلا ہی مصرعہ لکھا گیا، جب ڈھائی گھنٹے میں اس قدر شعر کہے جائیں تو کیا ہو شیر کے شکار میں شعر سے کیا واسطہ لفظ باعث مجکو نہیں کھٹکتا تھا، اس میں " تو" کا اشباع ہوا ہے ورنہ یوں ہی مصرع ہو سکتا تھا میری رائے ناقص میں ترکیب پہلے مصرع کی ہی اچھی ہے ع

یہ جم کر رنگ محفل ہے یہ اُڑ کر حسنِ محفل ہے

مکرر اپنی رائے سے اطلاع دیجئے ورنہ میں کاٹ دوں گا، ہر چند کہ سرکار میں نقل غزل کی پہونچ گئی ہے۔

---

(۲) مرزا داغ کا شعر:

مقام امن سایہ سے مرے بھاگا کیا کوسوں
کہ پیچھے پیچھے میں ہوں میرے آگے آگے منزل ہے

اعتراض امیر مینائی:۔

" بھاگا کیا " " ہے " کو نہیں چاہتا بلکہ " بھاگتا ہے " ہو تو ردیف ٹھیک اُترے۔

جواب مرزا داغ:۔

یہ حاوی ہے دونوں زمانوں پر، یعنی یہ حال تھا اور ہے ——— فریاد فریاد کہ ایسا شعر ناپسند ہو۔

---

(۳) شعر داغ:۔

اُٹھایا شوق نے اُٹھے بٹھایا ضعف نے بیٹھے
یہی رستہ کا رستہ ہے یہی منزل کی منزل ہے

اعتراض امیر:-

ایک چیز کی نسبت کہتے ہیں جب وہ دونوں کام دے مثلاً "تلوار کی تلوار ہے اور عصا کا عصا ہے، شاید آپ کے یہاں اس صورت سے محاورہ ہو تو ہو اس صورت میں مجھے کچھ تامل نہیں ہے مگر میرے نزدیک جگہ اس کی ہے کہ "یہی ہمارا رستہ ہے یہی ہماری منزل ہے" اور "شوق" کی جگہ "درد" مناسب ہے۔

جواب مرزا داغ :-

جو آپ چاہتے ہیں وہ خاص اس ترکیب میں پیدا ہے بلکہ یہی محاورہ ہم لوگوں کا اور یہی مدعا ہے وا دبیدا دکہ یہ شعر بھی معیوب ہو۔

(۴) مرزا داغ کا مصرعہ۔

قسم[1] مشکل کشا کی یہ کوئی مشکل میں مشکل ہے

اعتراض امیر مینائی :-

"قسم مشکل کشا کی" بھرتی ہے، یہ ترکیب، یہ کوئی مشکل میں مشکل ہے، قسم کو نہیں چاہتی۔

جواب داغ:-

واللہ یہ ترکیب قسم کو ضرور چاہتی ہے، داغ گھبرا رہا ہے، تسلی دینے والا قسم کھا کر یقین دلاتا ہے کہ یہ کیا مشکل ہے۔ اب آسان ہو جائے گی۔ عین زبان ہے،

---

[1] فاراں ذنگار میں بجائے شعر کے صرف مصرعہ درج ہے۔

ہائے افسوس کہ آپ مجھ سے دور ہو گئے اور کوئی دلی والا لائق آپکے پاس نہیں

---

(۵) شعر مرزا داغ ؎

یہ اے صیاد اک پہلو نکل آیا رہائی کا　　اسیروں میں ترے سے جو چھوٹ جائے وہ مرا دل ہے

اعتراض امیر مینائی:-

دل چھوٹ جانے پر اعتراض ہے۔

جواب مرزا داغ :-

جی چھوٹ جانا، دل چھوٹ جانا دونوں میری زبان پر ہیں، اب تو خیال فرمایئے کہ یہ شعر کیسا ہے۔

---

(۶) مرزا داغ کا مصرعہ ؏

قرینے سے عجب آراستہ قاتل کی محفل ہے

اعتراض امیر:-

"عجب" اس میں ذرا بے محل معلوم ہوتا ہے، کیا قرینے سے محفل آراستہ ہے یا عجب آراستہ محفل ہونا چاہیئے۔

جواب مرزا داغ -

یہاں عجب کیوں بُرا ہوا، قرینہ سے جملہ الگ ہے، عجب آراستہ دوسری صنعت ہے، وائے تقدیر کہ یہ شعر تین صادوں سے محروم رہے۔

---

(۷) شعرِ داغ ؎

بڑھا دل اس قدر فرطِ خوشی سے وصل کی شب کو
مجھے دھوکا ہوا پہلو میں یہ تکیہ ہے یا دل ہے

اعتراض امیر مینائی:۔

جس چیز کا دھوکا ہو اس کا بیان دھو کے کے ساتھ ہوتا ہے، اصل چیز بیان میں نہیں آتی، دل ایسا کہ مجھے دھوکا ہوا، پہلو میں تکیہ ہے، اسی پر ختم ہو جاتا ہے، چاہے یوں بنا لیجئے۔

نہیں کھلتا کہ پہلو میں مرے تکیہ ہے یا دل ہے
یا جو صورت آپ کے خیال میں آئے

جواب مرزا داغ:۔

آپ کا لکھنا تو ہر طرح سے ہماتیاً اور دوستانہ ہے مگر میں نے خوب فکر و غور کی تو اس کا عیب سمجھ میں نہیں آیا، میں اس دھوکے میں شک میں رہا کہ اب یہ تکیہ پہلو میں ہے یا دل ہے، چونکہ پہلے دل کا ذکر آ چکا ہے اس کا اعلان "یا" کے ساتھ ضروری تھا، آپ کا مصرع بھی بہت خوب ہے مگر جب عیب کو نہ سمجھوں تو سرکار میں بھیجی ہوئی غزل کا مصرع کیوں بدلوں، یہ بھی تقدیر کہ اس تازہ مضمون کا میں داد طلب تھا اُلٹے لینے کے دینے پڑ گئے، یہ نیرنگِ محبت کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا۔

---

(۸) شعرِ داغ ؎

ستم بھی ہو تو مجھ پر ہو، جفا بھی ہو تو مجھ پر ہو
مجھے اس رشک نے مارا وہ کیوں عالم کا قاتل ہے

اعتراضِ امیر:۔

رشک نے مارا کے ساتھ "کیوں" کا لفظ مناسب نہیں معلوم ہوتا، یوں چاہیئے ع

"مجھے اس رشک نے مارا کہ وہ عالم کا قاتل ہے

جواب مرزا داغ :۔

منشی امیر احمد صاحب میرے ہوتے جلال پر کیوں عنایت فرماتے ہیں مجھے تو یہ رشک مارے ڈالتا ہے اس رشک نے مارا کیا یہ خلاف محاورہ ہے لفظ "کیوں" میری رائے میں اُچکا ہوا ہے۔

---

(۹) شعر داغ ؎

سُنا بھی تو نے اے دل کیا صدا آتی ہے محشر میں
یہی دن امتحاں کا ہے ہمارے کون شامل ہے

اعتراضِ امیر:۔

میرے نزدیک شامل کی جگہ شریک چاہیئے، شاید دلی میں اس جگہ شامل بولتے ہوں اگر ایسا ہو تو رہنے دیجئے:۔

جوابِ داغ:۔

اہلِ دہلی کی زبان پر شامل شریک کے معنی میں بھی آتا ہے، بُرے وقت میں

(۱۰) شعر داغ ؎

شہادت میری فریادوں کی اس سے بڑھ کے کیا ہوگی
فرشتے لکھتے ہیں بیٹھی ہوئی آواز سائل ہے

اعتراض آمیر :-

اس کا مغز میری سمجھ میں صاف نہیں آیا حاصل کیا ہوا۔

جواب داغ :-

یہ اشارہ کس طرف ہے میں نہیں سمجھا، معشوق کی فریادوں کا یقین نہیں آتا حالانکہ درج نامۂ اعمال ہو رہا ہے، آواز بیٹھنے کی یہ بڑی شہادت ہے یہاں مراد فریاد سائلِ وصل سے ہے، نہ بھیک مانگنے والے سے، کیا یہ شعر بُرا ہے، بے معنی تصور فرمایا، براہِ مہربانی مطلع فرمائیے گا، میں اس کو بہت اچھا سمجھے ہوئے ہوں۔

---

(۱۱) داغ کا شعر ؎

یہ کیوں تیغِ ادا سے مضطرب مانند بسمل ہے
الٰہی کیا کلیجے کے بھی اندر دوسرا دل ہے

اعتراضِ امیر :-

یا تو بھی نہ ہو یا دوسرا نہ ہو۔

جوابِ داغ:-

اس کو یوں سمجھئے، دوسرا دل کیا کلیجے کے اندر بھی ہے، میں نہیں سمجھا کہ اس میں کیا قباحت ہے یہ باتیں تو جب طے ہوں کہ صحبت میسر آئے، تحریر سے یہ شبہات مٹ نہیں سکتے میری رائے میں شعر بہت اچھا ہے۔ اور نیا پہلو ہے۔

---

(۱۲) داغؔ کا شعر ؎

ستم دیکھو وہ تشکیں باندھتے ہیں اپنے بسمل کی
کہ اپنا دم چُرانا بھی وہاں چوری میں داخل ہے

امیرؔ کا اعتراض:-

دوسرے مصرع میں کہ" بہت بے محل ہے، چاہیئے یوں بنا لیجئے ؎

چرانا اپنے دم کا بھی وہاں چوری میں داخل ہے

جوابِ داغ:-

کافِ علت کا مجھے یہاں بے محل نہیں معلوم ہوتا، عین زبان کے محاورے میں ڈھلا ہوا ہے آپ کا مصرع بھی خوب ہے مگر دَم کے چرانے سے دَم چرانا فصیح تر معلوم ہوتا ہے، انصاف تو کرو کہ کیا شعر کہا ہے۔

---

(۱۳) داغ کا شعر ؎

کیا دیوانگی میں قید جب سے چارہ سازوں نے
مجھے یہ دُھن بندھی ہے میرے پھندے میں سلاسل ہے

دھن بندھنا اس جگہ مناسب نہیں ہے۔

جوابِ داغ:۔

لفظِ دھن خاص اپنے محل پر بندھا ہے۔ خدا جانے آپ کس وجہ سے بے محل سمجھتے ہیں۔ میں اس کو بے محل نہیں سمجھتا۔

(۱۴) شعرِ داغ ؎

یقیں آتا نہیں اس بدگماں کو رنگِ عاشق کا
کوئی مر جائے تو سکتہ ہے ورنہ غش میں غافل ہے

اعتراض امیر:۔

دوسرے مصرع میں "غش میں غافل ہے" کی جگہ ورنہ غش ہے سے مطلب حاصل ہے، غافل ہے کی ضرورت نہیں قافیہ بے کار ہے۔

مکرماً، مطالب کے لکھنے میں آپ کی غزل کی تعریف لکھنے سے رہ گئی اب لکھتا ہوں کہ جن شعروں کو میں نے منتخب کیا ہے ان کا مزا میرا ہی جی جانتا ہے۔ خصوصاً یہ شعر تڑپا دیتا ہے کیا کیا طالبِ دیدار ہو ہو کر مرے پاس ہی مگر یہ بھی گمان ہے دوست مائل ہے بہ اعتبار تازگیِ مضمون کے بے مثل ہے۔ خداوند تعالیٰ سرزمینِ سخن کو آپ کی ذات سے سرسبز و شاداب رکھے، فقط

جوابِ مرزا داغ:۔

"غش میں" غلط لکھ گیا "میں" کی جگہ "ہے" تصور کیجئے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا، داغ نے امیر مینائی کے کسی اعتراض کو تسلیم نہیں کیا اور درحقیقت اگر غور کیا جائے تو اعتراضات بھی سطحی حیثیت رکھتے ہیں داغ و امیر میں بڑی بے تکلفی اور رواداری تھی لہٰذا محض رفع شک کے طور سے یہ ردوبدل غیر ممکن متصور نہیں ہو سکتا، اس سلسلے میں جناب داغ کے بعض شاگردوں نے جو مختلف رسائل میں اعتراض کئے ہیں وہ بھی قابل ملاحظہ ہیں، ان مضامین کے بعض دلچسپ اقتباسات ملاحظہ فرمائیے:۔

حضرت نوح ناروی جو مرزا داغ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں اپنے ایک مضمون موسومہ رسالہ احسن اپریل ۱۹۵۱ء میں تحریر کرتے ہیں۔

"ابھی کچھ دنوں کا ذکر ہے کہ میرے بے تکلف دوست جناب ماہر القادری صاحب نے اپنے رسالہ فاران میں کچھ خطوط امیر و داغ کے شائع کئے ہیں اور انھیں خطوط کی نقل "نگار" لکھنؤ میں چھپی ہے ان خطوط میں داغ صاحب کی کمزوریاں دکھا کر منشی صاحب کی فضیلت دکھائی گئی ہے اور یہاں تک ثابت کیا گیا ہے کہ داغ صاحب منشی صاحب سے اپنے شعروں میں مشورہ کرتے تھے جناب احسن اللہ خاں صاحب ثاقب جو منشی صاحب کے ایک قابل فخر شاگرد تھے، انھوں نے بہت سے خطوط منشی جی صاحب کے بہت دن ہوئے شائع کئے تھے، اس کتاب میں داغ کے نام بھی کچھ خطوط ہیں آخر ان خطوط میں یہ خط کیوں نہ شائع کئے گئے، داغ صاحب جو اپنے ہم عصروں کو خط لکھا کرتے تھے وہ خط مونوگرام پر ہوتے تھے یعنی چھپی ہوئی مہر سرنامہ پر ہوتی تھی اور آخر میں

اس پر بھی چھپی ہوئی مہر بخط طغرا[1] ہوتی تھی، منشی صاحب نے جو داغ صاحب کو خط لکھے اُن کا ہونا داغ صاحب کے پاس ضروری تھا نہ کہ منشی صاحب کے پاس[2]، ہاں داغ صاحب کے خطوط منشی صاحب کے پاس ہوتے تو قرین قیاس تھا اگر اس پر بھی مہر وغیرہ کی صورت لازمی تھی۔

للنا پرشاد صاحب شاد میرٹھی نے بھی ان خطوط کے جعلی ہونے کے باب میں اظہار خیال فرمایا ہے اور وہ ان خطوط کا جعلی ہونا ان الفاظ سے ثابت کرتے ہیں:۔

ان خطوط میں جا بجا "تم" "یار" "چھچھورا" وغیرہ عامیانہ و بازاری الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، ذی عقل اور ذی فہم اور سلیس الطبع حضرات تو امیر و داغ کے رتبہ کو پہچانتے ہیں وہ خواب میں بھی خیال نہیں کر سکتے کہ ایسے معزز و شاہیر ہم عصر خواہ کتنے ہی بے تکلف دوست کیوں نہ ہوں ایسے واہیات الفاظ سے ایک دوسرے کو مخاطب کریں گے، مرزا داغ نے خط میں لکھا ہے کہ اس اوچھے کا لنباچوڑا اسلام قبول ہوا کیا آپ مان سکتے ہیں کہ فصیح الملک جیسا مردِ متین بلا وجہ بلا سبب اپنی غیرت اور وضعداری کو تلانجلی دے کر اپنے آپ کو اوچھے کے خطاب سے سرفراز کرے گا۔

---

[1] میں نہیں کہہ سکتا کہ نوح صاحب نے ہر خط کے ساتھ مہر کا ہونا لازمی کیسے تصور کر لیا جبکہ میرے پاس اکثر خط ایسے موجود ہیں جن پر کوئی مہر نہیں ہے لیکن وہ داغ صاحب کے ہی اصلی خط ہیں [2] یہ چیز یقیناً غور طلب ہے کہ امیر مینائی کا لکھا ہوا خط داغ کے بجائے امیر مینائی کے پاس کیسے برآمد ہوا ممکن ہے کہ ایسا ہوا ہو کہ داغ صاحب نے جیسی کہ ان کی عادت تھی اس خط کے ذیل میں یا حاشیوں پر جواب لکھ کر خط واپس کر دیا ہو۔

ہزار بلبل و قمری نے بات پیدا کی مگر نہ اس کو نہ اس کو مری زباں آئی

دلی والے لمبا بمعنی طویل کو میم سے لکھتے ہیں نون سے نہیں، آخر یہ خط فاران میں کہاں سے دستیاب ہوئے، اصل کس کے پاس ہیں، رقعات آتیر اور انشائے داغ میں کیوں نہ شائع ہوئے، آج تک عالم امتیاز میں کیوں نہ آئے پردۂ اخفا میں کیوں پڑے رہے اور اب نصف صدی بعد ایسا کیا حشر برپا ہو گیا کہ طرفین کی تحریریں کراچی کے رسالے میں شائع ہوئیں ۔

مہندی سوا ہے لال کہ خون شہید ناز قسمیں لہو کی دے کے یہ قاتل سے پوچھیے

افسوس آج احسن مارہروی، سائل دہلوی، وجاہت جھنجانوی زندہ نہیں ورنہ یقیناً وہ ان خط و کتابت کی غلط بیانیوں پر اور دروغ بافیوں پر نوٹس لیتے

حضرات نوح ناروی اور لقا پرشاد میرٹھی کے وہ مضمون جنکے اقتباسات اوپر درج ہوئے رسالہ احسن رامپور میں شائع ہوئے تو جناب ماہر القادری نے صفائی میں ایک خط ابر صاحب احسنی کو لکھا جس کی چند سطور بھی ملاحظہ فرمایئے۔

"جس طرح میں آپ کو جانتا ہوں کہ آپ "ابر گنوری" ہیں اور اس میرے علم و مشاہدے میں ذرا سا بھی شک نہیں ہے اسی طرح جو خط فاران میں چھپے ہیں وہ داغ و امیر مینائی کے ہی خطوط ہیں، حضرت امیر مینائی مرحوم کے مخطوطات اور دوسرے نوادرات ان کے ورثاء کے پاس حیدر آباد دکن میں تھے، یہ چیزیں در حقیقت حیدر آباد میں ہی چھپنا چاہیئے تھیں مگر امیر کی غیر مطبوعہ کتابیں اور مکاتیب گوشۂ گمنامی میں پڑے رہے، حیدر آباد دکن کے انقلاب کے بعد اُن کے

ورثاء پاکستان آگئے اور اپنے ساتھ یہ چیزیں بھی لیتے آئے، جناب اسرائیل مینائی جن سے میں نے یہ خطوط حاصل کئے ہیں حضرت امیر مینائی کے پوتے اور منشی محمد احمد مینائی صریر کے صاحبزادے ہیں، موصوف ایم اے، اور ایل ایل ایم ہیں اور منشی فاضل ہیں، یہ خطوط تو ان دونوں استادوں کی باہمی یگانگت، مروت در وابط اور وسعتِ ظرف کا بولتا ثبوت ہیں، معاصر شعراء کا ایک کا دوسرے کے پاس اپنا کلام بھیجنا ایک کی طرف سے اعتراضات دوسری طرف سے جوابات آخر اس میں دونوں میں کس کی سبکی اور کس کے فخر و ناز کے لئے کون سی بنیاد ہاتھ آتی ہے ایسا تو اکثر ہوتا رہتا ہے۔"

جناب ماہر القادری کے آخری جملوں سے اختلاف نہیں کیا جا سکتا، جانب داری اور اندھے غلو سے قطع نظر کر کے جو شخص بھی ان خطوط کو پڑھے گا وہ اسی نتیجے پر پہونچے گا جس نتیجے پر ماہر صاحب پہونچے ہیں مگر موصوف کی اوپر والی تحریر میں جو جملہ میں نے مخطط کر دیا ہے، کچھ شبہات پیدا کرتا ہے، میرے پاس جناب اختر مینائی اور حضرتِ جلیل کے کچھ خطوط ہیں، جن میں یہ دونوں برگزیدہ ہستیاں نہایت صفائی کے ساتھ تحریر کرتی ہیں کہ داغ کے وہ تمام خطوط جو انھوں نے جناب امیر کو لکھے ضائع ہو چکے۔ یہ خط مولانا احسن مارہروی مرحوم کو لکھے گئے ملاحظہ ہوں۔

"جناب داغ مرحوم کے خطوط حضرت والا مغفور کے نام اگر میرے پاس ہوتے تو ان کے دینے میں مجھے تامل کیوں ہوتا مجھے گھر چھوڑے

ساتواں سال ہے کچھ خبر نہیں کہ رام پور میں دفتر کا کیا حال ہے اور خطوط کہیں باقی ہیں یا تلف کر دیئے گئے، وہاں جانا ہو تو البتہ تلاش کرنا ہو سکتا ہے۔

احقر اختر مینائی

(حیدر آباد)

ایک دوسرے خط میں مورخہ ۷ فروری ۱۹۰۶ء کو لکھتے ہیں

حضرت داغ کے خطوط اسمی والد مرحوم آپ نے طلب کئے ہیں، وہ خطوط یہاں کہاں رام پور جانا ہو اور تلاش کئے جائیں تو آپ کو بھیجے جائیں میں نے اپنے چھوٹے بھائی کو لکھا تھا اور اب پھر لکھتا ہوں اگر مل گئے تو ضرور بھیجوں گا، اس میں دریغ کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

احقر اختر مینائی (حیدر آباد)

اس کے بعد مولانا احسن مارہروی نے جناب جلیل کو لکھا وہ اپنے خط مورخہ ۲۲ر اگست ۱۹۳۵ء کو حیدر آباد سے لکھتے ہیں:۔

حضرت داغ مرحوم کے خطوط جو حضرت امیر کے نام آئے تھے میرے پاس نہیں ہیں اگر ہوتے تو میں بڑی خوشی سے آپ کی خدمت میں بھیجتا اس قسم کے بہت سے ذخیرے رام پور میں رہ گئے تھے، جب سے حیدر آباد آیا پھر رام پور جانا نصیب نہ ہوا، اب ان ذخائر کا دستیاب ہونا محال ہے تلف شدہ سمجھنا چاہیئے، حضرت اختر کے پاس بھی ان خطوط کا ہونا معلوم نہیں ہوتا

فقط فصاحت جنگ جلیل

مولانا احسن مارہروی مرحوم نے "انشائے داغ" کی ترتیب کے

وقت پھر حضرت جلیل کو یاد دہانی فرمائی، یکم مارچ ۱۹۴۰ء کو انھوں نے
جو جواب دیا وہ بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔

حضرت فصیح الملک داغ مرحوم کے خطوط کا مجموعہ جو آپ شائع فرما رہے ہیں یہ ملک کے لئے ایک تحفۂ نایاب ہوگا اور دنیا آپ کی مرہون منت ہوگی، حضرت امیر کے نام کے جو خطوط آپ طلب فرما رہے ہیں وہ اگر موجود ہوتے تو فوراً بھیج دئے جاتے، خطوط کا بڑا سرمایہ رامپور میں چھوٹ گیا اور سفر میں جو جو چیزیں ساتھ تھیں وہ سب حیدرآباد کی طغیانی کی نذر ہو گئیں لطیف میاں کو بھی نہایت افسوس ہے کہ آپ کی مطلوبہ کوئی چیز بھیجی نہ گئی معاف فرمائیے گا۔

نیاز مند فصاحت جنگ جلیل کان اللہ

---

اختر صاحب مینائی اور جلیل مان پوری کے ان خطوط کے مواجہہ میں یہ کیسے یقین کیا جاسکتا ہے کہ جو خطوط جناب ماہر القادری کو اسرائیل صاحب مینائی نے دئے وہ امیر مینائی کے دوسرے مخطوطات اور نوادر کی حیثیت سے حیدرآباد دکن میں تھے، یہ خطوط اگر حیدرآباد میں ہوتے تو بربنائے تعلقات وخلوص جو ان بزرگوں کے درمیان تھا یقیناً یہ خط حضرت اختر مینائی مولانا احسن مارہروی کو بھیجدیتے لیکن اختر وجلیل کا صاف انکار اس حقیقت پر صاد کرتا ہے کہ یہ خطوط مارچ ۱۹۴۰ء تک حیدرآباد میں موجود نہیں تھے۔

امیر و داغ کے ان خطوط کے سلسلے میں جو اوراقِ ماسبق پر درج

ہوئے بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے اور بعض باتوں کی تائید یا تکذیب میں بہت کچھ دلائل انھیں خطوط سے پیش کئے جا سکتے ہیں لیکن میں اس قبیل کے مباحث سے قطع نظر کر کے یہ موضوع دوسروں کے لئے چھوڑتا ہوں۔

# خط بنام محمد تحسین بے دل

## ۹۵

محب یک رنگ سلمہ اللہ تعالےٰ!

میری اہلیہ کا انتقال ہو گیا، اس خانہ ویرانی کے صدمے نے مجھے مریض جاں بلب کر دیا۔ ع

"ہوش میں آئیں یہ حواس کہاں"

صد ہا غزلیں اصلاح طلب جمع ہیں، دل ٹھکانے ہو تو سب کچھ کیجئے۔ انشاء اللہ جلد اس طرف توجہ ہوگی اور غزل آپ کی بعد اصلاح بھیجدی جائیگی۔

فصیح الملک داغ دہلوی

---

لے یہ خط قاضی محمد تحسین صاحب صدیقی بے دل نگینہ بجنور کے نام لکھا گیا تھا جو کسی ریاست میں انجنیر تھے۔

# خط بنام بنی جان طوائف الہ آباد

## ۹۶

حور کی صورت نور کی مورت خوش رہو اور ہم سے ملو، کل محمد نوح صاحب[1] تشریف لائے آج برسبیل تذکرہ تمھاری طرف سے ہمارا ایک ہدیہ پیش کیا یعنی تمھاری تصویر تصویر نہیں بلکہ تیر۔ نام پوچھا تو سن کر خوام خواہ ایمان لانا پڑا نبی جان بتقدیم نون) بار خدایا ایسی صورت بھی تو نے پیدا کی ہے۔ سیرت کی تعریف سنی تو صورت سے بڑھ کر خوش آواز، خوش مزاج پھر اس پر پڑھی لکھی زمانہ ایسے لوگوں کی جتنی قدر کرے بجا ہے۔

بت ہی پتھر کے کیوں نہ ہوں اے داغ
اچھی صورت کو دیکھتا ہوں میں

کیوں جی تم سے کیوں کر ملیں، تم کو کیوں کر دیکھیں، کیوں کر سنیں اور نہ دیکھیں تو کیوں کر جئیں، جو شخص ازلی عاشق مزاج ہو خیال کرو اس کا کیا حال ہوگا، تم سے یہ امید نہیں کہ خواب میں بھی کبھی آؤ، ہائے مجبوری وائے مہجوری، میں نے سنا ہے کہ مہتاب داغ تمھارے پاس نہیں ہے بطور ہدیہ بھیجا جائے گا اگر خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہے تو غنیمت ہے، ہم نے جو تحریر میں سبقت کی یہ خلاف عادت ہے ع

[1] مراد ہے نوح صاحب ناروی سے، نوح صاحب جب اپنے اُستاد کی قدمبوسی کے لئے حیدرآباد تشریف لے گئے تو استاد کے لئے تحفے میں ایک طوائف کی تصویر لے گئے جو اُستاد کو اتنی پسند خاطر ہوئی کہ جواب میں یہ خط لکھا گیا، نوح صاحب جناب داغ کے خصوصی شاگردوں میں سے ہیں ان کے پاس سے کافی اور اعلیٰ خطوط ملنا چاہیئے تھے لیکن ان کے ذریعہ صرف تین خط ملے جن میں سے ایک یہ خط بھی ہے۔

دل نہ مانے تو کیا کرے کوئی

سوئے ادبی کے خیال سے تمھارے نام میں ایک نقطے کا تغیر و تبدل کر دیا ہے (نون) کا نقطہ (بے) کی جگہ اور (بے) کا نقطہ (نون) کی جگہ یعنی بجائے بنی جان کے تنی جان، تمھاری تصویر کی شان میں ایک رباعی کہی ہے۔

کیا بات ہے کیا گھات ہے اللہ رے تیر
سوجھی ہے نئی طرح کی تجکو تدبیر
کب دیکھنے والوں پہ کھُلا دل کا حال
کھنچوائی ہے کیا سینہ چھپا کر تصویر

فصیح الملک داغ دہلوی

۲۲ر جنوری ۱۹۰۲ء

# خط بنام مہاراجہ یوراج سیرٹھاکر ہرکشن بہادر بیدار[1]

۱/۹۷

تمھارا اُستاد بوڑھا ہے مگر ہزار جوانوں سے بہتر کبھی دل میں آتا ہے اپنا عاشق آپ ہو جاؤں، راجہ صاحب ہمارے عاشق تم ہو جاؤ، خدا کے لئے ہو جاؤ بھگوان کے لئے ہو جاؤ، سنی بائی حجاب تخلص جو صاحب مثنوی فریاد داغ ہیں ہر چند بلاتا ہوں نہیں آتیں، وہ تجکو بلاتی ہیں مجھے حضور پر نور نہیں جانے دیتے اور بالفعل تو میرے دم پر بنی ہوئی ہے، سخت علیل ہوں آپ دعا کیجئے اور میری علالت اخبارات پنجاب میں چھپوا دیجئے کہ سب احباب کو خبر ہو جائے، کلکتہ کے اخبار میں تو چھپ

---

[1] پنجاب کے کوئی بڑے رئیس تھے اور مرزا کے شاگرد، زیادہ حال معلوم نہ ہو سکا غالباً ضلع گوجرانوالہ پنجاب میں کوئی ریاست کشن کوٹ تھی وہاں کے رئیس یا راجہ تھے۔

گئی، راجہ صاحب آپ اپنی طرف سے ایک خط منی بائی حجاب کو ضرور بھیجئے بدیں مضمون کہ تعجب ہے باوصف اس علالت شدید کے کہ جس کا صدمہ تمام ہندوستان کو ہے اور خلق خدا دست بہ دعا ہے آپ رام پور نہ جائیں، اگر ہزار روپیہ کی نوکر ہوتیں تو اس وقت میں نوکری چھوڑ دیتیں۔

---

٢
٩٨

مہاراجہ صاحب!

کل ایک خط آپ کو جا چکا ہے، آج اس آفت کی پرکالہ کا بھی خط آیا ہے۔ لاکھ طرح سے اپنی معذوریوں کو قلم بند فرمایا ہے، مجھے بہت بہت تڑپایا ہے علالت کی خبر کو ہوائی سمجھا ہے تصدیق خود مجھ سے چاہی ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ ہی انھیں لکھیں، بے نظیر کے میلے میں ابھی کئی ماہ باقی ہیں اس وقت کیسے صبر ہو، راجہ صاحب انھیں بلوائیے یا مجھے کلکتے پہونچوائیے تساہل فرمایا، جلد فکر نہ کی تو داغ پھر کہاں، آپ کے تغافل سے داغ مٹ جائے گا، کئی بار حضور پر نور کو توجہ اپنی حالت پر دلا چکا ہوں، اب تک اثر میری گذارشوں کا نہیں لیا ہے، آپ ہی کوئی تدبیر کیجئے۔ مجھے جلد مطمئن فرمائیے۔

مہجور و غم نصیب
داغ بدنصیب ۲۰ر جنوری ۱۹۰۲ء

---

جناب راجہ صاحب والاشان، الطاف نشان سلامت!

بڑھاپے میں آپ نے وہ صدمۂ فراق دیا کہ جوانی میں نہ اُٹھایا تھا، کئی نیاز نامے کشن کوٹ گورداس پور بھیجے رسید نہ آئی۔ اکثر عنایت نامے آئے، اُلٹی شکایت لکھی آئی، کشن کوٹ، گورداس پور سب جگہ خط بھیجے بجلی کو قرار ہے مگر آپ کو نہیں، تعجب تو یہ ہے کہ ریاست سے میری تحریر آپ کے پاس نہیں پہونچی اب کی غزل بنا کر بھیج چکا ہوں، جس کا مطلع یہ ہے ؎

اُس کی رنگت گلاب کی سی ہے
روشنی آفتاب کی سی ہے

پنجابی خط کا جواب پنجابی زبان میں لکھا گیا، اس کی بھی رسید نہ آئی، معلوم ہوا کہ کوئی میرا دشمن پیدا ہوا ہے کہ میرے خط تلف کرتا ہے ؎

سب خاک ہوئیں آج مرے دل کی امیدیں
کل تک تو تری ذات سے کیا کیا نہ یقیں تھا

حکیم خورشید حسن صاحب بہت اچھے طبیب اور میرے دوست اور ہم وطن ہیں بہ تلاش معاش پنجاب کا ارادہ رکھتے ہیں، طبیب کو ہر جگہ روٹی ملتی ہے مگر کوئی جھکانے والا ہو، سہارا دینے والا ہو۔ میں نے جو دیکھا اس نواح میں کوئی طبیب نہیں سنا، اگر یہ وہاں جائیں تو بہت لوگ فیض پاتے ہوں، میں اتنا چاہتا ہوں کہ آپ اور آپ کے احباب اتنا سہارا دیں کہ ان کا مطب وہاں چل نکلے، ایک جگہ ٹھہر جانے کو مل جائے، میرے خطوط کی رسید، اپنے مقدمے کا حال، مزاج

کی خیریت جلد لکھیے، جو مجھے بو جھ میری طرف سے بوجھ سمجھے گا۔

نواب مرزا داغ

۱۰ر فروری ۱۸۹۷ء

---

۲
۱۰۰

میرے پیارے مہاراجہ صاحب بہادر، سلامت رہیئے۔

ایک خط جو آپ کا پنجابی زبان میں آیا تھا اس کا جواب یہاں سے پنجابی زبان میں روانہ کیا گیا، سات شعر آپ کی غزل کے بنا کر بھیج دئے اس کی نقل بھی میرے پاس نہیں، ایک شعر یاد ہے، وہ لکھتا ہوں سہ

خوش خوش آتا ہے نامہ بر اسے دل
آمد آمد جواب کی سی ہے

آپ کا تو کہیں ٹھکانا نہیں، میں ریاست میں جواب بھیجتا ہوں، آپ کی تحریر سے معلوم ہوا کہ کشن کوٹ میں بھی آپ کو کوئی خط نہ ملا۔ سخت رنج ہوا میرے خطوط کا پتہ لگائیے، مجبوراً یہ خط گورداس پور بیرنگ روانہ کیا جاتا ہے یقین ہے کہ پہونچے، آپ کا تصور نہیں ہے، مجھے ہر طرح زمانہ فشار دے رہا ہے، مسید قطب الدین صاحب اشک ابھی تو یہاں ہیں، آپ کو تسلیم عرض کرتے ہیں مگر جانے والے ہیں، ان کی مفارقت کا مجھے ابھی سے صدمہ ہے، آپ نے بُند رنج بھی سبیل نہ فرمائی، زیادہ کیا لکھوں، سب دوستوں کو سلام پہونچے، مکرر یہ کہ اپنے مقدمے کا حال بھی لکھئے۔ آخر کیا صورت ہوئی اور اختیارات کے معاملہ میں کیا

میعاد رہی۔

مرسلہ۔ داغ، دوسری فروری ۱۸۸۹ء

---

۵
۱۰۱

صفر کا ہے مہینہ پیر کا دن | ہوا ہے شہر امرتسر میں دیدار
مجھے تھی فکر تاریخ ملاقات | ندا آئی تلو اب داغ و بیدار[1]

۱۳۰۶

مہاراجہ والاشان، الطاف نشان دام الطافکم!

تسلیم ہماری قبول ہو، گرامی نامہ آیا، آنکھوں سے لگایا، خط جو کھول کر دیکھا تو نہ نوٹ پایا نہ ہنڈی کل دار علیہ السلام عجیب چیز ہیں، بالفعل داغ کلکتے جانے والا ہے ایک ہزار تو ادھر کو سرکائیے، دنیا میں جو کوئی رئیس ہوتا ہے بے اختیاری میں بھی لوازمات ریاست اور مستحقاق کا خیال رکھتا ہے، یہ ریاست ہی نئی دیکھی، میرا باپ بھی رئیس تھا۔ اور بھی ریاستیں دیکھیں، بادشاہت بھی دیکھی، تعلقہ داروں کو بھی دیکھا یہ بات کہیں نہیں دیکھی اور نہ یہ استادی شاگردی دیکھی، آپ اپنا حال تو صاف صاف مجھے لکھئے مہاراجہ بیکنٹھ باشی حکام سے کیا کہہ گئے ہیں، اختیار میں کیا شتی لگی ہوئی ہے، کوئی میعاد بھی مقرر ہے کہ نہیں، تصویر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ماشاءاللہ اچھے خاصے ہٹے کٹے آدمی ہو، آمدنی آپ کی ذات خاص کو ریاست سے کیا ہے، ملک کی آمدنی کس قدر ہے، سرکار کو کیا نذرانہ جاتا ہے، مہاراجہ بیکنٹھ باشی کئی لاکھ روپیہ نقد چھوڑ گئے ہیں، اس روپیہ کے یا تو

---

[1] مطابق ۱۸۸۹ء و ۱۸۹۰ء۔

نوٹ خرید لئے جائے کہ آمدنی بڑھتی یا زمینداری لیا جاتا یا یہ کہ یہ روپیہ خدا نا خواستہ یوں ہی تلف ہوگا یا سرکار میں نذر دیا جائے گا، افسوس ہے آپ سے اپنا ملک اپنا مال نہیں لیا جاتا، اس کے لینے کا وہی طریقہ ہے جو پہلے لکھ چکا ہوں، بعض رئیس کوتاہ عقل جن کو اپنی نام آوری، رعایا پروری منظور نہیں ہوتی، وہ سکتے ہیں اوہ جی ہمیں کیا غم ہے ہماری پلاؤ کی رکابی کہیں نہیں گئی پر یہ نہیں سمجھتے کہ ملک و رعایا جو ودیعت الٰہی ہیں ان کی حفاظت و نگہداشت ہمارے ذمے فرض

ہے ؎

آپ ہیں راجہ حضرتِ بیدار

بھیجئے جلد داغ کو کلدار

آگے توفیق۔

اے میرے راجہ بہادر! مجھکو کیا معلوم کہ کان پنجاب، جانِ پنجاب کون ہے، میری عاشق مزاجی کا شاہد واقعی میرا کلام ہے، جب سامنے معشوق ہوتا ہے تو تو سرور حاصل ہوتے ہیں، مجھکو شراب پینے کی ضرورت نہیں، پشت پر ایک دانہ نکلا ہے جس کی سوزش الحفیظ، فصد ہوئی، جونکیں لگیں، مسہل ہوئے، راجہ صاحب آپ اپنی طرف سے ایک خط منی بائی حجاب کو ضرور بھیجئے۔ بدیں مضمون کہ ہماری نظر سے آپ کی مثنوی گذری اگر یہ حال سچ ہے تو نہایت لائق آدمی ہو بلکہ منتخب روزگار مگر ایک بات ہے، باوصف اس علالت شدید کے آپ رام پور نہ جائیں، یہ وضعداری سے نہایت خلاف ہے، جب تم سا شخص باوصف اس خلق کے ایسی کج ادائی کرے تو کیا کسی سے اُمید ہو، اور اگر مصارف کی ضرورت ہے تو صرفِ مناسب کا میں کفیل وکیل ہوں، ہمارا راجہ صاحب! یہ نہ جانیئے گا کہ اُستاد،

مجھے بھساتے ہیں، وہ ایسے آدمی نہیں کہ میرے باب میں اور کسی سے تکلف ہو، یہ الفاظ آپ کے مرتبے کے موافق لکھوائے جاتے ہیں؛ آئندہ آپ جانیں، آپ کے خط کے جواب میں دیر ہو تو آپ ان سے ناراضگی حاصل کر کے مجھے جلد اطلاع دیجئے گا، میرا مدعا یہ ہے کہ ہر طرف سے اس پردے دسے کی جا دے مگر پھر یہ کہتا ہوں کہ گلہ ار ضرور لوں گا جو آپ کی توفیق ہو، اب لہ تک میں نے سیر کی ہے، اگر زندگی ہے تو کبھی نہ کبھی پنجاب کی سیر ضرور کروں گا، آفتاب داغ مطبع انوار الاخبار لکھنؤ میں چھپا ہے آپ ایک روپیہ بھیجکر وہاں سے منگا لیجئے، کیوں صاحب ہم کیسے بے تکلف ہیں۔

داغ دہلوی

# بنام بے خود دہلوی

## "تعارف"

سید وحید الدین آپ کا نام تھا، بے خود تخلص ۱۲۷۹ھ میں بھرت پور میں پیدا ہوئے، تعلیم و تربیت دہلی میں پائی، ابتداء میں مولانا حالی سے مشورۂ سخن فرمایا اور پھر مولانا حالی نے ہی داغ صاحب کا شاگرد کرا دیا، داغ کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے، آپ کے دو دیوان بنام گفتار بے خود اور درشہوار بے خود شائع ہو چکے ہیں ۱۹۵۵ء میں انتقال فرمایا۔

میر صاحب!

اب تک بفضلہ خیریت سے ہوں اور آپ کے ملنے کا مشتاق یہاں آئے تو میرے پاس نہ رہے گئے تو دنادے گئے تخلص سے میں گھبراتا ہوں، اگرچہ یہاں روزگار عنقا ہے مگر اپنا گھر ہے، اُمید پر آدمی کی زندگی ہے، شاید کبھی تقدیر یاوری کر جائے، اپنے والد ماجد کی خدمت میں میری طرف سے تسلیم کہہ دیجئے اور غزلوں کے اشعار تو مجھے پسند آئے، پہلی غزل بے مثل ہے کہ جس کی نقل میں نے لی، آپ کو اسکی قدر نہیں۔

نواب مرزا خاں داغ عفی عنہ
یکم ذی القعدہ ۱۳۱۰ھ

---

۲
۱۰۳

سید بے خود صاحب!

تمہارا کلام ایک دن بھی یہاں نہیں رہتا، اُسی وقت سفر و حضر میں دیکھ کر بھیجتا رہتا ہوں مجھکو کیا خبر کہ تم تین مہینے سے دلّی میں ہو، پہلے کیوں نہ اطلاع کی۔ جہاں پہلے مقیم تھے وہیں کلام بھی گیا ہوگا، دریافت کرو۔ میں ماہ رجب سے سفر میں ہوں۔ شیر کا شکار ہو رہا ہے، اس وقت جھاڑی میں نظام کا کیمپ ہے یہاں کبھی کوئی بادشاہ تو کیا فقیر بھی نہیں آیا۔ موسم گرم، ویرانہ محض ہے مگر بقول

ہر جا کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت

دیکھیے کب تک یہ سفر ہوتا ہے، حیدر آباد سے ایک سو تیس کوس تک تو آنا ہوا ابھی ایک ہی شیر شکار ہوا ہے، جن کے واسطے دیوان مانگتے ہو ان کو میں نہیں جانتا، واضح طور پر لکھو دیوان کیا اس جنگل سے تھوڑی دخت کہو تو بھیج دوں، جواب اس کا حیدر آباد بھیجنا، یہاں انگریزی ڈاک نہیں آتی۔

نواب فصیح الملک داغ دہلوی

۱۸ر شوال ۱۳۱۱ھ

---

٣
۱۰۴

واہ میر صاحب!

کیا خوب غزلیں لکھی ہیں، نہایت جی خوش ہوا، خود یہاں حاضر ہو کر ہم کو مبارکباد دو۔ دُور کے ڈھول ہم نہیں سنتے، ہمارا دل دُکھا کر تم چلے گئے ہو اسی صبر میں تم گرفتار ہو، صاحب عالم مرزا خورشید عالم اور بھائی امیر مرزا بھی یہیں موجود ہیں۔ سب کو یاد کرتے ہیں، فقط سب کا سلام۔

---

٤
۲۵

میر صاحب!

مہینوں بعد یاد کیا اور پھر اُلٹا اشتیاق جھوٹا جتلایا، میں چاپلوسی کا کلام کہنے والا نہیں، چار مہینے سے بلائے ضعف معدہ میں سخت مبتلا ہوں، آپ کی سب غزلیں بہت خوب ہیں کس کس پر صاد کروں، جکادل کے باب میں جو لکھا ہے پہلے

یہ لکھو کہ گھوڑے کا سن کیا ہے، چکادل کتنے زمانے سے ہے، کیا کیا علاج ہوئے ہیں ورم تحلیل کیا گیا یا مادہ بہایا، مفصل لکھو تو کچھ میں بھی لکھوں۔ والسلام۔

داغ دہلوی

۲۵ ستمبر ۱۸۹۲ء

مکرر گلدستہ زبان اردو جو راسخ نے نکالا ہے اس کو رونق کلام سے دو کہ زبان دہلی ختم ہوئی جاتی ہے، مبارک ہو کہ میری ترقی ساڑھے پانسو روپیہ ماہوار ہو کر ایک ہزار روپیہ ماہوار ہوئی۔

---

۵
۱۰۶

بے خود بہانہ ساز ہو تم جانتے ہیں ہم

زبان دہلی میں غزل کیوں نہیں دیتے، بھائی امیر مرزا صاحب جے پور واپس گئے، صاحب سے مل کر بتادوں گا، اس وقت وہ خواب راحت میں ہیں دعا کرو کہ لوازم خطاب جلد ادا ہوں، بہت زیر بار ہوں، غزلیں بے مثل لکھی ہیں۔

داغ دہلوی

۲۲ جنوری ۱۸۹۳ء۔ بوقت ۱۰ بجے شب

---

۶
۱۰۷

دلی جاکر خوب مزے اڑائے، ہمارے خط کا جواب کیوں نہ آیا، لکھ کر بھی ذلیل ہوئے، آخر جن کے پاس گئے تھے وہ کیا کہتے ہیں، اب تو گھوڑا بھی لے گئے

اور خرچ بڑھ گیا، یہاں انقلاب عظیم ہوا کہ مولوی مشتاق حسین صاحب حسب الحکم موقوف ہو کر یہاں سے چلے گئے، مہدی حسن صاحب معطل ہوئے اور لوگ رواروی میں ہیں، ویسرائے کے آنے کی خبر گرما گرم ہے۔ تیاریاں ہو رہی ہیں، ایسے انقلاب میں جب امن ہو تو کوئی تدبیر نظر آئے، اعلیٰ حضرت دام اقبالہ کو میں نے لکھ دیا ہے کہ اس فن کا شوق ہے تو دو چار اہلِ زبان خدمت میں رکھئے۔

مجکو اب تک نہیں بلایا، مگر ایسے شفقے تعریف اور دل جوئی کے آئے کہ ان کا شکر ادا نہیں ہوسکتا میرے گھر کے لوگ مع انا بسم اللہ وغیرہ دس آدمی چلے گئے۔ شبیر حسن بھی ان کے ساتھ گئے، دیوان چھپ چکا ہے، کاتب دو مہینے بیمار رہا پھر کچھ سنبھلا پھر کچھ لکھا اب پھر بیمار ہے، تین سو تیس صفحے چھپ چکے ہیں اب تم اپنے ارادے سے جلد مطلع کرو۔

داغ دہلوی۔ ۲۲ر اکتوبر ۱۸۹۶ء

۱۰۸

ہم گرچہ ہیں دکن میں و لے بے خبر نہیں

میر صاحب!

میں بھی بہت علیل رہا، خدا نے بچالیا، بنگلہ پلی میں تین مہینے سے ہم رکاب بندگان عالی ہوں، حاضر الوقت حافظ محمد یوسف خاں تشنہ بلند شہری آداب عرض کرتا ہے، سبحان اللہ کیا کہنا ہے، کلام ہے آپ کا یا سحر سامری ہے، میں تین مہینے سے حاضر خدمتِ اُستاذی ہوں دُعائے خیر سے یاد فرمائیے۔

فصیح الملک داغ دہلوی

سید صاحب!

میری غزل کی تو دھجیاں اُڑا دیں، اور ابھی حسرت باقی ہے، کیا کیا نئے مضمون نکالے ہیں کہ رشک آتا ہے

یہ چند سطور جناب بے خود کی غزل کی پشت پر درج کی گئی تھیں۔

---

۹
۱۱۰

سید صاحب!

جنگلی مل کو میں نے خط لکھا تھا، معلوم ہوا وہ ان کو نہیں پہونچا جن کتابوں کی ضرورت تھی وہ یہاں مل گئیں، اب ضرورت نہیں، کتب مطبوعہ کی فہرست اُن سے لے کر بھجوا دو ماثر الامراء جو کلکتے میں چھپی ہے وہ تمام و کمال وہاں کہیں ہو تو اس کی قیمت دریافت کر کے لکھنا، میری طبیعت ابھی تک بالکل صحیح نہیں ہے وجع مفاصل کی تکلیف ہے، اس کی دوا ہو رہی ہے، تمھارے ہاتھ کے ہرن کے کباب بہت یاد آرہے ہیں، یہاں ہرن میسر نہیں، کباب اُڑ کر آ نہیں سکتے، کیا مزے کی چاٹ تھی کہ اب تک ہونٹ چاٹ رہا ہوں، سراج الدین خاں مرزا خورشید عالم سلام کہتے ہیں، آپ کے والد ماجد کی خدمت میں سلام پہنچے۔

۲۶ر دسمبر ۱۹۰۳ء از حیدر آباد دکن۔

ہرن کے کبابوں کا واقعہ جناب بیخود دہلوی نے اپنے ایک مضمون "داغ کی شخصیت" موشوعہ رسالہ ساقی جنوری ۱۹۴۰ء میں بڑے

پُرلطف انداز سے بیان کیا ہے، آپ بھی سنیئے۔

"شام کا وقت ہے دربار (۱۹۰۳ء دہلی) کا موقع ہے، اعلیٰ حضرت حضور نظام کا کیمپ دلی کلب میں رونق افروز ہے، ایک خیمہ داغ صاحب کو ملا ہوا ہے میں حاضر خدمت ہوں، رمضان المبارک کا مہینا، افطار کا انتظام، استاد خود افطاری تیار کرا رہے ہیں گو روزے سے نہیں ہیں لیکن ثواب میں حصہ بٹانا چاہتے ہیں، میں نے دست بستہ عرض کیا کہ "گھر جا کر روزہ کھول لوں گا"۔ آپ کیوں تکلیف فرما رہے ہیں ارشاد ہوا۔ "ارے سید تجکو تیرے نانا بخشوالیں گے مجھ کو کبھی تو ثواب کما لینے دے"۔ باتیں کرتے کرتے کہنے لگے "بیخود یار ہماری طبیعت تو کُند ہوئی جا رہی ہے"۔ میں نے کہا اُستاد کیا فرما رہے ہیں آپ آپ کی طبیعت اور کند یہ تو خنجر بُرّاں، تیغ آب دار ہے اسکو زنگ کی آفت سے کیا کام، بولے "تو تو جانتا ہے کہ حسینوں کو دیکھتا ہوں اور خوب صورت شعر کہتا ہوں، یہ ٹھہرا کیمپ کا معاملہ یہاں پریوں کے پَر جلتے ہیں اور ہاں میاں بیخود ایک دفعہ تم نے ہرن کے کباب کھلائے تھے وہ اس مزے کی چاٹ تھی کہ آج تک ہونٹ چاٹتا ہوں، حیدرآباد میں ہرن دیکھنے کو نہیں ملتا، اس کے گوشت کو جی ترستا ہے، ایک دفعہ تو پھر ویسے ہی کباب کھلا دے، خدا کرے تیری طبع شوخ و شنگ میدان سخن میں ہرن کی طرح چوکڑیاں بھرے میں نے کہا بہت بہتر، ایک دو روز میں حاضر کر دوں گا، بڑی دیر تک

تھا. دل من داند و من دانم و داند دلِ من. رات گئے واپس آیا، صبح جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ دروازے پر آدمی نے آواز دی۔ معلوم ہوا اُستاد نے پرچہ بھیجا ہے۔ کھول کر پڑھا تو صرف یہ مصرعہ درج تھا ع

نہیں ملتی یہاں ہرنی ترستا ہوں کبابوں کو

میں "ہرنی" کا بھی مطلب سمجھ گیا اور کبابوں کا مدعا بھی، استاد کو آہو چشموں سے کچھ اس بلا کا عشق تھا کہ ان کی مفارقت سے وحشت ہوتی تھی اور ان کی موانست سے طبع چابک دست چوکڑیاں بھرنے لگتی تھی، میں نے دوسرے روز ہرن کی دو رانیں منگوا دیں کے ایک رکاب دار کے حوالے کیں اور کہہ دیا کہ سیخ کے کباب اور جس جس طرح کے کباب تم کو پکانے اور تلنے آتے ہیں دو پہر سے پہلے پہلے تیار کر دو۔ مزید برآں مختلف قسم کے اور کھانوں کا بھی اہتمام مثلاً نورمحلی پلاؤ۔ کچی بریانی، زنگترا پلاؤ، دو تین طرح کے پرندے، متنجن اور نان پاؤ کے ٹکڑے دو بہنگیوں پر رکھوا کر جا پہنچا، یہ وہ زمانہ تھا جبکہ یہ ضیغم میدانِ سخن دری گو عمر میں بڈھا تھا لیکن طبع جوان رکھتا تھا، فربہ اندام، دراز قامت، چوڑی ہڈی، بھرا ہوا چہرہ، بڑی بڑی شوخ آنکھیں ع

آنکھ میں شوخی کس بلا کی تھی

کچھ کہا نہیں جاتا، نگاہِ قیامت کی فتنہ زا جو سینے کے پار ہو دل میں گھر کرے۔ غرض کہ داغ صاحب عجب سج دھج سے بیٹھے تھے، بہنگیاں دیکھ کر بولے "حضرت یہ اتنا کیا لے آئے آپ، کیا آپ کسی کی دوکان اُٹھا لائے" جاڑے کا موسم تھا، تمام چیزیں ٹھنڈی ہو چکی تھیں، میں نے عرض کیا کھانا نوش فرمانے سے آدھ گھنٹہ پہلے فرما دیجئے گا تاکہ کھانا گرم ہو جائے فرمایا۔ "وقت ہو گیا ہے خضاب دھو کر کھانا کھاؤں گا۔ آدمی کو بلا کر کہا دیکھو محبوب یار جنگ صاحب سے میرا سلام کہو اور کہنا آپ نے کھانا نہ کھایا ہو تو میرے ساتھ کھائیے" اس عرصے میں میں نے رکابدار کو حکم دیا کہ کھانا گرم کرے اور دہی اور مکھن لگا کر سیخیں سینکنی شروع کیں۔ داغ صاحب نہایت سیر خور اور خوش خوراک تھے، کھانا کھانے تھے اور مزے لے لیکر کھاتے تھے

---

$\frac{10}{111}$

داغ نواز!

میں جنگل کی سیر کر رہا ہوں، کل عجیب واقعہ ہوا، ایک شیر خوں خوار و آدم خور شروع رات ہی میں کیمپ دستۂ خاص میں گھس آیا چاہتا تھا کہ کسی کو لقمہ بنائے کہ ایک شور اٹھا سب لوگ ادھر متوجہ ہو گئے اور اس حصّے کی جانب دوڑ پڑے شیر خوں خوار بھاگ چکا تھا، آج صبح سے اس کی تلاش میں جنگل کا کونا کونا چھانا جا رہا ہے حضورِ عالی کو فکر ہے کہ کیوں کر جلد یہ مارا جائے اسی دستوں کو گشت

کیا ظہور میں آتا ہے۔

جنگل کی آب و ہوا مجھے راس نہیں آئی کئی روز سے طبع مضمحل ہے آثار اچھے نہیں، پیری و صد عیب کا نمونہ بن گیا ہوں، ہر طرح کا آرام ہے ہر آسائش میسر ہے مگر کوئی نہ کوئی شکایت چلی جاتی ہے۔ شعر کہنے کو دل نہیں ہوتا دو مہینے سے کچھ نہیں کہا، تمھاری غزل کا منتظر ہوں تم نے اسی وقت کیوں نہ بھیجی، خط حیدرآباد کے پتہ پر ہی بھیجو فقط

فصیح الملک داغ دہلوی۔

---

۱۱
۱۱۲

سید صاحب!

اس وقت آپ کی دو غزلیں پہونچیں، مجھے پسند آئیں، دو شعر پہلی غزل کے کاٹ ڈالے گئے ہیں وہ یہ ہیں:۔

آپ ملتے ہیں کب یہ ہنس کے کہا　　جب کوئی ہم سا دوسرا بھی ہو

تم بھی جھوٹے رقیب بھی جھوٹا　　جب ہمارا یہ نقشِ پا بھی ہو

ایک شعر یوں بنایا گیا ہے

آرزو ہے کہ آرزو نہ رہے　　کہیں پوری مری دعا بھی ہو

دوسری غزل کے پہلے مطلع میں یہ اصلاح ہوئی:۔

نگاہِ شوخ کہاں شرمسار آنکھوں میں　　کھٹک رہا ہے کوئی بیقرار آنکھوں میں

ایک شعر اور یوں بنایا گیا ہے ؎

وہ بے پیے بھی تو مستی میں چور رہتے ہیں
کہ سُرخ ڈوروں کی کیا ہے بہار آنکھوں میں

ایک شعر میں ؎

ادا کا نام نہیں ہے حیا کا نام نہیں
کچھ اور ہے تری غفلت شعار آنکھوں میں

ایک شعر میں ؎

عیاں ہوا ہے یہ سایہ سیاہ بختی کا
کہاں ہے سُرمہ مری سوگوار آنکھوں میں

آپ کا "اصلاح" پرچۂ غزلیات حضرت بندگان عالی مدظلہ حضور نظام کے ملاحظہ میں بھیج دیا گیا ہے اسی وجہ سے رکھ لیا گیا ہے، میری طبیعت ناساز ہے اور نقرس میں مبتلا ہوں، شاگردوں کا رجسٹر جو آپ نے طلب کیا ہے، ایک کتاب ہے، کوئی لکھنے والا مل جائے تو لکھوا کر بھیج دیا جائے گا۔ زیادہ فقط

فصیح الملک داغ دہلوی

۵ر اکتوبر ۱۹۰۰ء بروز جمعہ

---

۱۲
۱۱۳

داغ کا سلام لے لو خود کو بہو بنے، میں اچھی طرح ہوں، ۶ مہینے کے بعد سفر سے واپس آیا، آجکل بمبئی حضور کے ہمرکاب "فلک نما" ہوں، تم ہر بار یہ لکھتے ہو تمھیں بلاؤں، تمھارا گھر ہے، قسمت آزمائی کرو

فصیح الملک داغ دہلوی

۷ر اگست ۹۲ء

۱۱۴

سید صاحب!

تین مہینے کا سفر کر کے عید کے دن ہم آئے، ۲۵ رمحرم کو حضور کے ساتھ شکار کو جاتے ہیں، یہ بھی کئی مہینے کا سفر ہے، ایک دن طبیعت صحت سے نہیں رہتی، جناب مولوی صاحب کی خدمت میں میری طرف سے سلام کہدینا، ان کو میں اپنا قدر داں سمجھتا ہوں، ہرن کے کباب جو دلی میں تم نے کھلائے، کس مزے کی چاٹ تھی کہ اب تک ہونٹ چاٹتا ہوں آپنے والد ماجد کی خدمت میں تسلیم کہدینا اور احباب کو سلام، مرزا سراج الدین احمد صاحب سے آپ سے ملاقات ہوئی ہوگی ایک غزل کہی ہے اس کا مطلع تمھیں سناتے ہیں مطلع

دیکھیے اس سے ملاتا ہے خدا کون سے دن
کون سی رات ہے مقبول دعا کون سے دن

اس کو اپنی طرت سمجھ لو، غزل صاف خط میں لکھا کیجئے اور بین السطور ہوں اصلاح کے لئے جگہ چھوڑیئے۔

فصیح الملک داغ دہلوی

محرم ۱۳۲۱ھ

---

۱۴
۱۱۵

سید بے خود صاحب!

تمھارا دوسرا خط آیا: پہلے کا جواب لکھ چکا ہوں، میری طبیعت ابھی نا درست

ہے، میری صحت کے لئے عمل اور دعا پڑھے جاؤ حسب فرمائش تاریخوں کے نام اور مطبع کا پتہ لکھا جاتا ہے، والدعا آئینہ تواریخ مطبوعہ نظامی کانپور۔ اُم التواریخ مصنفہ حسن علی فرحت مہتمم دہلی پنچ۔

فصیح الملک داغ دہلوی

۲۸ اگست ۱۸۹۵ء

# خط بنام جعفر علی

۱/۱۱۶

نواب[1] صاحب مصدر الطاف وکرم دام عنایتکم

عنایت نامہ آیا، بہ سبب علالت کے جواب میں دیر ہوئی۔ ڈھکنے ٹھلیوں کے نوایجاد بقیمت بھجوا دیجئے عیسوی سن کی تاریخ تو لاجواب ہے مگر مستزاد کی بحر میری سمجھ میں نہیں آئی، آپ کا خط ملفوف بھیجتا ہوں، مکرر ملاحظہ فرما کر میری تشفی فرمائیے زیادہ نیاز، آپ کا کارڈ بھی ملفوف ہے۔

فصیح الملک داغ دہلوی

---

۲/۱۱۷

مشفقی ومحبی، السلام علیکم!

اُمید کہ آپ بہ خیریت ہوں گے، ایک دو سال سے بیماری کا سلسلہ چلا

---

[1] یہ خط نواب سید جعفر علی صاحب رئیس فتح گڈھ کو لکھا گیا تھا اور جن نوایجاد ڈھکنوں کی فرمائش کی گئی ہے وہ جست کے پیچدار ڈھکنے تھے جو ٹھلیوں پر سرپوش کا کام دیتے تھے۔

جاتا ہے، کوئی نہ کوئی شکایت قائم رہتی ہے۔ درد نقرس کا پا نمکار ہوں بہرحال جب تک جان ہے ان امراض سے چھٹکارا مشکل نظر آتا ہے، آپ نے فرخ آباد کے لوٹوں کی فرمائش پر مجھے لکھا تھا کہ یہاں کے لوٹے بدوضع ہوتے ہیں، میں آپ کی بات نہ مانا اور لوٹے منگائے۔ خدا کی قسم ٹرجا پے میں بھی ہیں ان لوٹوں سے زیادہ خوب صورت ہوں، زیادہ کیا لکھوں۔

فصیح الملک دہلوی (حیدرآباد)

# خط بنام حیدر علی خاں

۱۱۸/۱

نواب صاحب عالی جناب معلی القاب مصدر الطاف بے کراں،

زید اللہ اقبالہ! تسلیم نیاز قبول ہو۔ اخبار دبدبۂ سکندری (رام پور) کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ آپ نے صاحبزادی صاحبہ کی شادی بڑی دریا دلی سے فرمائی یہ خاکسار بھی مبارکباد دیتا ہے، میں نے اسی کو غنیمت جانا کہ از روئے اخبار مجکو خیریت تو معلوم ہوئی ورنہ آپ نے تو سلسلۂ خط وکتابت بلا وجہ عرصے سے موقوف کر دیا ہے، صاحبزادہ محمد سعادت علی خاں بہادر نے بھی یاد نہیں کیا میں مکلف خدمت اسی قدر ہوں کہ خیریت سے یاد وشاد فرماتے رہیئے۔

اگر ہوس است ہمیں قدر بس است

شیخ کلن صاحب کو میں نے خط لکھا کہ وہاں کی خیریت لکھو، انھوں نے جواب قلم انداز کیا۔ اس سے سخت افسوس ہوا۔ زیادہ نیاز

خاکسار فصیح الملک داغ دہلوی ۱۰ر فروری سنہ ۱۹۰۲ء

(محبوب گنج۔ حیدر آباد دکن)

مکتوب الیہ نواب کلب علی خاں کے بھائی تھے، رامپور سے ترکِ سکونت کر کے قصبہ بلسی ضلع بدایوں میں رہنے لگے تھے، بقول مولانا احسن مرحوم مرزا داغ سے خصوصی اور بے تکلفانہ تعلقات تھے۔ ریاستی تعلقات کے ساتھ مثنوی فریادِ داغ کے واقعات سے بھی آپ کا تعلق تھا، داغ صاحب کا ایک خط کسی نامعلوم شخص کے نام کا مجھے دستیاب ہوا ہے وہ اس معاملہ پر روشنی ڈالتا ہے لہٰذا اسے اُسی جگہ درج کرتا ہوں۔

$\frac{2}{119}$

محب داغ! اگر آپ مجھے یہ لکھ سکیں کہ نواب صاحب کی بلائی ہوئی حجاب گئی تھیں یا خود انھوں نے ڈورے ڈالے تھے تو بڑی بندہ نوازی ہو، میرا دل و دماغ پھنک چکا ہے، دل میں زخموں کی حد نہیں رہی اور پھر یہ روز و شب کی نمک پاشی، تلملایا جاتا ہوں، آپ طرفین کے حالات سے واقف ہیں، خوب معلوم ہے آپ کو کہ نواب صاحب کے مقابلے میں سوائے اس کے کہ اپنے عشق کی آگ میں جل بھن کر کباب ہو جاؤں کچھ نہیں کر سکتا، آپ شاید نواب صاحب سے کہہ سکیں کہ داغ حجاب کے تیرِ نظر کا بے طرح گھائل ہے آپکی دل بستگی کے لئے اور بھی سامان ہیں لیکن یہ بے چارہ حجاب کو نہ پائے تو کہاں جائے اور

کہیں جائے تو وہ پھانس جو دل میں پیوست ہے کیسے دور ہو، جواب کے انتظار میں بے چین رہوں گا۔

داغ دہلوی

---

# خطوط بنام کنور اعتماد علی خاں حسرت

## "تعارف"

حسرت، قصبہ سعد آباد ضلع متھرا کے رہنے والے بڑے معزز اور متمول رئیس تھے۔ شاعری سے فطری لگاؤ تھا، بڑے صاحبِ علم اور باکمال شاعر تھے ان کو داغ کے دور اول کے شاگردوں میں شمار کیا جا سکتا ہے، اُستاد کے بڑے مخلص اور ہمدرد شاگرد تھے، داغ صاحب ان کی بڑی عزت کرتے تھے، نوح صاحب ناروی نے نگار کے داغ نمبر میں داغ کے چھوٹے اور بڑے بہت سے شاگردوں کا ذکر کیا ہے لیکن حسرت کا ذکر موصوف نے نہیں فرمایا حالانکہ بعض خصوصیات کے اعتبار سے کنور اعتماد علی خاں کو داغ کے تلامذہ میں سب سے اہم درجہ حاصل تھا، وہ داغ کے اس زمانے کے ساتھیوں میں سے تھے جب وہ حیدرآباد میں اُمیدوارانہ زندگی گذار رہے تھے، دو ایک بار حضرت داغ سعد آباد بھی تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ وہاں

قیام بھی فرمایا[1]۔ داغ صاحب کنور اعتماد علی خاں کی کتنی عزت کرتے تھے اس کا اندازہ ان کے نام کے خطوط سے کیا جا سکتا ہے، ۱۹۳۶ء میں وفات پائی۔

---

۱
۱۲۰

نواب صاحب!

میں نے دردِ نقرس کی نہایت تکلیف اٹھائی، ابھی صحت نہیں ہوئی مگر تخفیف ہے، آسمان سرزمین دہلی میں نہیں رہنے دیتا، سردار مرزا[2] نے بابت مکان رامپور کے نوٹس مجھکو دیا ہے، روپیہ مفت کا ان کے پاس ہے، جھگڑے کرتے ہیں مرزا مختار الدین[3] خاں کے گھر کے ڈگ کل انبالہ گئے، بچّہ[4] کے جانے کا نہایت قلق ہے برخوردار تحصیل[5] علی خاں کی صحت سُن کر جان میں جان آئی، میری طرف سے دُعا

---

[1] دوران قیام سعد آباد داغ صاحب نے اپنے دست و قلم سے نہایت خوشخط ایک قطعہ لکھ کر کنور اعتماد علی خاں کو دیا تھا جس کی نقل ملاحظہ ہو۔

"ہو اللہ اکبر"

ملکِ عرب ہے روم ہے سلطاں کے واسطے
تاتار اور چین ہے خاقاں کے واسطے
انگلینڈ و ہند قیصرِ ذی شاں کے واسطے
ایران و سیستاں شہِ ایراں کے واسطے
سارا جہاں بنا ہے جہاناں کے واسطے
کونین اعتماد علی خاں کے واسطے

حررہٗ داغ دہلوی من مقام سعد آباد

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۰۶ھ

[2] سردار مرزا [3] مرزا مختار الدین داغ کے داماد تھے۔
[4] مرزا ناصر الدین احمد خاں [5] تحصیل علی خاں مکتوب الیہ کے لڑکے کا نام تھا

کہنا، بچی کو پیار کرنا، سب دوستوں کو سلام پہونچے، آگرے کے سوداگر سے جو
انگریزی جوتا بادامی چمڑے کا بنوایا تھا اس سے بہت وثیست جواب حاصل کر کے
مجھے اطلاع دیجئے، میرے عزیز میری تصویریں مانگتے ہیں، چند تصویریں اپنے
پاس رہنے دو باقی مجھے بھیجدو کہ میں کہاں منگاتا پھروں، مرزا امام علی[1] بیگ
صاحب اگرچہ نواب صاحب کو بے شک ہمارا خیال ہوگا اور رہے گا اور ۴ ہزار
روپیہ کے مقدمے میں کوشش ہوگی مگر تم بھی یاد دلاتے رہنا۔ زیادہ خیریت ہے
جس وقت آپ کا خط آتا ہے اسی وقت میں جواب لکھتا ہوں۔

راقم۔ داغ دہلوی ۱ر جولائی ۱۸۹۹ء

---

۲
۱۲۱

جناب والا سلامت!

پرسوں چہار شنبہ کو خط مفصل لکھ چکا ہوں، یہاں سب طرح خیریت ہے، مگر میں
علیل ہوں کہ ٹخنے سے نیچے تک بائیں پاؤں میں درد ہو کر ورم ہو گیا ہے، نہایت
تکلیف ہے، آپ کا خط ۲ر کا لکھا ہوا اس وقت ۶ر کو پہونچا، طبیعت کی صفائی نہ ہونے
سے تردد ہے، احتیاط پرہیز، معالجہ شرط ہے، میں اپنی زندگی سے زیادہ آپ کی دُعا
مانگتا ہوں کہ آپ ہی پیٹ کی خبر لے رہے ہیں، معاملہ معلومہ کا خیال رہے جس کا
وعدہ مہینہ بھر کا ہے ورنہ زہر کھانا پڑے گا، میں باہر نہیں نکلتا کہ قرض خواہ تکلیف
دیتے ہیں، اشعار سب اچھے ہیں، آفریں ہے، جلد جلد خیریت لکھئے، بچوں کو دُعا

[1] مرزا امام علی بیگ افسوس۔

احباب کو سلام پہونچے۔

داغ دہلوی۔ ۹ر جولائی ۱۸۹۹ء

---

۲
۱۲۲

بندہ نواز!

کل ایک خط مع غزلوں کے روانہ کر چکا ہوں اس کے علاوہ کئی خط روانہ کئے ہیں آپ رسید نہیں بھیجتے کیا میرا کوئی خط نہیں پہونچا، روپیہ بھی تار پر منگایا تھا یقین ہے کہ وہ خط بھی پہونچا ہوگا، خلیفہ عبدالعزیز شاہ دلّی میں بیمار تھے، اب اچھے ہیں اُن کو آپ خط لکھ کر میرے گھر کا حال دریافت کرتے رہئیے اور تسلّی کرتے رہیئے، برخوردار ان کو دُعا، مرزا امام علی بیگ کو سلام پہونچے یہاں جو میں نے مشاعرے کی غزل لکھی تھی یقین ہے کہ ریاض الاخبار میں چھپ کر آپ کے پاس پہونچی ہوگی۔

راقم۔ داغ دہلوی

---

۴
۱۲۳

بندہ پرور!

میں ان دنوں سخت پریشان ہوں، خدا رحم کرے، دُعا کیجئے، ایک لفافہ کا جواب باصواب تو حیدر آباد سے آیا کہ حضور کلام دیکھ کر بہت خوش ہوئے، بہت تعریف فرمائی، کشیدہ خاطر نہیں ہیں دوسرا لفافہ بھی پہونچ گیا ہے، جواب ابھی نہیں آیا، میرے چلے آنے کا ان کو ملال تھا وہ بفضلہ رفع ہو گیا، کلدار کی بوچھاڑ

ہو تو کام چلے، پہلی غزلیں پیچھے بھیجوں گا، طبیعت حاضر نہیں ہے ان زمینوں میں
ایسی بے ساختہ غزلوں[1] نے تو میرا جی چھڑوا دیا۔ بچوں کو دعاء احباب کو سلام۔

داغ دہلوی۔ ۱۲ اگست ۱۸۸۹ء

---

۵/۱۲۴

بندہ نواز!

۱۹ کو غزلیں اصلاح شدہ واپس گئیں، میں لکھ چکا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ
منگل کے دن ۸ شعبان کو حیدر آباد روانہ ہوں گا، حضور پر نور کو لکھ بھیجا ہے کل تار
بدیں مضمون آیا کہ تمہارا وہاں ٹھہرنا مناسب اور اچھا نہیں پھر خط بھی کل آیا میں
روپیہ کے انتظار میں تھا کہ کنور صاحب آدمی کے ہاتھ روپیہ بھیجیں گے۔ آج کے
خط سے معلوم ہوا کہ میرا خط نہیں پہونچا، ہوش جاتے رہے، شاید بعد میں پہونچا
ہو، میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ماضی[2] وہاں کے دینے ہیں اور دو سو میں پہونچ
جاؤں گا، سینچا زبان پورب کی ہے، خدا جانے کیا معنی ہیں، جس قدر جلد ہو سکے
بلکہ آدمی کے ہاتھ روپیہ بھیجئے، ضروریات بند ہیں، انشاء اللہ یہ سب روپیہ
جلد آپ کو پہونچے گا۔ مجکو جعفر علی خاں صاحب نے شادی میں پنڈرادل خط بھیجکر
اور آدمی بھیج کر بلایا تھا، میں نے صاف انکار کیا ع

---

[1] مکتوب الیہ نے جو غزلیں اصلاح کے لئے بھیجی تھیں، ان کا ایک ایک شعر ملاحظہ ہو۔

جو ایک ہاتھ میں سر غیر کا اڑا دو تم ۔۔۔ تو قتل گاہ میں ہم بھی ملیں تمہارے ڈنڈ

بے سبب کیوں خفا ہو کیا باعث ۔۔۔ نہ کھلا ہم کو رنج کا باعث

کرا دماغ کہ از کوئے یار برخیزد

میں چاہتا ہوں کہ وہاں آرام سے پہونچ جاؤں، گرمی کی طرف سے نہایت پریشان ہوں،

داغ دہلوی۔ ۲۲ مارچ ۱۸۹۰ء

---

۶/۱۲۵

جناب والا!

برخوردار کے ختنہ کی شادی مبارک ہو، کئی دن سے گھر سے باہر نکلا پڑا ہوں آج وہ شادی ختم ہوئی مگر اس کی شاخیں باقی ہیں، میری عاقبت بخیر ہونے کی دعائیں ضرور مانگتے رہیئے۔

راقم۔ داغ دہلوی ۵۔ مارچ ۱۸۹۰ء

---

۷/۱۲۶

حضور پرنور، کنور صاحب عالی مراتب سلامت۔

آج آپ کا خط تار کے جواب میں آیا، اطمینان ہوا، ماہ مئی تک سو روپیہ ماہوار میرے پاس پچاس روپیہ ماہوار اپنی استانی کے پاس بطور قرض اگر آپ عنایت کیئے جائیں تو عین نوازش ہے یہاں میری کامیابی خاص حضور پرنور کی ذات سے متعلق ہے اور یہ ممانعت ہے اور کسی کے ممنون نہ ہونا میں یہاں ایک اعلیٰ شخص گنا جاتا ہوں، بندگان عالی کے دل میں بہت گنجائش ہے، یہ خاص طور سے معلوم ہوا کہ میری عرضی پر دستخط ہوئے مگر صندوق صرف خاص کا

بھی سررشتہ میں نہیں آیا کہ تعداد تنخواہ کی معلوم ہو، اب تک تو خدا نے یہاں بآبرو گزاری ہے کہ یہاں کسی سے قرض نہیں لیا۔ ہر دو چہ تین چار مہینے کی تکلیف اور ہے، خدا کی ذات سے اُمید تو یہی ہے کہ مہینے دو مہینے میں کامیابی ہو جائے اور حسب قاعدۂ سلطنت ابتداء سے تنخواہ ملے۔ چنانچہ یہ ارشاد بھی فرمایا ہے، مگر شرح تنخواہ کی نہیں معلوم ہے۔ نہ حکم جاری ہوا، صندوق کاغذات منتقلی کا سررشتہ میں آئے، اجرائے کار ہو جب سے ضروری کام بند پڑے ہیں۔ سات سو روپیہ ماہوار کی خبر ہے مگر جب تک ظہور کامل نہ ہو میں یقین نہیں کرسکتا، انشاء اللہ اس سے زیادہ کی اُمید ہے۔ پہلی فروری کو میرے پاس روپیہ پہونچنا چاہیئے اور اسی تاریخ تک دلّی میں میرے مکان کو، مکان کا پتہ یہ ہے، دلّی چاندنی چوک کوچہ نیچہ بندان میں خلیفہ عبدالعزیز مہرکن کے پاس پہونچکر میرے گھر میں پہنچے یا فقط خلیفہ عبدالعزیز کے پاس پہونچے یوں ہی کافی ہوگا۔ جس وقت دلّی آپ روپیہ روانہ کریں مجکو بذریعہ تار اطلاع دیں، اور جو میں نے استدعا کی ہے اگر منظور ہو یا نامنظور بمجرد ملاحظہ خط ہذا بذریعہ تار مجکو اطلاع دیجیے۔

اہل رائے گھبرا کر چلے جانے کو یہاں سے پسند نہیں کرتے اور حضور پر نور بھی مانع ہیں، صرف کثیر بھی ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے، میرا صرف یہاں زیادہ ہے اگرچہ قرض طلب کیا ہے مگر آپ کا حال میں جانتا ہوں، دلّی چاندنی چوک میں شمبھو ناتھ ایک بزاز مشہور ہے، قریب دو ہزار روپیہ کے اس کا دینا ہے، اس نے بڑا احسان کیا، عندالطلب وقتاً فوقتاً بغیر دستاویز کے بھیجتا رہا اب وہ بر سر فساد ہے کسی طرح سے چار مہینے تک اس کو سمجھا کر روکنا چاہیئے میری تحریر پر وہ عمل نہیں کرتا، تمہاری اُستانی کا خط جو گھر سے آیا، بڑی پریشانی لکھی اور شمبھو ناتھ

کے تقاضۂ شدید پر گھبرا گیا کچھ بن نہ آیا تو آپ کو لکھا گیا اگر سود کا روپیہ بھی ا
پاس پہونچ جاتا تو وہ ٹھہر جاتا، آپ بہ طور خود اس سے سود کا روپیہ دریا
کرکے مجھے اطلاع دیں، یہاں جو کچھ میں بختا ہوں وہ فی البدیہہ ہوتا ہے
دو گھنٹے کی فکر ہے جو ملفوظ بھیجتا ہوں، حضور کی فرمائشات ایسی ہی ہوتی ہیں
زبان کا لطف ہے اور فی الفور اس کی تعمیل کی جاتی ہے، حضور پر نور کا ار
کرنا بہت مشکل ہے، زیادہ خیریت اس کا جواب بہت جلد عنایت کیجئے۔ صاحبز
کو بہت بہت دعا کہیئے اور دوستوں کو سلام۔ ایام جمعیت و کامرانی مدام باد مر
۱۸ ر جمادی الاول ۱۳۰۶ھ روز دو شنبہ وقت شب۔

مکرر یہ ہے کہ شاہزادہ ڈیوک آف کناٹ بہادر یہاں تشریف لائے ہیں
حضور کے مہمان ہوں گے بڑی تیاری اور آرائش ہو رہی ہے، قریب آٹھ لا
روپیہ کے تو آرائش وغیرہ میں صرف ہوا اللہ دیکھئے کیا دیتے ہیں، کسی کو د
لینے کی فرصت نہیں ہے، یہ شہر بارہ کوس تک ہے، سب ہی جگہ تیاری ہے
ہندوستان میں جو جیت کی گرمی ہوتی ہے وہ یہاں اب ہے زیادہ خیریت
جواب طلب ضروری۔

داغ دہلوی (حیدرآباد دکن)

---

$\frac{۸}{۱۲۷}$

جناب من!

شکر ہے کہ بخیریت ہوں، ضعف معدہ کی شکایت ہے، پرسوں برخوردا

ناصر الدین[1] احمد طال عمرہ مع اپنی والدہ کے حسب الطلب اپنے والد کے، دلی انبالہ روانہ ہوئے، برخوردار غالب[2] مرزا جو میرا بھتیجہ ہے وہ بھی گیا، گیارہ آدمی روانہ ہو گئے اس وقت تک رسید کا تار نہیں آیا، پریشان ہوں انھیں سے دل لگی تھی کیا کہوں جو کچھ دل پر گذری ہے، خصوصاً تمھاری اُستانی ماہیٔ بے آب ہو رہی ہیں، اگرچہ ان لوگوں کے یہاں آنے میں رہنے اور جانے میں زر کثیر صرف ہوا، بہت زیر باری ہوئی مگر دل لگی جاتی رہی، میں تمھاری اُستانی صاحبہ کو بھی روانہ کرتا مگر ان کے جانے میں ایک ہزار روپیہ چاہیئے کہ عزیز و اقارب کے لئے سوغات جاتی، نیاز و دعوت کرنی تھی اس لئے نہ بھیج سکا، میرا وہ حال ہے جو سعد آباد میں تھا، آجکل اعلیٰ حضرت کو شعر و سخن کی طرف کمال توجہ ہے، یہ مصرعۂ طرح کا ہے ؎

یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے

پڑی، لڑی، گڑی قافیہ ہے، میں نے بھی ۴۲ شعر ایک دن میں کہے مگر حضور پرنور نے ۱۱۲ شعر کی چار غزلیں کہیں، بہت ہی اچھی طبیعت پائی ہے، تمام شہر نے اس میں غزل کہی ہے۔ لکھنؤ تک سے چلی آ رہی ہیں، میں اپنی نسبت کچھ

---

[1] ناصر الدین احمد حضرت سائل کی بیوی لاڈلی بیگم کے پہلے شوہر سے پیدا تھے۔ تعلیم بڑے اعلیٰ پیمانہ پر حیدرآباد میں داغ صاحب کی نگرانی میں ہوئی۔ داغ کی وفات کے بعد یہ دہلی چلے گئے۔ تقسیم ہند سے دو چار سال قبل پھر حیدرآباد پہونچے۔ تقسیم کے بعد پاکستان چلے گئے۔ ان کی شادی لوہارو خاندان میں ہوئی تھی دو لڑکے بھی تھے جن میں سے ایک ان کے ہمراہ پاکستان چلا گیا۔

[2] غالب مرزا نام اور مراد تخلص تھا، جناب داغ کی تقریظ کے ذیل میں محمد غالب مرزا مراد برادر زادہ و شاگرد مصنف درج ہے۔ (دیکھو صفحات ۲۰ تا ۲۳ جناب داغ)

ترقی کی خبریں سُن رہا ہوں، یہاں تو خدا پر قناعت ہے، ابوالحمید[1] صاحب آز
آپ کے شاکی ہیں ان کے خط کا جواب آپ نے نہیں لکھا، میری طرف ا
میرے گھر کی طرف سے بچوں کو دعا کہنا اور پیار کرنا، وہاں کی بارش کا حا
لکھو، یہاں خوب بارش ہے،

داغ دہلوی (حیدرآباد دکن)
محرم سنہ ۱۳۱۱ھ

---

۹
۱۲۸

جناب من!

الحمد للہ اس وقت میں فی الجملہ صحیح ہوں، دوا چلی جاتی ہے، ایک مہینے
تک دردِ نقرس کا پابند رہا، نوکری پر ہوں چار مہینے سے سفر ہے، فرصت نہیں
کما حقہ، صحت نہیں، برس دن سے بیماری کچھ نہ کچھ چلی جاتی ہے، بعد محرم شریف
کے شاید فرصت ہو۔ فصیح الملک داغ دہلوی

دوم ذی قعدہ سنہ ۱۳۱۳ھ
یوم پنجشنبہ

---

[1] ان کا نام عام طور سے عبد الحمید لکھا گیا ہے لیکن مولانا احسن مارہروی مرحوم نے مرزا داغ
کی وفات کے بعد جو ان کے شاگردوں اور احباب کے کہے ہوئے قطعات وفات مرتب کئے تھے اس میں
ان کا نام "ابوالحمید" تحریر کیا ہے اور مقامی تحقیق سے بھی اس کی تائید ہوئی لہٰذا وہی لکھا گیا۔

10/129

بندہ پرور!

میں نے آپ کے دیوان کا نام "چمنستانِ سخن" رکھا ہے، یہ دیوان محرم سے پہلے نہیں چھپ سکے گا اگر کہیں تو اسی پہ مصرعے لگادوں، میں پانچ مہینے سے سفر میں ہوں، گھر پہ خدا جانے کہاں کہاں کے کاغذ ہیں، قصیدے کو آپ لکھتے ہیں کہ نہیں پہونچا، مکان پہ قیام ہو تو دیکھا جائے، جواب کا طالب.

فصیح الملک داغ دہلوی

۱۲ر مئی ۱۸۹۶ء یوم سہ شنبہ

---

11/130

نواب صاحب مکرم جناب اعتماد علی خاں صاحب السلام علیکم

میرے دوستوں میں آپ کا خاص مرتبہ ہے، آپ نے وقتاً فوقتاً جو میرا خیال رکھا اور مجھے فکروں سے نجات دی اس کی میرے دل میں بڑی قدر ہے آپ کے اس احسان کو کبھی بھول نہیں سکتا، خدا کسی سے سابقہ نہ ڈالے. ضرورت اور مدد کے وقت یگانے بیگانے ہوجاتے ہیں، جانے پہچانے انجان بنجاتے ہیں، آپ نے اس وقت میری دست گیری فرمائی جب کہ میرے دن مجھے موافق نہ تھے، اب کہ خدا کا شکر ہے میں مطمئن ہوں آپ کو بھول

---

۱ے سال ۱۳۱۴ھ

سکتا ہوں۔ آپ کیا فرماتے ہیں کہ زحمت دیتا ہوں، یہ زحمت میرے لئے رحمت ہے، غزلیں آپ کی واپس کر رہا ہوں، آپ کے دیوان کا نام تاریخی ہے وہ قطعہ تاریخ ضائع ہو گیا مکرر کہہ کے بھیجوں گا۔ اطمینان رکھیئے، آپ نے مرض کی کیفیت نہیں لکھی اب لکھئے، فکر رہتی ہے۔ فقط

فصیح الملک داغ دہلوی

حیدر آباد

# خطوط بنام منی بائی حجاب

## «تعارف»

منی بائی کلکتہ کی رہنے والی ایک طوائف تھیں شاعری بھی کرتی تھیں[1] حجاب تخلص تھا، نواب کلب علی خاں نے رامپور میں سال ۱۸۶۵ء میں "میلۂ بے نظیر" لگوایا تو یہ کلکتہ سے رام پور تشریف لائیں اور جنابِ داغ سے ملاقات ہوئی، نہ معلوم کیا ادا بھائی کہ داغ صاحب دل دے بیٹھے، کچھ عرصے رام پور رہ کر اور دادِ حسن پا کر واپس کلکتہ

---

[1] ان کے کچھ اشعار ملاحظہ فرمایئے:۔

امرِ دشوار تھا اس گھر میں رسائی میری
کشش دل نے پتہ ٹھیک بتایا تیرا

آج وہ مجھ سے سرِ بزم ادا سے بولے
تو شناسا ہے مرا میں ہوں شناسا تیرا

بزمِ دلدار میں اغیار کا مجمع ہے حجاب
قصد کیا دل میں حجاب کیا ہے ارادہ تیرا

بس میں اغیار کے ہے یار۔ اپنا
دل ہے اس غم سے بے قرار اپنا

دل بہت بے چین بے آرام ہے
کیا محبت کا یہی انجام ہے

ہوئیں، ۱۸۸۸ء میں دوبارہ میلہ بے نظیر میں شرکت کی، داغ صاحب سے محبت کے اور پینگ بڑھے لیکن اس دفعہ حجاب کے کچھ اور ایسے قدردان پیدا ہو گئے کہ حضرتِ داغ کو رقیب کی رقابت سے بھی واسطہ پڑا،[1] منت دربان بھی کرنا پڑی، احباب کے طعنے اور محبوب کے ستم و جور بھی برداشت کرنا پڑے، حجاب کچھ عرصے رام پور رہ کر کلکتہ واپس گئیں لیکن اس دفعہ وہ داغ کے دل و دماغ کو کچھ اتنا متاثر کر کے گئیں کہ ان کی زندگی بدمزہ گزرنے لگی۔ مثنوی فریادِ داغ، اسی عشق و محبت کا نتیجہ ہے، حالات جب ناقابل برداشت ہو گئے تو ۱۸۸۲ء میں حجاب سے ملاقات کرنے کلکتے گئے اور کچھ روز وہاں رہ کر دادِ عیش لے کر واپس ہوئے اس کے بعد کچھ عرصے کے لئے یہ محبت سرد پڑ گئی اور گاہے گاہے خط و کتابت پر محدود ہو گئی، ۱۹۰۱ء میں حجاب کی محبت نے پھر جوش کھایا اور بڑی کوششوں کے بعد ۱۹۰۲ء میں منی بائی حجاب حیدرآباد تشریف لائیں اور دو تین سال رہیں، داغ کا یہ آخر زمانہ تھا، عمر کے ساتھ جذبات بھی سرد ہو چکے تھے، حسن پرستی فطرت ثانیہ تھی لہذا اس آخر زمانے میں ارباب نشاط کی وابستگی بجز وضعداری کے اور کچھ نہ تھی، بعض حالات کی بناء پر اس وضعداری میں بھی فرق آیا اور حجاب سے تعلقات خراب ہو گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۰۴ء میں بی حجاب کلکتہ واپس چلی گئیں، داغ صاحب کے دوست

[1] جلوۂ داغ صفحات ۲۴۔۲۵۔۲۶ تا ۲۷

عشق و محبت سے تمام زندگی ارباب نشاط لگے لپٹے[1] رہے لیکن حجاب
کا ان میں خاص درجہ تھا اور داغ کے دل و دماغ پر پوری طرح
چھائی ہوئی تھیں جس کا اندازہ آپ ان خطوط سے کر سکیں گے جو
یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

---

۱
۱۳۱

دشمن جانی اسلام شوق، میں انتظار میں تمہارا محبت نامہ دستیا
ہوا، کئی بار پڑھا، آنکھوں سے لگایا، چوما اور چھاتی پر دھر رہا، تم لکھتی ہو کہ مجھے بھ
جاؤ اور اگر نہ بھولو تو بدل جاؤ، یہ کرو گے جب ہی تمہارے پاس آؤں گی خ
تم کو بھول جاؤں ؎

تو بھولنے کی چیز نہیں خوب یاد رکھ
نادان[2] کس طرح تجھے دل سے بھلائیں ہم

---

[1] اس سلسلہ میں داغ کی وہ زندگی جو رامپور وغیرہ میں گزری ہمارے سامنے نہیں ہے اور حقیقت میں حی
کی ملازمت سے پہلے وہ مالی اعتبار سے اتنے مطمئن بھی نہ تھے بہر حال دوران قیام حیدرآباد میں سب سے
انھوں نے صاحب جان طوائف کو ملازم رکھا، آگرہ کی رہنے والی تھی صورت شکل میں تو اچھی نہ تھی لی
گانے میں طاق تھی اور بڑا اونچا کلام اسے یاد تھا اسکے بعد عمدہ جان کو جو میرٹھ کی رہنے والی تھی ملازم ر
بڑی حاضر جواب اور حسین، جمیل تھی کسی کے گھر پڑ گئی آخر زمانہ میں سورت کی اختر جان کو ملازم رکھا جو لو
مہ جبین تھی، داغ صاحب کو گانا سننے کا بہت شوق تھا علاوہ دو تین مستقل ملازموں کے بیٹھنے میں دو تین
باہر کے گانے والوں سے بھی دل بہلایا کرتے تھے علاوہ طوائفوں کے دو ایک گویے بھی ملازم تھے، چنا
رحمت اللہ قوال مستقل ملازم رہتا تھا۔

[2] مولوی سید افتخار عالم صاحب اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ دوسرے دن فرمائش پر میری حضرت دا
نے اس زمین میں غزل فرمائی اور اس شعر کو ذرا سی ترمیم کے بعد تقطیع کر لیا ؎

تو بھولنے کی چیز نہیں خوب یاد رکھ    اے داغ کس طرح تجھے دل سے بھلائیں ہم

اچھا تم یہاں آجاؤ، پھر ہم دونوں ایک دوسرے کو بھولنے کی کوشش کریں گے۔ مجھے تمہاری ہر بات منظور ہے۔ لکھو کہ کب آرہی ہو۔

فصیح الملک داغ دہلوی حیدر آباد) ۲۰ مارچ ۱۹۰۲ء

---

۲
۱۳۲

ستم گر وستم پیشہ۔ شوق ملاقات کے بعد مدعا نگار کہ تم دو روز سے نواب صاحب[1] کے یہاں تھیں، یہاں دل پر عجیب عالم گذر گیا میں نہیں مانوں گا کہ تم مجبور ہو گئیں اس ریاست میں ایسی بھی خدا کی بندیاں موجود ہیں کہ رئیس کے ہزار دباؤ پر بھی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتیں، جن سے واسطہ ہے اور جن سے وفاداری کا عہد کر چکی ہیں، اپنے قول پر قائم ہیں؛ ایک طرف دولت ہے ریاست ہے اور ہر طرح کی شان وشوکت لیکن محبت کا نام وہاں عنقا رکھا گیا ہے، تمہارا دل دادہ ان کے مقابلے میں کوئی خوبی نہیں رکھتا اگر تمہاری الفت میں جان سے ضرور گزر سکتا ہے کیا میرے رقیب بھی ایسا کر سکتے ہیں تم کو یقین ہے اور جب نہیں کر سکتے تو پھر کس لئے تم داغ سے پرستار کو محو کئے ہوئے ہو۔ دل پر جبر کر کے لکھتا ہوں کہ اگر قطعی ترک تعلق منظور و پسند نہیں تو پھر مجھے دید وشنید سے کیوں محروم رکھا جاتا ہے ؎

تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو
مجکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو

---

[1] نواب حیدر علی خاں جو رامپور سے ضلع بدایوں میں منتقل ہو گئے تھے اور قصبہ سہسوان میں رہنے لگے تھے اور بہت بڑی زمینداری خرید لی تھی۔

یہ رقعہ تمھیں جلانے کو نہیں لکھا ہے، نہ اس کا مطلب طعن و تشنیع ہے، مدعا
آپ تشریف لائیں اور میری کچھ دل داری فرمائیں۔

بدنصیب داغ دہلوی

---

۲/۱۳۲

بائی جی! سلام شوق

غضب تو یہ ہے کہ دور بیٹھی ہو، پاس ہوتیں تو سیر ہوتی، کبھی تمھارے گرد گ
اور شعلۂ جوالا بن جاتا، کبھی تمھیں شمع قرار دیتا اور پتنگا بن کر قربان ہو ہو جاتا کبھ
بلائیں لیتا اور کبھی صدقے قربان ہو جاتا، ایک خط بھیجا ہے ابھی اس کے انتظ
کی مدت ختم نہیں ہوئی ہے کہ یہ دوسرا خط لکھوانے لگا، خدا کے واسطے جلد آ
یا تاریخ آمد مقرر کر کے اطلاع دو، شب و روز انتظار میں گزرتے ہیں، وہاں کے
لوگ کیوں کر خوشی سے اجازت دیں گے، تم ہی چاہو گی تو روانگی ہو سکے گی، میں تمھا
لئے بلبلا رہا ہوں، یہ خوفناک کالی کالی راتیں اور تنہائی کیا کہوں کیوں کر تڑپ تڑپ ک
صبح کی صورت دیکھتا ہوں، یقین جانو ایسے تڑپتا ہوں جیسے بلبل قفس میں۔ میرے
دونوں خطوں کے جواب آنا ضرور ہیں۔ فقط

تمھارا دلدادہ و منتظر

"داغ"

۵ ستمبر سنہ ۱۸۸۰ء

۴
۱۳۴

بے مہر و بے وفا!

کل اس محفل سے با دل داغدار اور یاس و حرماں کا گہرا چرکا کھاکر آیا ہوں اس وقت سے سوچ رہا ہوں کہ آخر یہ تماشا کب تک، معاملہ یک سو ہونا ضروری ہے۔ صبح و شام ہوتے ہوتے اتنا زمانہ تو گزر گیا آخر کوئی حد بھی ہے، کب تک مطاعین جگر دوز سنوں، کلیجے میں ناسور پڑ گئے ہیں اب تو ان کا علاج کرنا ہی ہوگا۔ کیئے آپکے دل کی ہوس گھٹی یا بڑھی، وہ آدمی ضرور بے حس ہے اور اس کے سینے میں بجائے دل کے فولاد کا ٹکڑا رکھا ہوا ہے جو یہ منظر دیکھے اور چپ رہے، بے شک تم نے حرملہ اور ابن سعد کے گلے میں باہیں ڈالیں، تم بے شک خولی اور ابن نمیر کی گود میں بیٹھیں اور تم یقیناً یزید کی معشوق بنیں، میرے جسم میں خون ہانڈی کی طرح پک رہا ہے، تمھیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب شکرے مل کر نوچا کھسوٹا کریں، آخر یہ کیا سر میں سمائی ہے کون جانے اس کا کیا انجام ہو۔ یہی لیل و نہار ہیں تو داغ کا سلام قبول ہو، دل پر جبر کی سل رکھوں گا مگر تمھارا نام نہ لوں گا۔ آخر بے حیائی کی کوئی حد بھی ہوتی ہے۔ • داغ دہلوی"

---

۵
۱۳۵

دل دارو دل نواز!

کیا غضب ہے آنکھ سے اوجھل ہوتے ہی تمھاری نگاہیں پھر گئیں۔ وہ سب

قول و قرار یک لخت فراموش کر دئے، خط روانہ کیا تھا وہاں کی دل جیبیوں میں
تو کہ جواب دینا محال، کیا میرے سینے میں دل نہیں یا دل میں تڑپ نہیں، کیا
بے قرار ہونا مجھے نہیں آتا، کیا تلملانا میں نہیں جانتا، اس خط کا جواب جلد سے
نہ آیا تو خود بازار جاکر زہر لاؤں گا اور بے موت مرکر دکھاؤں گا، تم سے وعدہ
تھا اور تم وعدہ کرکے گئی تھیں کہ روز نہیں تو ہفتے میں دو بار خط ضرور لکھا جائے
آج دس دن ہو گئے نہ خیر ہے نہ خبر اور کچھ اگر نہ لکھتیں تو خیریت رسی سے
اطلاع دے دیتیں، یہاں تو جس روز سے گئی ہو جان پر بنی ہے، کوئی بات اچھی نہیں
لگتی، جب تک تمہارا خط نہ آئے دل کو کیسے چین آئے۔

تمہارا

داغ دہلوی۔ ۲۰ ستمبر ۱۸۷۹ء

---

۹
۱۳۶

لو مبارک ہو، واہ میں بھی کیا خود غرض ہوں اپنا مطلب نکلے اور دوسروں کو
مبارک بادی، جی تو چاہتا تھا نہ لکھوں کہ سناٹا گذر جائے گا، خدا جانے کون کون
اس رشک سے مر جائے گا مگر کیا کروں بغیر لکھے بھی کو بن نہیں آتی، وہ آرزو کہ سوا
تین برس سے دل میں تھی الحمد للہ کہ اب بر آئی، بگاڑ کر جانا تمہارے پاس دشوار
نہ تھا مگر نہ یہ میری آدمیت نہ تمہاری اجازت، حضور پرنور دام اقبالہ نے جان لیا کہ
اس کی جان مفت میں جاتی رہے گی پرسوں بطیب خاطر فرمایا کہ تم جلد کلکتے چلے
جاؤ۔ بغیر وہاں کے جائے اور ہوا کھائے سنبھلتے نظر نہیں آتے۔ وہاں جاکر دو تین

بنتے میں آسکتے ہو، عدم کو جاؤ گے تو کہاں پاؤں گا، اندھا کیا چاہے دو آنکھیں میں نے بسر و چشم منظور کیا۔

---

۶
۱۲۶

جناب من!

جو منشا ہے وہ نواب صاحب کی زبانی کہلوا چکا ہوں، اس سے زیادہ کی مجھ سے امید نہ رکھو۔ مکان کا کرایہ میرے ذمے، تمھارے ملبوس اور دوسرے متعلقات میرے ذمے، تو پھر تھوڑا روپیہ تمھارے لئے کیوں کافی نہیں ہے، ادھر ادھر سے قرض لینا اچھا نہیں، خود ذلیل اور میں مطعون ہوتا ہوں، ان لوگوں سے جو تمھارے سر ہیں کہو کہ وہ خود اپنے کفیل ہوں، دوسرے دل پر بار تنہا کسی طرح مناسب نہیں۔

خدا بخش تاریخ دو ۔۔۔ سے بے تعلق ہے، اس کو میرے متعلق سمجھو، اس کی آمد و رفت تمھارے یہاں میری منشا پر ہے ورنہ وہ خود تم سے خفا کی ہے اور اب بھی تمھارا روادار نہیں۔ یہ جلیبی محاسبہ دل میں کرو کیا گنجائش دلوں میں پیدا کر سکتے ہیں، نواب صاحب آئیں تو بھیجوں، تمھاری باتیں میری سمجھ میں تو آتی نہیں ہیں۔ یکایک جو تغیر ہو گیا ہے، اس کی وجہ خدا کے سوا کسے معلوم ہو سکتی ہے۔

نواب صاحب سے کل امور پر صاف صاف اپنا ارادہ ظاہر کرو، اگر کلکتے کی واپسی چاہتی ہو تو کھل کر بتاؤ، مجھے کیا انکار ہو سکتا ہے، ہر چیز تمھاری مرضی پر ہوئی اور اب بھی ہو گی۔ ناراض ہو کر جانا منظور ہے تو کون روک سکتا ہے۔

فقط
فصیح الملک داغ دہلوی

---

## ۱۲۸

نیک بخت پاک دامن، بے لوث منّی بائی صاحبہ حجاب، سلامت رہیئے۔
گستاخی معاف، گزارش واقعی ہے، نہ شکایت بے جا، کیا خوب مجھ پر ایک آسمانِ حوادث ٹوٹ پڑے، میرے دانت نکل جائیں، آپ دانت نکالکر ہنسیں سلامتی سے پورا خط دیکھنے کی ضرورت نہیں، اگر دیکھا تو سمجھے کون غرض کس کو توجہ کیسی کوئی کل کا مرتا آج مرجائے تو گھی کے چراغ جلیں، پہلے خط میں لکھ دیا ہے کہ صاحب سب قسم کے دانت ایک آدمی کے منھ کے لائق بھجوا دیجئے، دُنیا جانتی ہے کہ بتیس دانت ہوتے ہیں، پانچ چار ہی دانت آجاتے تو میرا کام ہو جاتا، یہ بھی لکھدیا تھا کہ اور احباب کو بھی فرصت ہے اس کی قیمت سے آگاہ فرمایئے بلکہ اب لکھتا ہوں کہ سوداگر کا نام اور نمبر دکان معلوم ہونا چاہیئے، کاش لکھدیتیں کہ ہم نہیں سنتے منھ نبواؤ۔

واللہ منّی تمھاری کم التفاتی سے مجھے بہت رنج ہوا، آئندہ تکلیف نہ کرنا میں نے تجویز کی ہے کہ میرٹھ میں انگریز کاریگر ہے اس کو بلاؤں تمھارا بہت انتظار کیا جواب دنداں شکن پایا، کس قیامت کی چٹکی لی ہے کہ ہم کو فرصت ہی قلیل تھی اس لئے جواب خط میں تاخیر ہوئی، یہ خط ایسا نہ تھا کہ جس میں غفلت کی جاتی مگر تجاہل کا کیا ٹھکانا اگر اب دانت آئے بھی تو بیکار ہوں گے، عنایت الٰہی سے دانتوں کی تکلیف تو موقوف ہوئی گھٹنے کا درد مارے ڈالتا ہے، مجھکو گمان تھا کہ

چوٹ ابھر آئی ہے یا اس وقت چوٹ لگی نہیں، یہ بات نہیں، وہاں تو کچھ مادہ معلوم ہوتا ہے، پالکی میں جاتا ہوں، دو زانو دربار میں بیٹھا نہیں جاتا، حضور فرما دیتے ہیں جس طرح تم سے اچھی طرح بیٹھا جائے بیٹھو، فکر میں ہوں کہ کیا دوا کروں، ایک دوا کی اس سے تخفیف ہوئی مگر درد نہیں گیا، اب بہت زیادہ ہے دس دن سولی پر کٹے ہیں، حضور پرنور دام اقبالہم کی طبیعت بعارضۂ تپ لرزہ ایسی مبتلا ہوئی کہ صورت ہی دگرگوں ہو گئی تھی، خدا نے غریبوں کی طرف دیکھ لیا امراض قدیم نے پکڑ لیا تھا اس پر یہ آفت آئی، آج یہ رئیس چشم و چراغ ہندوستان ہے اور اس پر تمام ہندوستان کا اتفاق ہے، آج کل یہاں اس قدر سردی ہے کہ کبھی نہیں دیکھی۔ رات کو ایک رضائی اور ایک دُلائی کی حاجت ہوتی ہے تمہارے لطف و عتاب کا یہ حال ہے کہ جیسے داستان کے زمرد شاہ کی خدائی، آج جو خاص بندے مقبول کہلاتے ہیں وہ کل مردود ہو جاتے ہیں، میں نے ازراہِ جوشِ محبت حکیم صاحب کی مدح میں چند شعر کہے تھے تمہاری ایک تحریر آئی جیسے اس کا جواب۔

مثنوی تمہاری تھی، تمہارے حال کی تھی، تمہارے صفات کی تھی، میں نے تو وہ حال واقعی موزوں کر دیا ہے، کیا خبر تھی کہ بی حمیدن نالائق ٹھہرائیں گی اول تو میں یہ نہ سمجھا تھا کہ ان کو میرے کلام سے شوق بھی ہے اور مثنویاں صحیح ہو رہی ہیں، ان کے حصے کی مثنوی پہلے جائے گی، دس مثنویوں کی بابت پوسٹ ماسٹر جنرل کے ہاں نالش کی گئی ہے میں تو ایک اہل کار ریاست ٹھہرا، ہزاروں تحریریں جاتی ہیں اگر یوں ہی تلف ہوں گی تو کیا ٹھکانا ہے طرفہ تر یہ کہ کہیں سے رسید تک

نہیں آتی، معلوم ہوتا ہے یہ فریاد خدا کے گھر پہنچے گی، کاش ایسا ہی ہو سہ

تم نے دیکھا ہے کیا زمانے کا
داغؔ ہے چالیا زمانے کا

ظالم ترے دل میں اثر تو کرے، صلہ دلوا دیجئے باتیں نہ بنائیے، شیرں
جان کے حصّے کی مثنوی حکیم صاحب کو دے دیجئے، مجکو کیا غرض ہے کہ شیرں
جان کو بطور خود بھیجوں، صاحب مطبع نے پندرہ سو چھاپی تھیں، مہینہ بھر کے
میں فروخت ہوگئیں، مکرّر چھپیں گی، خدا جانے اس مثنوی کا اثر تم نے کیا دیکھا
مجھ پر تو چار طرف بوچھار ہے اور اشتیاق ہے جو اس کلام کو دیکھتے ہیں جانتے
ہیں کہ مرزا داغ سلامتی سے سولہ برس کے ہوں گے، مجکو برخوردار خدا بخش
کے دیکھنے کا بہت اشتیاق ہے، خدا جانے کیسے ہاتھ پیر نکالے ہیں، ماشاءاللہ
اب تو جوان ہو گیا ہوگا، میری طرف سے بہت بہت دعا کہنا، اس کی علالت
سے میں بہت متفکر ہوتا ہوں، میں نے یہی سُنا تھا کہ اس کی شادی کی
تجویز ہے، کچھ کیفیت معلوم نہ ہوئی، مالک الدولہ کے انتقال کا سخت ملال
ہوا، خدا آمرزش کرے، اہلِ لکھنؤ میں بہت باوضع آدمی تھا، مرتے مرتے مجکو
مثنوی کی طلب میں خط لکھا تھا ؎

ہم رہے جاتے ہیں اور یار چلے جاتے ہیں

حافظ احمد علی خاں شوقؔ صاحب گلدستہ ریاضِ سخن کے ہاں جو مصرع طرح ہوا
ہے اس میں ایک مطلع میں نے بھی لکھا ہے اس کی داد چاہتا ہوں سہ

---

سلہ یہ وہی خدا بخش حجاب کے برخوردار ہیں جو ان کے ہمراہ حیدرآباد آئے تھے۔

سب کچھ تو ہو چکا یہ فقط انتظار ہے
کہدیں بگڑ کے آپ تجھے اختیار ہے

میرے کہاں نصیب کہ بی حیدن بائی میرا شکریہ ادا کریں، جواب خطوں کے قلم انداز ہوئے، اس کو تو مدت گزری اُکھڑا اُکھڑا اسلام منشی عبدالحمید لکھ دیتے ہیں وہ اشتراک اسمی کا باعث ہے، شکایت تو مجکو ہے، اس خط کے جواب میں فرصت قلیل کی شرح لکھ بھیجئے گا، اگرچہ باعث رشک ہو، زیادہ خیریت ہے۔

مرسلۂ داغ دہلوی از ریاست مصطفےٰ آباد۔ رام پور

---

۹
۱۳۹

میزبان داغ مہماں سلامت رہو!

پہلے دو خط روانہ کر چکا ہوں، ایک ایک دن ایک ایک مہینا ہو رہا ہے، اگلے بار جو میں گیا تھا تو کھانا پکانے والے کی طرف سے نہایت تکلیف اٹھائی تھی، میرے فرزند مرحوم کی انّا جو تمھاری خدمت میں بھی حاضر ہوئی تھی، وہ آج مستدعی ہوئی کہ اپنی روانگی سے پیشتر مجھے وہاں پر بھیج دو میں سب کام کروں گی، بائی جی کی خدمت میں رہوں گی کھانا بھی اچھا پکا لیتی ہے، اگر تم مناسب جانو تو میں اس کو پہلے روانہ کر دوں، بغیر تمہارے وہ نہ رہے گی اور مردانے مکان میں میں نہ رکھوں گا، اس میں جو مناسب جانو وہ مجھے ہدایت کرو، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جس مکان میں پہلے ٹھہرا تھا وہی

میرے ہاتھ لگے، میاں عبدالرزاق کو بھی اس باب میں لکھا ہے، دیکھیے کیا

جواب آتا ہے۔

مرسلۂ داغ

یکم اکتوبر ۱۸۸۵ء

---

۱۰
۱۴۰

منی جان، تمھیں اللہ کی امان!

اس وقت دن کے گیارہ بجے ہیں کہ بخشی عبدالرحیم خاں صاحب

پاس اخبار انگریزی لائے۔ بہت پریشان آئے، میں نے کہا بخشی خیر تو

کہا منی بائی کا کچھ حال ہے، یہ سنتے ہی ہوش و حواس جاتے رہے، انھوں

ترجمہ کیا مجھے یقین ہوا کوئی اور منی ہوگی، آب و دانہ حرام ہوگیا، دل کو سمجھ

ہول نہیں مانتا، ترجمے کو دیکھ کر کیفیت مفصل جلد لکھو، زیادہ خیریت۔

۱۱
۱۴۱

مہربان داغ قدردان داغ سلامت رہو۔

جی تو یہی چاہتا تھا کہ دو دن میں اُڑ کر چلا جاؤں مگر طاقتِ سفر

کہاں! گرمی وہ پڑتی ہے کہ الاماں، گل نیلوفر، دھنیا، تخم بالنگ، خیارین، شر

آلو پینے کو ملتا ہے، حرارت بڑھی ہوئی ہے، مانعِ سفر ایک اور امر ہو

محرم شریف میں دسہرہ واقع ہوا، ہندو مسلمان میں جھگڑا پھیلا ہوا ہے، د

---

۱ منی بائی حجاب کے حاشیہ نشینوں میں سے تھے کلکتہ ہی میں داغ سے تعلقات ہوئے، شاعری بھی کرتے تھے شاہ تخلص

کیا ہوتا ہے، اس کا خیال اس کا انتظام ضرور ملحوظ رہے لہٰذا حسب تجویز سرکار عالی وقار چودھویں محرم شریف کو یوم روانگی مقرر ہوا، اللہ راس لائے اور تم سے ملائے، یہ بھی ارشاد ہو کہ بے اطلاع آؤں یا با اطلاع، پہلے در دولت پر سلام کو حاضر ہوں یا اور کہیں ٹھہروں، میاں عبدالرزاق کو مکان کے لئے تار دوں گا اور جو تم کوئی مکان تجویز کر دو گی تو بہت انسب ہو گا، مگر جلد اطلاع دو اور جو شے یہاں کی مطلوب ہو وہ ساتھ لیتا آؤں

سب سے ہے تیری آرزو بڑھ کر
آرزو سے ہے آبرو بڑھ کر

بہت دل شکستہ اور ارمان بھرا بے سروپا آتا ہوں، میری لاج تمھارے ہاتھ ہے یا خدا کے ہاتھ، تمھارے گھٹنے کے درد نے اور بے چین کر دیا، ٹھہر بھی نہیں سکتا، اس وقت دربار میں منشی احمد حسن خاں تھے اور میں تھا وہ مجھے بھی چھیڑتے ہیں اور تمھیں بھی چھیڑتے ہیں، مرزا ولایت حسین سلام کہتے ہیں اور شکایت کرتے ہیں، میر مجاور علی بہت بہت سلام کہتے ہیں، میں نہیں چاہتا کہ میرا ابھی سے جانا وہاں ظاہر ہو اس خط کو پڑھ کر چاک کر ڈالنا، تمھاری وجہ سے وہاں میرے دشمن بہت ہیں، خدا سے تائید اور تمھارا التفات چاہتا ہوں، بہتر تو یہی تھا کہ میں مصارف زادراہ بھجوا دیتا اور تم قدم رنجہ فرمائیں مگر کلکتہ کی قطب بن کر بیٹھ گئی ہو، میں کیا کروں میرا ارادہ جریدہ آنے کا ہے، یہ نہیں معلوم وہاں کس کس چیز کی ضرورت پڑے اگر معلوم ہو تو وہ سامان اپنے ہمراہ لیتا آؤں، اگرچہ تمھارا گھر اپنا گھر ہے مگر

پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ مبادا تمھیں دقت ہو۔ والسلام

رقیمہ شوق

داغ دہلوی۔ ۹ر ذی الحجہ ۱۳۰۴ھ

# خط بنام حمیدن بائی[1]

$\frac{1}{142}$

کاش اس قدر میں دیدار حق کا مشتاق ہوتا، میں نے پہلے سنا تھا کہ قرآن اٹھ گئے ہیں، عہد و پیمان ہو گئے ہیں، مجھ سے نہ ملنے کے اب یقین ہوا کہ بائی جی کو جی لگا لینا آتا ہے لگا رکھنا نہیں آیا۔

---

$\frac{2}{143}$

بی حمیدن بائی! تم نے یہ خوب سنائی کہ وہ آنے کو تھیں مگر ناگہاں طبیعت خراب ہو گئی، جان کے لالے پڑ گئے، وہ تو زندگی تھی کہ دو تین گھڑی دورے کی تکلیف اٹھا کر وہ ٹھیک ہو گئیں، کل خاں صاحب بھی آئے تھے اُن سے دیر تک ذکر رہا وہ دیر تک وہاں بیٹھ کر آئے تھے انھوں نے تو اس قسم کی کوئی بات نہیں کی جس سے ناگہانی علالت کا پتہ چلتا، یہ کیا بات ہے اور آخر ایسا مجھے کیوں لکھا گیا، اس سے ان کا کیا مقصد تھا، کیا میری

---

[1] یہ خط حمیدن بائی کو دربارہ منی بائی حجاب لکھا گیا تھا۔ حمیدن بائی منی بائی حجاب کی چھوٹی بہن تھی۔ شاعرہ تھی نقاب تخلص تھا، اپنی بہن ہی سے مشورہ کرتی تھی۔

آزمایش منظور نہ تھی، سوچتی تو ہوں گی کہ داغ کتنا سنگ دل ہے تکلیف اور بیماری کا حال سن کر بھی بھاگا ہوا نہیں آیا اور اگر کسی وجہ سے آنا ممکن نہ تھا تو خیر خبر بھی نہ لی، اب اس پرچے سے جب اصل بات معلوم ہو گی تو ہوش اُڑیں گے، بڑا لطف آئے گا اور پتہ چلے گا کہ ہم اتنے بے خبر نہیں رہے جتنا کہ وہ خیال کئے ہوئے ہیں۔ تیرے اس پرچے کو دیکھ کر رنگ ہوا ہو گا۔ تم سب حال مجھے لکھ کر بھیجنا۔

"داغ"

---

۳
۱۴۴

نونہال چمنستانِ حسن و جمال حمیدن بائی صاحبہ وفا خصال سلمہا رتہا

آج تمہارا خط آیا مگر مدت کے بعد اس سے پہلے دو خط بائی جی صاحبہ کے آئے، میرا حال قابل افسوس ہے، بائی جی کا ایک خط جو قابل ملاحظہ بندگانِ حضور تھا وہ پیش ہوا اور نہایت باعثِ انبساط و سرور ہوا۔ میں تو مہینے بھر سے دربار نہیں گیا، مصاحبوں کی زبانی معلوم ہوا کہ نہایت تعریف فرمائی تھی اور واقعی جو ایسی تحریر خوا ہانہ بات لکھے گا اس کی تعریف کیوں نہ ہو گی۔ مجکو تم صاحبوں سے نہایت شکایت و ملال ہے اگر تم خط نہ بھیجتیں تو میں ہرگز یہ سلسلہ جاری نہ رکھتا، ذرا غور کرو انصاف سے دیکھو، کیا کیا تدبیر و سعی تمہاری عزت و نام آوری میں کی گئی، ایسی حالت روی میں جس سے محبت ہوتی ہے وہ بہت یاد آتا ہے۔ مجھے بھی منظور نہیں کہ میرے ملنے سے بائی جی

کے ایمان میں فرق آئے ~~

ہو ملاقات تو صفائی سے
اور صفائی نہیں تو پھر کیا ہے

اس سے یہ دشوار ہے، لعنت ہے اس ملاقات اور اس دوستی پر کہ بُرے وقت میں کسی کے کام نہ آئے، چوتھا دن ہے کہ ایک تار بھی بھیج چکا ہوں پہنچا تو ضرور ہوگا ~~

جدائی تری کس کو منظور ہے
زمیں سخت ہے آسماں دور ہے

یہ جملہ مجھے بہت پسند آیا، بائی جی کے دماغ کا مزاج میری طرف سے ضرور پوچھ لینا، ان کے کام سے اور ناکام ہوا، تمھاری علالت بھی ابھی چلی ہی جاتی ہے، خدا خیر کرے دو وجہ سے میرا کلکتے آنا ہوتا، اول بائی جی سے ملاقات دوسرے حکیم دادار بخش[1] سے معالجہ، بائی جی سے مایوس ابدی ہوا حکیم صاحب کا حال ردی سنا، نہایت صدمہ اُٹھایا، خدائے تعالےٰ حکیم صاحب کو صحت دے، میری طرف سے بہت بہت مزاج پرسی کرنا، ان کا پتہ پہلے جو تم نے لکھا تھا وہ گم ہو گیا یہ نہ معلوم ہوا کہ مادہ فالج کا داہنی طرف گرا یا بائیں طرف، کون سے عضو پر مادہ گرا ہے۔

فصد اور جونکوں کے بعد پرسوں اہل ناس کا سہل ہوا، کھچڑی ہضم نہ ہوئی۔ جلاب کے دستوں کے علاوہ تخمے کے دست شروع ہوئے، آج

---

[1] دادار بخش، کلکتے میں ایک طبیب تھے۔

اتنی طاقت نہیں کہ دوسرا مسہل ہوتا کل یا پرسوں اور ہوگا، بائی جی نے میر الکلام منگایا تھا جو میرے پاس ہے حاضر ہوگا، میں کتب فروش نہیں، یہ آپ کو خوب معلوم ہے، مثنوی نایاب ہوگی، گلزار داغ نہیں ملتا، آفتاب داغ کا ایک نسخہ سرکار میں آیا مجھے ابھی تک نصیب نہیں ہوا، وہ دن گئے کہ کلام تعویز کر کے رکھا جاتا تھا یہ شعر اپنا اپنی زبان پر ہے ؎

گیا ہے عرش معلیٰ پہ شور نالوں کا
خدا بھلا کرے آزار دینے والوں کا

یہ بھی خیال رہے کہ آج تک خلاف منشاد ارشاد کسی سے رسم نہیں رکھے گئے مجھے کیا غرض کہ دشمنوں سے خط و کتابت رکھوں، زندگی کا اعتبار نہیں بڑی دوستی یہی ہے کہ میرے حق میں دعائے خیر کرو اور میرا کہا سنا معاف کرو حامد اللہ صاحب کے دو خط مٹیا برج سے میرے پاس آئے انواع مضامین پریشانی لکھے ہیں کلکتے میں مجھ سے ملاقات ہوئی تھی ایک خط کا جواب بھیج چکا ہوں یہ نہیں معلوم تم صاحبوں سے ان سے رسم و راہ کیسی ہے اور وہ کیسے آدمی ہیں۔ والسلام

راقم عاصی طلبگار آمرزش
داغ روسیاہ۔
مورخہ ۵، ستمبر ۱۸۸۵ء

# بنام حبیب اللہ[1]

## ۱۴۵

بندہ نواز!

یعقوب خاں صاحب کے بھائی کے انتقال کی خبر سن کر نہایت صدمہ ہوا خدا ان کی مغفرت کرے اور ان کو صبر عطا فرمائے، میری طرف سے مراتب تعزیت ادا کر دینا۔ اپنے مقدمے کی آپ نے کیفیت نہیں لکھی دل متعلق ہے پھر لکھو گے کہ مطلب کے یار ہو، بدگمانی کا علاج کیا، اچھا صاحب یوں ہی سہی جس میں تمہاری مرضی، ہم تو نوکر ہیں ؎

اگر شہ روز را گوید شب است ایں
بباید گفت اینک ماہ و پروین

میری طبیعت ابھی صاف نہیں ع

جو کچھ گزر گئی مرے دل پر گزر گئی

اگر دیکھو تو نہایت افسوس ہو، تم سے شخص کو بھی، واللہ رحم آجائے، ایک دن نہا کر عطر لگا کر، آستانۂ غریب نواز پر حاضر ہو کر میری صحت، میری رفع عسرت، ادائے قرض و ترقی اقبال و رفع معاندین کے لئے دعا مانگو اور مجھکو اطلاع دو، بقید تاریخ و وقت کہ فلاں وقت گیا تھا اور فلاں وقت دعا مانگی تھی، میرے پاس آپ کی کوئی غزل نہیں، صاحب ریاض سخن کے پاس

[1] حبیب اللہ خاں نام مطلب تخلص، اجمیر کے رہنے والے تھے۔

ہو تو ان سے دریافت کیجئے، کیا عجب ہے کہ یہاں سے وہاں گئی ہو، یا وہ لے گئے ہوں۔ والسلام

راقم۔ داغ دہلوی۔ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۵ء

# بنام حیرت بدایونی[1]

## ۱۴۶

بندہ نواز!

آپ کی طبیعت بہت اچھی بات پیدا کرتی ہے مگر اغلاق سے، کبھی کبھی بہ سبب نازک خیالی کے اغلاق پایا جاتا ہے۔

سامانِ جنوں کیا کوئی دشوار نہیں ہے
اب ہات ہیں تو جیب میں اک تار نہیں ہے

اب کا لفظ بگاڑتا ہے۔

عاشق ترے ظلموں کو سمجھتے ہیں کرم ہاں
آزار ہے تو لذتِ آزار نہیں ہے

عاشق ترے ظلموں کو الخ اس لطف کو میں نہیں سمجھا

شرمائے ہو کیوں دیکھ کے مستانہ ادائیں
یہ آنکھ ہے کچھ ساغرِ سرشار نہیں ہے

اس شعر میں کس کی اداؤں کا ذکر ہے، عاشق کی ادائیں دیکھ کر معشوق شرماتا

[1] سید عنایت احمد نام حیرت تخلص بدایوں محلہ سید باڑہ کے رہنے والے تھے عرصہ ہوا انتقال فرما گئے۔

ہے اگر اپنی ادائیں دیکھ کر شرماتا ہے تو " اپنی " کا لفظ چاہیئے یا " آئینہ " کا لفظ چاہیئے مگر یہ ہو چکا کہ عاشق کی مستانہ ادائیں دیکھ کر شرماتا ہے۔ یہ آنکھ اسی پر دال ہے۔

نواب مرزا داغ۔ ۲ر اکتوبر ۱۸۹۹ء

یہ خط حیرت صاحب بدایونی کے اس خط کے جواب میں داغ نے لکھا جو انھوں نے اس تحریر کے ساتھ انھیں بھیجا تھا کہ طرح شاعرؔ میں جو غزل میں نے لکھی ہے لکھنوی اس کو از مطلع تا مقطع مہمل قرار دیتے ہیں لہذا آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں اور منصفانہ رائے چاہتا ہوں کہ اس کے عیوب سے مطلع کیا جاؤں۔

# خط بنام حامد الدولہ بہادر[1]

۱/۱۴۷

میں ایک مرنجانِ مرنج آدمی لکھنؤ گیا تھا، کچھ کمانے کو نہیں گیا تھا۔ دل لگی کا یار، جلسوں سے سروکار، اہلِ سخن کا مشتاق، میں رنج کی باتوں کو کیا جانوں، جس دن سے کلکتہ چھوڑا، آٹھ دن اچھا نہ رہا، کئی بار تو مر ہی چکا تھا بلکہ اب بھی صاحبِ فراش ہوں۔

۲/۱۴۸

نواب صاحب! آپ کی دل شکنی کیسے گوارا کر دں۔ حکم کی تعمیل میں انکے

[1] حامد الدولہ خاں بہادر نواب واجد علیشاہ کے مصاحب تھے، خط میں ذکر نبی بائی جاب کا ہے۔

خطوط ملفوف بھیجتا ہوں، اس میں کسی کی سفارش کچھ معنی رکھتی ہے، میں نے بہت سوچا، سمجھ میں نہیں آیا، آپ بھی سوچیں، آخر کیا بھید ہے جیسے ممکن ہو اس ملاقات کی پوری کیفیت مجھے لکھ دیجئے شاید اس سے نتیجہ نکال سکوں، انھیں اگر نہ آنا تھا صاف لکھ سکتی تھیں، بات بنانے کی کیا ضرورت تھی، میں ہزار میں کہدوں کہ رقیب کا دل صاف نہیں جو کچھ ہوا یا ہو رہا ہے اوپری دل سے ہے جواب کا انتظار رہے گا۔ فقط

داغ دہلوی

---

## ۳/۱۴۹

عالی مناسب والامراتب، جہاں پناہ کے مصاحب دام عنایتکم

یہ چلن تیرے نئے اے گردشِ دوراں ہوئے
حامد الدولہ بہادر داغ کے یہ ساں ہوئے

عنایت نامہ ساڑھے تین برس کے بعد آیا، آنکھوں سے لگایا، چونکہ عذر نہایت معقول تھا، دلِ مشتاق نے بہت لطف اُٹھایا، میرے جواب کا سوم چہلم، برسی ہو چکی تھی، ساڑھے تین برس کا حساب روزِ حساب تک سمجھ میں نہ آئے گا، حامد الدولہ بہادر جس وقت تمہارا خط آیا ؏

کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

کلکتہ کی لہر آئی دل پر سانپ سا لوٹ گیا[1]۔ اپنا مقطع یاد آتا ہے ؎

[1] حضرت داغ تو بہرحال اقراری شاہ باز تھے انھوں نے خود کو ازلی عاشق مزاج (باقی صفحہ ۲۰۲ پر)

بیٹھے اُداس، اُٹھے پریشاں، خفا چلے
پوچھے تو کوئی آپ سے کیا آئے کیا چلے

نوکری بُری چیز ہے اگر حرص و طمع دامن گیر نہ ہو تو اس کا ترک کرنا ممکن ہے، اسیر لطف کیوں کر آزاد ہو افسوس رہا کہ آپ صاحبوں نے یہ نہ جانا کہ داغ بھی کام کا آدمی ہے، فقط نام کا آدمی نہیں ؎

سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری
کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں مجھے

بھیا مرزا نوشہ صاحب کا یہ شعر میرے بھی حسب حال ہے، بفضلہ تعالیٰ جس دن سے پیدا ہوا خدا نے آج تک روزِ بد نہیں دکھایا رامپور آکر عجب اخبار مکروہ سنے کہ جن کے خیال سے جی تلاتا ہے، جو آسائش مجھے کلکتہ میں ملی شاید جنت میں ملے وہ یہ کہ آب و ہوا نہایت موافق مزاج تھی، میں نے سب احباب کو خط بھیجکر یاد دلائی بعض کا جواب آیا بعض کا نہ آیا، مالک الدولہ مغفور کا نہایت صدمہ ہوا انھوں نے تادمِ مرگ شیوۂ آشنائی کو نہیں ترک کیا۔ خدا ان کی آمرزش کرے، ملتجی ہوں کہ اپنی خیریت سے ہمیشہ یاد و شاد فرماتے رہیئے۔ اگرچہ آپ کے خط میں مجکو کسی نے نہیں پوچھا، لیکن میری طرف سے آپ سب کی مزاج پرسی کیجیئے گا۔

(بقیہ ۲۰۱) بتایا ہے۔ کلکتہ کی رنگینیوں سے ان کے سینے پر سانپ کا لوٹ جانا کچھ تعجب خیز نہیں۔ کلکتے کے حسین نظاروں اور وہاں کی دل نواز صحبتوں نے غالب جیسے خشک شاعر سے بھی یہ کہلوا لیا کہ ؎

کلکتے کا جو ذکر کیا تو نے ہم نشیں
اک تیر میرے سینے پہ مارا کہ ہائے ہائے

پرانا اتاد جس کا خادم تخلص ہے، میری طرف سے سلام نیاز کہہ دیجئے گا۔

مرسلہ ۔ داغ دہلوی

۲۹ر اگست ۱۸۸۰ء

# بنام حکیم دادار بخش[1]

## ۱۵۰

حکیم صاحب عنایت فرمائے بے پایاں مصدرِ عطوفتِ فراواں حکیم دادار بخش صاحب، دام عنایتکم۔

بعد شوقِ ملاقات کے واضح ہو کہ میں نے کلکتہ کی تحریرات سے یہ سنا کہ نصیب اعدا آپ کو عارضہ فالج کا لاحق ہوا، کمال صدمہ ہوا، خدا جھوٹ کرے بڑا شوق کلکتہ جانے کا آپ سے ملنے کا تھا۔ خدا آپ کو صحت دے کہ میں آپ سے ملوں، میں بھی اس قدر علیل رہا کہ کوئی زندگی کی توقع نہ رہی تھی، خدا نے پھر بچالیا میرا قصد تبدیل آب و ہوا کا ضرور ہے۔ خدا جہاں لے جائے بشرطیکہ رخصت مل جائے، آپ اپنے مزاج کی خیریت سے جلد مطلع فرمائیے۔ حافظ مشتاق احمد وہاں ہوں تو میرا سلام کہدینا۔

نواب مرزا داغ

۲۳ر ستمبر ۱۸۸۵ء

---

[1] دادار بخش نام تھا، طبابت پیشہ، کلکتہ کے رہنے والے تھے۔

# خطوط بنام محمد حیدر خاں دلؔ

۱
۱۵۱

مہربان من![1]

آپ کی غزل بہت اچھی ہے، آپ کے استاد شاگرد فیض صاحب نے بہت خوب بنائی ہے، غزل کی تعریف آپ کی طبیعت کی رسائی کی اور ان کی اصلاح کی داد دیتا ہوں، اس میں کہیں گنجائش اصلاح نہیں ہے، نسخہ جو ممکن ہے اسکو آپ خوب دیکھ سکتے ہیں۔

ہیچمنداں۔ فصیح الملک داغ دہلوی

---

۲
۱۵۲

الحمد للہ، خیریت سے ہوں، روزہ رکھ رہا ہوں، کمشنر صاحب چادر گھاٹ سے جھگڑا ہے، شانے کے درد کے واسطے دوا بھیجدو، پہلی دوا مفید ہوئی۔

فصیح الملک داغ دہلوی

۳
۱۵۳

حکیم صاحب!

دل بیٹھا سا جاتا ہے، پیاس لگتی ہے تو پانی پیتا ہوں، خواہش تو بہت ہوتی

---

[1] شمس الاطبا حضرت الحکما نواب محمد حیدر خاں فلاطون جنگ لقمان الدولہ بہادر دلؔ نظام دکن کے مصاحب اور طبیب خاص تھے۔

ہے لیکن دو تین گھونٹ مشکل سے پی سکتا ہوں کہ معلوم ہوتا ہے پیٹ پانی سے بھر گیا۔ معدے کے منھ پر کچھ تکلف سا ہے، ریاح بند ہیں، سر بھی کبھی کبھی دوران کرتا ہے، سواری بھیجتا ہوں آپ چلے ہی آئیں تو اچھا ہو، وہم نے مرض میں اور اضافہ کر دیا ہے، میں آپ کا منتظر ہوں۔

فصیح الملک

## خط بنام امیر حسن دلگیر مارہروی

۱۵۴

غزل روانہ کر چکا ہوں، بہت دن ہوئے، احسن صاحب سے دریافت کرو۔ "داغ دہلوی"

جناب دلگیر مارہروی نے بہ طلب غزل اصلاح کردہ، استاد کو خط لکھا تھا، اسی خط کی پشت پر جناب داغ نے یہ جملہ لکھ کر خط واپس فرمایا تھا۔

## بنام سائل[1] دہلوی

۱/۱۵۵

داغ کے جگر، جگر کے دل مرزا سراج الدین خاں بہادر متخلص بہ سائل سلمہٗ

---

[1] سائل صاحب کا مفصل ذکر خط نمبر ۱ کے ذیل میں کر چکا ہوں، سائل صاحب نہ صرف حضرت داغ کے شاگرد رشید بلکہ عزیز بھی تھے۔ ان کے پاس داغ کے بہت سے خطوط ہونا چاہیے تھے یہ خط بھی مجھے برادرم سید تمکین صاحب کاظمی کی وساطت سے دستیاب ہوا ہے ورنہ انھوں نے اپنی زندگی میں مولانا احسن مرحوم کے بار ہا اصرار کے باوجود خطوط کی موجودگی کا اقرار نہیں فرمایا۔

سلمہ اللہ تعالےٰ!

آپ کا خط ۲۳؍اپریل ۱۸۸۶ء کو پہونچا، تعجب ہے کہ میری کسی تحریر کی رسید نہیں، بلکہ نواب احمد سعید خاں کو میں نے تمھاری شکایت لکھی کہ انھوں نے میرے خط کا جواب نہ لکھا، خدا جانے انھوں نے تم سے کہا یا نہیں، الحمد اللہ میں اچھا ہوں، موٹا تازہ ہوں، تمھارے ہلاکت نامے کی تفصیل سے میرے ہوش اڑ گئے، بارے ابھی اتنا ہوش ہے کہ تم بھی مزاق کے قائل ہو یہ مرض برا ہے بہت لوگ مر گئے اور بُری طرح، خدا کے واسطے اس کا علاج کرو اور وہم سے بچو! مطلب کے مقدمے کی کیفیت معلوم ہوئی گوش بر آواز ہوں خدا مژدہ سنائے، غزل دیکھ کر نہایت جی خوش ہوا، کیا کہنا، اَللّٰھم زد فزد، اپنے چچا صاحب کو سلام بھائیوں کو دعا کہنا۔ وہ عظیم آبادی جن کے واسطے تم نے لکھا مجھے ملے، توبہ توبہ میں خدا نہیں نا خدا نہیں، باخدا ہوں اس کو تم خوب جانتے ہو، وہ بے چارہ تو مسلمان ہے تمھاری ضد سے کافر ہو جائے یہ بات اور ہے۔ تم نے مجھے ایسا روکھا، پھیکا خط لکھا، خاندان کا کچھ حال نہ لکھا۔ لکھو اور ضرور لکھو، اللہ کرے تمھارے چچا صاحب مقدمے میں فتح یاب ہوں اور پھر رامپور آنے کا مزا ہو اور تم بھی ان کے ساتھ آؤ۔ والدعا

"داغ"

۲۳؍اپریل ۱۸۸۶ء

---

# بنام سجادہ[1]

۱
۱۵۶

قدوۃ السالکین دام فیضہٗ، بعد سلام مسنون مدعا نگار ہوں واقعی آپ کے کئی تاریخ ندارد عنایت نامے آئے ہیں، میں علیل رہا ہوں، اب بھی ہوں مزید علیہ اہلیہ[2] کے ماتم میں مبتلا ہوں، آپ اپنا کلام ضرور روانہ فرمائیے۔ بچشم انشاء اللہ دیکھوں گا، زیادہ خیریت۔ فقط

راقم فصیح الملک داغ دہلوی

۲ محرم شریف ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۳ مئی ۱۸۹۹ء

---

۲
۱۵۷

جناب من!

مجکو سرکار سے مطلق فرصت نہیں اور اہل شہر نے بھی گھیر رکھا ہے، باہر کا کام بالکل بند ہے، کلکتہ کے سفر سے مع الخیر واپس آئیں گے تو جب اپنا کلام بھیجیے گا اور ایک غزل سے زیادہ نہ بھیجا کیجیے آج یہاں پانچویں رجب

---

[1] ان بزرگ کا پورا نام سید شاہ زین الدین صاحب ہے بیدر کے رہنے والے مشہور سلسلۂ کنج نشیں گھرانے کے صاحب خرقہ و سجادہ ہیں، نوے سال کے بزرگ ہیں، شاعری سے خاص لگاؤ ہے سجادہ تخلص فرماتے ہیں۔ غالباً داغ سے اصلاح و مشورت کے لیے مستدعی ہوئے تھے جس کے جواب میں یہ خط لکھا گیا۔

[2] اہلیہ داغ نے ۱۳۱۵ھ میں انتقال فرمایا تھا۔ یہ خط انھوں نے ایک سال سے زیادہ مدت گزر جانے کے بعد لکھا تھا لیکن بیوی کی یاد قائم ہے اور ماتم گسار ہیں۔

یوم جمعہ ہے، وہاں رویت کب ہوئی خبر دیجئے۔

فصیح الملک داغ دہلوی

---

۳
۱۵۸

شاہ صاحب!

آپ کا عنایت نامہ بڑے انتظار کے بعد پہونچا، شکر ہے کہ آپ بخیر اپنے
گھر پہنچے، روغن زرد کا منگوانا منظور نہیں، یہاں انتظام کر لیا ہے، البتہ شہد
خالص ایک روپیہ کا بھیجدیجئے مگر اس کے ہاتھ جو مجھ تک پہنچا کر قیمت لیجائے
ہرن کے بچوں کے واسطے زیادہ کوشش نہ فرمائیے جو خیال کیا تو معلوم ہوا کہ
یہاں اُن کے رکھنے کو جگہ نہیں ہے، سب احباب اور اعزہ آپ کو سلام
مسنون کہتے ہیں۔ فقط

فصیح الملک داغ دہلوی

۴ر جنوری سنہ ۱۹۰۵ء مطابق ۱۰ر شوال سنہ ۱۳۲۲ھ

---

۴
۱۵۹

قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین دام فیضہٗ السلام علیکم

نوازش نامہ عالی مع غزل سامی پہونچا، یہاں حضرت چندا[1] صاحب کے

---

[1] چندا صاحب حیدرآباد کے ایک مشہور بزرگ تھے جنھوں نے سجادہ صاحب کو متبنّیٰ کر لیا تھا چندا صاحب بڑے باکمال بزرگ تھے حیدرآباد کے علاوہ اطراف ہند کے بہت سے لوگ آپکے عقیدتمند تھے نواب شمس الملک ظفر جنگ اور اکبر الہ آبادی کو آپ کے ارادت مندوں میں خاص درجہ حاصل ہے

کے انتقال کا تمام شہر کو صدمہ ہے غفور الرحیم ان کی مغفرت کرے اور آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے خانساماں عباس علی صاحب کو آپ ضرور خط لکھیں۔ ان کا پتہ یہ ہے، مقام حیدر آباد، ملک پیٹھ، دردولت حضور پرنور، آپ میرے واسطے جلہ کشی فرماتے ہیں، میں نہایت منفعل ہوں کہ مجھ سے کوئی خدمت نہیں ہوئی، زیادہ ادب، غزل اصلاح شدہ ملفوف بھیجتا ہوں۔ فقط

فصیح الملک داغ دہلوی

۷؍مارچ ۱۸۹۹ء مطابق ۲۳؍شوال ۱۳۱۶ھ

---

۱۶۰

قدوۃ السالکین دامت برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کے دو خط آئے، آپ کے ہم وطن خانساماں عباس علی صاحب بہت حضور میں پیش پیش ہیں ان سے میں نے ذکر کیا[۱]۔۔۔۔ سعی کروں[۲]، بہتر یہ ہے کہ آپ خود ان کو ایک خط لکھیں، مجھے آپ کے باب میں۔۔۔۔ آپ سے بہتر کون تھا سرکاری سامان شکار کا رسم پیٹھ۔۔۔۔۔ خدا کرے اس سفر

---

[۱] یہ خط مجھے برادر محترم جناب سید تمکین صاحب کاظمی کی معرفت ملا۔ موصوف کا بیان ہے کہ اس کی اصل سخاوت مرزا صاحب وکیل حیدر آباد دکن کے پاس ہے، خط نہایت بوسیدہ اور جگہ بہ جگہ کرم خوردہ ہے اس خط میں جہاں جہاں نقطے لگائے گئے ہیں وہاں کی تحریر پڑھنے میں نہ آسکی

[۲] عباس علی صاحب خانساماں کے ذریعہ جلال لکھنوی کی سفارش کرائی گئی تھی اس کا یہ ذکر کیا گیا ہے، سجادہ صاحب داغ سے پہلے حضرت جلال سے مشورہ کرتے تھے، جلال کو حیدر آباد سرکار سے وظیفہ ملتا تھا جو کسی بنا پر بند ہو گیا تھا اس کے دوبارہ اجراء کی کوشش کے سلسلہ میں یہ مشورہ دیا گیا۔

سے بچ جاؤں، دعا کیجئے، اپنا کلام بھیجئے لیکن اگر ... تو آپ کا کلام پڑا رہے گا۔ فقط۔

فصیح الملک داغ دہلوی ۱۶ر فروری ۱۸۹۹ء مطابق ۵ار شوال ۱۳۱۶ھ

از حیدر آباد دکن

# بنام شرف

۱
۱۶۱

جناب صاحبزادہ شرف[1] یار خاں صاحب!

الہیٰ شکر کہ برسوں کے بعد میں یاد آیا برس دن تک ایسا بیمار ہوا کہ خبر مرگ اخبار میں چھپی۔ مرثیے تاریخیں لوگوں نے کہیں، تم نے بات بھی نہ پوچھی۔ مجکو دیوان دیکھنے کی فرصت کہاں، جو میرے مسلک کے خلاف ہو اس کو خود نکال ڈالو، البتہ ایک کھٹکا ہے کہ کوئی محاورہ خلاف نہ بندھا ہو

حضور نظام کا قصد حضور خواجہ غریب نواز میں حاضر ہونے کا تھا بالفعل تو ملتوی ہوا مگر ضرور وہاں حاضر ہوں گے میں بھی بشرط زندگی ہمرکاب ہوں گا انشاء اللہ تعالیٰ وہاں ملاقات ممکن ہے۔

سب کچھ خدا نے دیا ہے کسی پردیسی کی ایسی عزت اس دربار میں نہیں۔ روٹی بھی پچاس کو کھلا کر کھا لیتا ہوں مگر ہائے ہندوستان تیرا ارمان، اچھ

---

[1] صاحبزادہ شرف یار خاں ریاست جاورہ کے عہدہ دار و منصب دار تھے، شرف تخلص تھا اور داغ کے کہنہ مشق تلامذہ میں شمار تھے۔

مہینے سے سفر میں ہوں، یہاں بھی خدمتِ احباب سے حتی الوسع دریغ نہیں
کرتا، تصویر انشاء اللہ تعالیٰ بلدے میں جاکر بھیجوں گا، بشرطیکہ تم یاد دل

فصیح الملک داغ دہلوی

۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ پنجشنبہ از کوہ مولا

## ۱۶۲

داغ نواز!

تمہارے علاقے میں رمضان نہیں آیا، بھاگ کر یہاں چلا آیا، روزہ رکھ
ہوں، انتخاب کی طاقت کہاں، بطور خود دیوان دیکھ لو، نہ تم کو فرصت کہ یہاں آ
رہو اور اس کو بنوا کر لے جاؤ نہ مجکو مہلت اگر ایک بار چھ مہینے میں غزل گئی تو آ
وہ سند ہوگی، آپ کے نزدیک میرا ہی قصور تھا۔

فصیح الملک داغ دہلوی

# خط بنام شمبھو ناتھ

## ۱۶۳

مصدرِ لطف و عطا جناب لالہ شمبھو ناتھ[1] صاحب، تسلیم

میری نگوں بختی کو آپ سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے، پریشان رہا، پریشا

[1] دہلی چاندنی چوک کے ایک بزاز تھے۔ ساہوکاری کرتے تھے۔ داغ صاحب کے دوست۔
ان سے وقتاً فوقتاً داغ صاحب قرض لیا کرتے تھے۔

ہوں اور نہ معلوم کب تک اور پریشان رہوں گا، کوئی تدبیر پیش وقت نہیں جاتی، ناچار تقدیر کا قائل ہونا پڑتا ہے، آپ کی دوست نوازی، غم خواری ہمدردی و لطف و کرم کا دل پر گہرا نقش ہے۔ کیا کیا سختیاں جھیل کر باہر نکلا ہوں، آپ کے خط کے چند جملے پڑھ کر جسم کے تمام رونگٹے کھڑے ہو گئے، جی سَن سَنا گیا۔ عرقِ انفعال میں نہا نہا گیا، ناحق آپ کیوں شرماتے ہیں جہاں اتنے روز صبر کیا ہے چند روز اور رُک کئے۔ سب مشکلیں خدا چاہے اب دور ہوا ہی چاہتی ہیں، کنارے آلگا ہوں، نہ یہ وقت رہے گا اور نہ آپ کا روپیہ دبا ہوا مجھ پر باقی رہے گا، جو عنایات و مہربانیاں مجھ پر مبذول فرماتے رہے ہیں ان سے اب آخر وقت میں دریغ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ آپ کے اطمینان بخش جواب کا منتظر ہوں

خاکسار

"داغ دہلوی"

۳ رجمادی الاول ۱۳۰۶ھ

# خطوط بنام طپش مارہروی

## تعارف

محمد یوسف حسن نام تھا اور طپش تخلص۔ مارہرہ ضلع ایٹہ کے باشندے تھے۔ کچھ عرصے رامپور میں بہ زمانۂ نواب حامد علی خاں درباری شاعر کی حیثیت سے فائز رہے، جناب رسؔا سے خوب چوٹیں رہا کرتی تھیں۔ علاوہ دربار رامپور کے اور کئی جگہ رئیسوں کے یہاں بطور

مصاحب رہے تمام عمر جناب طپش کی اسی حال میں گزری۔ بڑے ظریف الطبع تھے، ایک ضخیم دیوان یادگار چھوڑا مگر وہ بے قدری کا شکار ہوا اور نہیں معلوم کہ وہ کہاں اور کس کے پاس ہے۔

---

1/164

کیا خوب غزل لکھی ہے، مجکو از حد پسند آئی۔ یہ نہ معلوم ہوا کہ کس سے اصلاح لیتے رہے ہیں۔ دکھلانا۔ بتلانا۔ کلام داغ میں متروک ہے۔

"داغ دہلوی"

نوٹ:۔ یہ جملے اس غزل کے حاشیہ پر داغ صاحب نے تحریر فرمائے جو جناب طپش نے ان کے پاس بغرض اصلاح بھیجی تھی۔ یہ غزل ۲۹ اشعار کی ہے۔ کل تین شعروں پر اصلاح دی گئی، لطفِ صحبت کے طور سے وہ شعر اور اصلاح ملاحظہ کیجئے۔ اس سے داغ کے اصلاح دینے کا ڈھنگ بھی معلوم ہو سکے گا۔

اصل شعر
چمن کی سیر کرتے ہیں چمن کے پھول چنتے ہیں
مرے افسردہ دل کے داغِ حسرت دیکھنے والے

بعد اصلاح:۔
نظر پڑتے ہی اس گلشن پہ سب منہ پھیر لیتے ہیں
مرے افسردہ دل کے داغِ حسرت دیکھنے والے

اصل شعر:۔
طبیب و گورکن محظوظ ہیں، غسال خنداں ہیں
سبھی خوش ہیں کسی بے کس کی رحلت دیکھنے والے

طبیب و گورکن مخطوظ ہیں، غسال خنداں ہیں

بعد اصلاح:۔ سبھی خوش ہیں ترے عاشق کی رحلت دیکھنے والے

نہیں فرہاد و مجنوں کس کو دکھلاؤں کمال اپنا

اصل شعر:۔ یہی تھے عشق میں میری لیاقت دیکھنے والے

نہیں فرہاد و مجنوں کیا دکھاؤں میں کمال اپنا

بعد اصلاح:۔ یہی تھے عشق میں میری لیاقت دیکھنے والے

۲/۱۶۵

احسن ابھی اس لائق نہیں کہ وہ اصلاح دیں، نہ استعداد کامل، نہ مشق، نہ اہل زبان، وہ کون شاگرد ہے جو بے اصلاح غزل بھیجتا ہے، کون سے شعر میں نقص ہے، وہ لکھ کر بھیجو، یہ اشتہار پہلے ہو چکا ہے کہ کوئی غزل بے اصلاح نہ بھیجے احسن سے نائق نزہت شاگرد ہیں، کیا وہ اس بات کو قبول کریں گے، توبہ توبہ ہرگز خیال نہ کرنا، جس شعر میں غلطی نہ لکھو اس کو نہ چھاپو اور مجکو بھی اطلاع دو، ہیری کے معنی اہل زبان دہلی میں شیخی و تعلی کے ہیں۔ اب شعر کے معنی یقین ہے سمجھ لو گے "پانی پلا کے، نہیں ہے" یا پی پلا کے "ہے" اگر اب بھی سمجھ میں نہ آئے تو پھر پوچھو

فصیح الملک داغ دہلوی

نوٹ:۔ یہ تحریر طپش مارہروی کے خط کے ذیل میں درج ہے، اس خط کی مزید وضاحت کے لئے غیر مناسب نہ ہوگا کہ طپش صاحب کے خط کا بھی کچھ اقتباس پیش کر دیا جائے۔

مارہرے میں میں پہلا شخص ہوں کہ آپ کا شاگرد ہوا، ضروری

تھا کہ میں اپنے بعد کے بھائیوں سے آپ کی چشمِ فیض سے زیادہ سیر آب ہوتا مگر میری غفلت نے میرے سارے شوق پر پانی پھیر دیا، مدتیں گزریں کہ غزل کہنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اب مہینے دو مہینے سے حضرت مخدومی احسن صاحب کے پاس رہنے کے باعث میرے پرانے شوق پر جِلا ہوئی، جو کچھ کہتا ہوں پہلے اچھی طرح احسن صاحب کو دکھا لیتا ہوں پھر ان کی دیکھی ہوئی غزل اصلاح کے لئے بھیجتا ہوں۔ آپ کے دو شعر میری سمجھ میں نہیں آئے۔ اگرچہ احسن صاحب کے سمجھانے سے ایک گونہ تسکین ہو گئی ہے مگر

"تصنیف را نیکو کند بیاں"

دوسرے یہ کہ آپ کے دیوان میں فکر کی تذکیر دیکھ ایک شبہ ہوتا ہے کہ آیا فی الحقیقت آپ کی زبان پہ مذکر ہے یا مؤنث، امید کہ مطمئن فرمائیے، وہ دو شعر یہ ہیں:-

آب بقائے گرچہ بہت روک تھام کی ۔۔۔ پیری چلی نہ خضر علیہ السلام کی
پانی پلا کے حضرتِ زاہد بھی رنگ لائے ۔۔۔ یا یہ ہوا کہ دخترِ رز پارسا ہوئی

گلدستہ ریاض خلیل میں اکثر آپ کے نوشق اور مبتدی شاگردوں کی ایسی غزلیں آجاتی ہیں جن میں شاعری کے متعلق بہت سی غلطیاں ہوتی ہیں۔ اگرچہ حضرت احسن نے ہر ہر شخص کو بارہا لکھدیا ہے کہ آپ لوگ حضرت اُستاد سے اصلاح لے کر غزلیں بھیجا کیجئے مگر کوئی نہیں سنتا اکثر بے اصلاحی غزلیں بھیج دیتے ہیں اور لکھ دیتے ہیں کہ

اصلاح شدہ ہیں، میرے نزدیک مناسب ہے کہ اگر آپ کی طرف سے ریاض خلیل میں یہ نوٹس دے دیا جائے کہ بے اصلاحی غزلیں حضرت احسن دیکھ لیا کریں۔ بغیر نوٹس کے کوئی شخص اس اصلاح کو نہ مانے گا آئندہ جو رائے عالی ہو۔

۳
۱۶۶

جناب من! وعلیکم السلام!

مجھے تعجب ہو رہا ہے، آپ کی غزل کو گئے ہوئے پندرہ روز سے زیادہ ہوئے آپ کہتے ہیں کہ اب تک نہیں ملی، نقل تو آپ کے پاس ہو گی، نقل کر کے بھیج دیجئے پھر دیکھ لوں گا، اس پرچے میں اگر نہیں تو اگلے میں چھپ جائے گی، اکثر ایسا دیکھا ہے کہ طرحی مصرعے پر غزلیں دو دو ماہ میں ختم ہوتی ہیں، یہ طرح بھی شگفتہ ہے، بہت غزلیں آئی ہوں گی، آپ مجھے فوراً غزل بھیج دیجئے۔ میں اسے دیکھ کر جلد ہی واپس کر دوں گا۔ احسن صاحب کی علالت سے فکر ہو گئی تھی۔ اب صحت کی خبر آئی۔ اطمینان دلایا، انھیں اب کچھ روز بالکل آرام کرنا چاہیئے، جان ہے تو جہان ہے، علاج ڈاکٹری ہوا تھا یونانی یا ویدک۔

مولوی افتخار عالم صاحب سے دعا کہیئے۔ بہت دن سے ان کا کوئی خط نہیں آیا، وجہ سمجھ میں نہ آئی۔

فصیح الملک داغ دہلوی (حیدر آباد دکن)

۱۰؍ اگست ۱۹۰۲ء

# تقریظ

مولوی ظفر علی خاں نے "خیابان فارس" پر ریویو کے لئے حضرتِ داغ سے گذارش کی، ذیل میں وہ تقریظ صرف اس خیال کے ماتحت درج کی جاتی ہے کہ یہ حضرتِ داغ کی تحریر ہے اس سے جہاں ان کی مکلف انداز تحریر کا پتہ چلے گا وہیں اس زمانے کے طرز تنقید کا بھی اندازہ ہوگا

مولوی ظفر علی خاں بی اے، نے جو ایک لائق اور ہونہار نوجوان میرے دوست اور شاگرد ہیں عالی جناب معلی القاب حضور اکسیلنسی نواب لارڈ کرزن وائسرائے بہادر کشورِ ہند کی یادگار زمانہ کتاب "پرشیا" کا ترجمہ اردو میں کیا ہے جس کا نام انھوں نے "خیابانِ فارس" رکھا ہے اور جس کو بندگانِ عالی متعالی حضور نظام دام اقبالہ نے اپنے نام نامی سے منسوب کئے جانے کی اجازت دی ہے، میں نے اس ترجمے کو مختلف مقامات سے دیکھا، ترجمے کی مشکلات اور پابندیوں کے لحاظ سے نہایت مشکل ہے کہ مصنف کا اصلی مقصد بھی فوت نہ ہوا ہو اور ساتھ ہی اس کے زبان کا لطف بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ زبان غیر کا ترجمہ اپنی زبان میں بجنسہٖ کرنا آسان بات نہیں ہے، یہ تو یقین ہے کہ انھوں نے مصنف کے اصلی مقصود کو ہاتھ سے نہ جانے دیا ہوگا، اس لئے کہ آنریبل نواب عماد الملک بہادر اور شمس العلما مولوی سید علی بلگرامی نے اُن کے اعلیٰ درجے کے انگریزی داں ہونے کی تعریف کی ہے مگر جس

---

ظفر علی خاں بی اے ملک کی مشہور شخصیت تھی، موصوف کچھ عرصے ریاست حیدر آباد میں بطور اسسٹنٹ ہوم سکریٹری ملازم رہے۔

حد تک اس ترجمے کو اردو زبان سے تعلق ہے میں وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ انھوں نے اس میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کی ہے۔ مولوی ظفر علی خاں کو میں مبارکباد دیتا ہوں کہ یہ کتاب باعتبار لطفِ زبان بجائے ترجمے کے اصل کتاب معلوم ہوتی ہے، سلسلۂ بیان اس قدر بار بط اور ایسا سلیس ہے کہ ایک انگریزی داں نوجوان اور وہ بھی متوطن پنجاب ہو، اس سے ایسی توقع نہیں ہوسکتی تھی کہ وہ ایسی اعلیٰ درجے کی بامحاورہ اردو میں اتنی ضخیم اور مبسوط کتاب کا ترجمہ بے تکلف کرنے پر قادر ہوسکے گا۔

کتاب کی ذاتی خوبیوں اور ترجمے کی سلاست سے مجھے امید ہے کہ نہ صرف اہل ملک بلکہ ہماری برٹش گورنمنٹ اور گورنمنٹ نظام اس کو ہاتھوں ہاتھ لے کر قدر افزائی کریں گے اور مترجم کی سعی و کوشش کی دل سے داد دیں گے۔

فصیح الملک داغ دہلوی
۲ر خردادی سنہ ۱۹۰۲ء

# بنامِ عزیزہ بیگم[1]

۱/۱۹۷

ہمشیرہ عزیزہ، عزیزہ بیگم صاحبہ سلمہا ربہا

تمھارا خیریت نامہ پہونچا، حاجی عبدالغفار صاحب کو میں بہت کچھ

[1] داغ صاحب نے جس لفافہ میں یہ خط بھیجا تھا اس کے پتہ میں عزیزہ بیگم کو چھوٹی ہمشیرہ لکھا ہے۔

لکھ چکا ہوں، اب تمھارا خط ان کو بھیجے دیتا ہوں اس کو دیکھ کر دیکھوں وہ کیا جواب دیتے ہیں، بہر نہج ایک ہزار روپیہ کا بندو بست ضرور کرو انشاء اللہ تعالیٰ میرے پاس روپیہ آئے گا کہ بادشاہوں کا قول لغو نہیں ہوتا، حکم الٰہی کی دیر ہے۔ اگر روپیہ آجاتا تو فوراً تمھارے پاس ہزار روپیہ بھجوا دیتا۔ بیوی صاحب کو لبِ سلام کے معلوم ہو کہ حکیم صاحب سے کہو کہ میرا گھر والا دکن میں ہے وہی میرا گھر ہے میں دلّی میں مسافر ہوں جلد جلا ہوں سے فراغ حاصل کرو۔ برخوردار لاڈلی بیگم نے مجکو لکھا تھا کہ میرا آنے کو بہت جی چاہتا ہے میں نے فوراً جواب لکھا کہ میری عین تمنا ہے مگر مصلحت اور رضامندی تمہاری والدہ کی ضرور ہے اگر ان کی مرضی ہو تو عبدالحمید کو اور ایک ناصر الدین کے آدمی کو لے کر چلی آؤ پھر اس کا کوئی جواب نہ آیا۔ یہ ممکن نہیں کہ میرا خط نہ پہنچا ہو، اس کی کیا وجہ ہے صاف لکھو۔ شیخ کریم بخش سے کہہ دینا کہ میں خود تم کو بلاؤں تو آیئں، ابھی دلّی کی اور ہوا کھائیں آج بدھ کا دن ہے اور جمعرات کی رات۔ اس وقت تک نہ مرزا آئے نہ امیر مرزا، دونوں بجے پور میں ہیں، اہلیہ بیگم کا کبھی سلام نہیں آتا، کیا عتاب ہے، ان کی پوتی کو دعا، ان کو سلام۔ برخوردار ناصر الدین احمد طال عمرہ کو بہت بہت دعا پہنچے۔ میں نے پہلے خط میں یہ بھی دریافت کیا تھا کہ ششماہی کا روپیہ کس حساب سے ملا۔ اس کا جواب بھی نہ ملا۔ مرزا شجاع الدین خاں کا خط آیا وہ دلّی آگئے انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ آئندہ لکھوں گا مگر لاڈلی بیگم کو لکھنا ضرور تھا، زیادہ کیا لکھوں، عبدالغنی آداب عرض کرتا ہے۔

داغ دہلوی ۵، اکتوبر ۱۸۹۳ء

۲
۱۴۸

ہمشیرہ عزیزہ عزیز بیگم صاحبہ سلمہا ربہا

دعا کے بعد معلوم ہو کہ حاجی عبدالغفار صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ حاکم نے وصیت نامہ جائز رکھا اور تمھارے مقدمے کو خراب کیا۔ مدعا علیہ نے ہزار روپیہ صرف کیا، تم کسی طرح نہ گھبرانا۔ بہت اطمینان رکھو، انشاء اللہ تعالے لاہور سے اس مقدمے میں ہم فتح پائیں گے۔ فقط وصیت نامے کے خارج نہ ہونے سے کیا ہوتا ہے ہمارا تو دعوی بہت کچھ ہے۔ خدا نے چاہا تو یہ وصیت نامہ لاہور سے خارج ہوگا اور یہ مقدمہ گواہوں کے بگڑنے سے خراب ہوا اس قدر جو روپیہ صرف ہوا ہے تو اب کیوں کر چھوڑ دیا جائے اور تمھارا جو روپیہ صرف ہوا ہے اس کا تردد نہ کرنا، اللہ دینے والا ہے اور یہ بھی کہے جاؤ کہ اگر یہاں مقدمہ بگڑ گیا تو کیا ہوتا ہے ہم لاہور سے لیں گے۔ تمھارے آ کی طرف سے بعد دعا کے معلوم ہو کہ حاکم نے جو خلاف حکم دیا ہے تو اس سے گھبرانا نہیں اس لئے کہ صرف وصیت نامے کا جائز اور ناجائز ہونا ہمارے اصل مقدمے میں کوئی فتور نہیں ڈال سکتا اور انشاء اللہ یہ وصیت نامہ بھی لاہور سے ناجائز ہو جائے گا۔ روپیہ کی طرف سے نہ گھبرانا جو کچھ میرے پاس ہے سب تمھارا ہے اور اس مقدمے سے خرچنے کے واسطے بھی کہیں لوگوں کے کہنے سننے میں آکر گھبرانا نہیں، ابھی سارا مقدمہ باقی رکھا ہے یہ دعا کرو کہ ہماری تمھاری تندرستی اور زندگی رہے تم کو ہماری جان کی قسم جو تم ذرا بھی فکر کرو۔ اگر تم ذرا سی بھی فکر کرو گی تو ہم کو بہت رنج ہوگا اور اس وصیت

نامے کے جائز ہو جانے سے مجکو ذرا بھی رنج نہیں اس واسطے کہ میرا دل اور میری ہمت تو یہی کہتی ہے کہ ہم ضرور آخر کو جیتیں گے پھر ابھی سے کیوں فکر کریں، انتہا تک اس مقدمے کو پہونچا کر اور انشاء اللہ جیت کر رہیں گے زیادہ خیریت۔ سب کو درجہ بدرجہ دعا سلام۔ لاڈلی بیگم برخوردار ناصر الدین احمد آداب کہتے ہیں سب کو۔

فصیح الملک داغ دہلوی

۱۵ر دسمبر ۱۸۹۵ء

## بنام عاجز[1]

### ۱۶۹

شیخ صاحب، پارسا سلامت!

مدت ہوئی ملاقات سے محروم رہا۔ اب معلوم ہوا کہ آپ کو راجہ اندر نے مہمان بلایا تھا، کوہ فلک تکوہ پر آپ تھے۔ نوبت معراج کی اگرچہ نہ آئی مگر دماغ تو آسمان پر پہونچا، پھر سنا کہ بی لاڈلی کے یہاں لڈو تقسیم کرتے ہیں، میں نے کہا جھوٹ، گوینده صادق العقول تھا عرض کیا جناب عالی بغیر شیخ صاحب کے مراسم ضروری اور مراتب ارضیہ کیوں کر ادا ہو سکتے ہیں، میں نے کہا غلط، اس نے کہا صحیح۔ میں نے کہا دروغ اس نے کہا درست غرض نوبت بہ رد و کد پہونچی۔ میں ہارا وہ کم بخت جیتا، اجی حضرت

---

[1] شیخ حمید اللہ صاحب عاجز

آج جو چھوٹے خانساماں ملے تو دور ہی سے کھل کھلا گئے۔ کچھ شرما گئے ہم بھاگ گئے۔ ٹھکانا اچھا، زمانہ موافق، موقع بہت خوب، عمر نئی، قوم متبرک جو کچھ ہو کم ہے۔

کیوں صاحب لوگوں کی تعظیموں سے پاؤں ٹوٹ گئے ہوں گے۔ ہم کو بلایا بھی نہیں، شکایت ہے۔ جواب کا طالب

داغ دہلوی

# خطوط بنام عزیز یار جنگ

۱
۲۷۰

حضور دام اقبالہ[1]

جناب مظہر عنایات مکرم نواب عزیز یار جنگ بہادر سلمہ اللہ تعالےٰ۔
دعائے ترقی عمر و دولت کے بعد دعا نگار ہوں، آپ مجھ سے ملے نہیں ورنہ زبانی کہتا، ایک مکان جو رانی والا کر کے مشہور ہے۔ شمشیر خاں کے مکان سے ایک مکان آگے کنٹے[2] کے پاس سر راہ ہے سنا گیا ہے کہ بہ سبب لاوارث

---

[1] نواب عزیز یار جنگ بہادر ناظم عطیات صرف خاص حیدر آباد دکن، مرزا داغ کے شاگرد تھے انکے والد کا نام فیاض الدین خاں ثیاقت اور شرف جنگ خطاب تھا۔ ۱۲۹۰ھ میں حیدر آباد ہی میں پیدا ہوئے شاعری سے فطری لگاؤ تھا، عزیز تخلص فرماتے تھے۔ آخر زمانے میں حضرت داغ کے شاگرد ہوئے تھے ایک مثنوی دو دیوان اور ایک واسوخت آپکا طبع ہو چکا ہے۔ ۲۰ فروری ۱۹۲۹ء کو فوت ہوئے

[2] کنٹہ حیدرآباد کا ایک محلہ ہے اسی کو داغ نے کنٹے لکھا ہے پورا نام کنٹہ گوشہ محل ہے یہ معظم جاہی مارکٹ کے شمالی مغرب میں واقع ہے۔

ہونے کے سرکار کی ضبطی میں آگیا ہے اور اس پر پولس کا پہرہ ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ یہاں مجکو کس قدر تکلیف ہے میں نے حضور دام اقبالہ' میں تیسری آبان کو عرضی کر دی ہے اور اس کا مضمون یہ ہے کہ بکرایہ ہی کفایت کے ساتھ مل جائے اگر وہ نہ ہو تو کوئی اور مکان تجویز ہو جائے، آج نو دن ہوئے کہ اس کی کیفیت کچھ معلوم نہیں ہوئی اگرچہ مکان عطا کرنے کے واسطے سرکار نے تحریر میرے پاس بھجوادی ہے جس کو چھ سات برس کا زمانہ ہوا، ضابطہ تو یہ چاہتا ہے کہ اس کی کیفیت اگر دریافت کرنی ہو تو عالی جناب مہاراجہ بہادر مدارالمہام سرکار عالی سے دریافت فرمائیں، آپ پیش گاہ مدارالمہام بہادر میں یہ تحریر پیش کر کے مجکو لکھیں کہ اس کے متعلق کوئی حکم آیا یا نہیں یا آئندہ آئے تو خیال فرمائیں، اول تو یہ بات دریافت طلب تھی، دوسرا امر یہ ہے کہ سید علی احسن صاحب احسن نے جو کتاب لاجواب لکھنی شروع کی ہے اور جس کے اجزاء چھپوانے کے لائق ہو گئے ہیں۔ اس میں میں نے بھی سو روپے دئے ہیں اور عالی جناب مہاراجہ بہادر نے اپنی دریادلی سے اپنے دست قلم سے تین سو روپیہ لکھے ہیں بغیر انکی عطا کے کام نہیں چل سکتا، لہذا یہ تحریر ہے کہ احسن صاحب آپ کے پاس پہونچتے ہیں جو آپ کو پوچھنا ہو زبانی کیفیت بیان کریں گے انکے انجاح کار میں گزارش و سعی کر کے آپ مجکو جواب سے اطلاع دیں۔ زیادہ شوق

فصیح الملک داغ دہلوی

۱۳ آبان ۱۳۱۷ف چہار شنبہ۔

۲
۱۶۱

نواب مکرم و محتشم، تسلیم! کتاب مطبع میں طبع کے لئے دے دی گئی ہے، مطبع والے پیشگی روپیہ مانگتے ہیں، براہِ کرم حسب وعدہ آپ جناب نواب مدار المہام سرکار عالی کو یاد دلا کر رقم ارسال فرما دیجئے تاکہ چھپائی شروع ہو جائے۔ یہ امر منحصر آپ کی سعی پر ہے اس کا جواب سرفراز ہو۔ لہٰذا مکلف

"فصیح الملک داغ"

---

۳
۱۶۲

بخدمت جناب مہتمم صاحب کرورگیری[1]

ایک پارسل عطر کا میرے نام آیا ہے، دو تولے عطر پانچ روپیہ کا ہے ملاحظہ فرما کر واپس فرمائیے۔

فصیح الملک داغ دہلوی
۵/ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ

نوٹ:۔ جس ورق پر اوپر کے یہ دو رقعے درج ہیں، اسی پر یہ رباعی بھی درج ہے:۔

---

[1] حیدرآباد میں کسٹم کو کرورگیری کہتے ہیں، غالباً داغ صاحب کا کوئی پارسل عطر کا آیا تھا اس کے متعلق یہ رقعہ لکھا گیا، اس رقعہ میں مہتمم صاحب کا نام نہیں لکھا گیا۔ اس لئے یہاں درج کر دیا گیا = رقعہ بقول مولانا احسن مارہروی اختر مینائی کا لکھا ہوا ہے۔ دستخط داغ صاحب کے ہیں۔

## یارزاق

### رباعی

روکی ہے مددگار نے میری تنخواہ — گزرے ہیں سہ ماہی کی طرح یہ سہ ماہ
حضرت کا ہو یہ حکم بھلا کس کو یقیں — لاحول ولا قوۃ الا باللہ

---

### ۴
### ۱۷۳

عالی جناب[1] معلی الالقاب زید اللہ اقبالہ وحشمہ۔ تسلیم قبول ہو۔

کل جو مشاعرہ فیض[2] صاحب کے مزار پر ہوا، ترکی[3] صاحب کی کیفیت نفاق مجھ پر منکشف ہوئی۔ بہت بہتر کیا جو سید ظہیرالدین[4] صاحب اپنی غزل چاک

---

[1] یہ خط انشائے داغ میں مولانا احسن صاحب نے مہاراجہ کشن پرشاد کے نام لکھا ہوا بتایا ہے اصل خط سے بھی پتہ نہیں چلتا اس میں مکتوب الیہ کا نام نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس تحریر کے مخاطب کشن پرشاد صاحب ہی ہوں۔

[2] فیض صاحب حیدرآباد کے ایک علم دوست بزرگ اور شاعر تھے حافظ میر شمس الدین نام فیض تخلص ۱۱۹۵ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ پیری مریدی کرتے تھے ۱۲ رجب ۱۲۸۲ھ میں وفات پائی ان کے شاگردوں نے عرس کے موقع پر شاعرے کرنا شروع کیے۔

[3] ترکی صاحب ان کا پورا نام ترک علی شاہ قلندر تھا پانی پت کے ایک قصبہ نور محل کے باشندہ تھے اصل نام غلام محمد تھا قلندریہ سلسلہ میں جب شریک ہوئے تو ترک علی شاہ ہو گئے غلام قادر گرامی کے بہنوئی تھے ریاست سے پچاس روپیہ منصب ملتا تھا۔ فارسی کے استاد و بالغ نظر شاعر تھے۔ مہاراجہ کشن پرشاد فارسی کا کلام انھیں دکھاتے تھے۔ کئی دیوان چھپ چکے ہیں۔ نوے سال کی عمر پا کر حیدرآباد میں ہی انتقال کیا۔

[4] سید ظہیرالدین صاحب ظہیر دہلی کے رہنے والے اور دنیائے شاعری کے مشہور استاد تھے۔ ذوق کے شاگرد رشید اور حضرت داغ کے خواجہ تاش۔ ظہیر صاحب اور ان کے نواسہ جناب سید اشتیاق حسین صاحب شوق جناب کشن پرشاد صاحب شاد کے دامنِ دولت سے وابستہ تھے۔ بڑی سادہ زندگی بسر کرتے تھے عابد و زاہد تھے۔ داغ سے بڑے بے تکلف تھے لیکن داغ صاحب ان کا اتنا ادب کرتے تھے کہ ان کی موجودگی میں نہ کوئی طوائف آسکتی تھی اور نہ اس قسم کا ذکر ہو سکتا تھا۔ ان کے والد خوش نویسی میں بہادر شاہ ظفر کے استاد تھے۔ ریاستہائے رامپور، الور، جے پور اور ٹونک میں عرصے تک رہے آخر عمر میں حیدرآباد پہنچے اور وہیں وفات پائی۔

کر کے اُٹھ کھڑے ہوئے، میں اپنے شاگردوں سے سخت ناراض ہوں کہ وہ بھی ان کے ساتھ کیوں نہ اُٹھے، ظہیر کو لوگوں نے خدا جانے کیا سمجھا میں ان کا طرف دار بدل ہوں اور آئندہ بھی انشاءاللہ رہوں گا۔ اس پایہ کا شاعر کم ملیگا ضعیفی اور تنگ دستی سے یہ نوبت پہونچی بہادر شاہ بادشاہ کے استادزادہ ذات کے سید، استاد ذوق کے شاگرد رشید، کیا یہ فضیلت کم ہے جو ان کو نظر کم سے دیکھا جائے وہ جناب عالی کی پرورش کے نہایت شکرگزار ہیں، اگر آپ پرورش نہ فرماتے تو وہ اب تک زندہ نہ رہتے، جاں نوازی فرمائی ہے۔ یہ مجھ پر بھی احسان ہے مگر شریف آدمی مفلسی میں بھی آبرو کا خیال رکھتا ہے اس کی وجہ کیا کہ ان کا نمبر توڑ کر جلیل صاحب کو پڑھوایا گیا اور ان کے آگے سے شمع اٹھالی، یہ سب چالاکیاں ترکی صاحب کی تھیں، میری غزل جو پڑھی گئی تو ترکی صاحب نے کہا کہ ایک شعر اچھا کہا ہے اور جلیل صاحب کی غزل کی تعریف میں جو وہ کہتے رہے سُننے والوں کو ہنسی آتی تھی۔ داغ مضمون کہنا نہیں جانتا، جلیل مضمون کہنا جانتے ہیں، آسیر کو تو یہ مجال نہیں ہوئی جلیل کیا داغ کو مٹا سکتے ہیں میری اصلاحی غزل کو خدا کی شان کہ ترکی صاحب مجھیں اور نیک و بد بتائیں آپ کے سامنے اگر اوپری دل سے میری تعریف وہ کریں تو ضرور جھڑکے جائیں مگر غیبت میں ان کا حال مجکو معلوم ہو گیا، ضروری گذارش یہ ہے کہ ان کو اصلاحی غزل نہ دکھلایا کیجئے اور میرے پاس کبھی ان کو نہ بھیجیے۔ میں منافق سے ملنا نہیں چاہتا اور وہ ظہیر کو مٹوا نہیں سکتے۔ الٰہی ترقی عمر و دولت زیادہ ہو آمین!

فصیح الملک داغ دہلوی (حیدرآباد)

# خط بنام عبدالحمید

۱۷۴

عبدالحمید صاحب کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ محمد نوح صاحب میرے یہاں آئے اگرچہ مجکو اطلاع نہیں تھی مگر میں ان کے آنے سے بہت خوش ہوا وہ بفضلہ تعالیٰ خوش و خورم بخیریت بصحت ہیں ان کے عزیز و احباب باالخصوص ان کی والدہ صاحبہ خاطر جمع رکھیں کسی طرح تشویش نہ کریں، یہاں کی آب و ہوا وہاں سے اچھی ہے، ان کو آئے ہوئے ابھی سات دن ہوئے اور تمھاری طرف سے طلب نامے آنے لگے مرد بچّے کو قطعی میں انگور کی طرح سے نہیں رکھتے۔ یہاں کی راحت یا تکلیف کا حال یقیناً ان کی تحریر سے بھی آپ کو معلوم ہوگا۔ زیادہ خیریت

فصیح الملک داغ دہلوی۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء

(حیدر آباد دکن)

# خطوط بنام قاضی عبدالحمید

۱/۱۷۵

مقصدِ لطف و کرم جناب قاضی صاحب[۲]، السلام علیکم۔

آپ کا تحریر فرمانا کہ حجاب آنا چاہتی ہیں لیکن دوسرے مانع میں دل کو

---

[۱] ملازم نوح نگر دہی ابطور کارندہ۔

[۲] قاضی عبدالحمید کلکتہ کے رہنے والے تھے۔ داغ صاحب سے مراسم خصوصی تھے اور منی بائی حجاب کے واقف حالوں میں سے تھے انھیں کی سعی سے منی بائی حیدرآباد آئیں۔

نہیں لگتی، بھلا کوئی دل سے چاہے اور پھر بھی موانع حائل ہوں، سمجھ میں نہیں آتا، انھیں شاید خود کچھ تردد اور تکلف ہے، مجھے ذرا تفصیل سے لکھئے کہ ان کا مدعا کیا ہے، میری جو حالت ہے آپ پر ظاہر ہے سب بتا چکا ہوں نہ میں وہ رہا اور نہ اب وہ پہلے جیسی رہیں، ایک قدیم خلش ہے جو بے چین بنائے ہوئے ہے وہ یہاں چلی آئیں تو وقت خوش گزرے ورنہ ویسے کچھ نہ کچھ دل جیسی کا سامان بھم ہی رہتا ہے، ان سے کہہ دیجئے کہ گو میں بوڑھا ہو چکا ہوں لیکن ان کی لگن ویسی ہی تروتازہ ہے، میں انھیں امکان بھر ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ مجھے یقین ہو جائے کہ وہ خود بھی دل سے میرے پاس آنا چاہتی ہیں، ہر رکاوٹ دور ہو سکتی ہے، ہر بُعد قرب ہو سکتا ہے اگر وہ چاہیں، چار تازہ غزلیں نقل کرا کے ملفوف بھیجتا ہوں جن صاحب کی فرمائش ہے انھیں دیدیجئے۔

فصیح الملک داغ دہلوی

۲
۱۷۶

مہربان دنا مہربان، یاد فراموش، دور اُفتادگان منشی عبدالحمید سلمہ اللہ الوحید

ہزاروں برس سے دہلی کو پایۂ تخت اور دارالخلافہ شاہان ہنود اہل اسلام کا سنتے آئے ہیں اس سرزمین کے آدمی کا وقار اور اعزاز ہزاروں برس تک رہا کل شیٔ ھالک آخر فنا آخر فنا بالفعل وہاں کی نشانی ایک داغ رہ گیا تھا اس کو تم صاحبوں نے مٹایا، وہ بھی کم بخت مٹ ہی گیا، جب کلکتے میں قدر کا غدر ہو گیا، اس بے قدر کو کون پوچھے ؎

اہلِ تمیز مانتے ہیں مجھے
جاننے والے جانتے ہیں مجھے

ازروئے اخبار کے معلوم ہوا کہ عید کے دن پانچ منٹ تک زلزلہ رہا سنکر جی تھرّا گیا، اپنے احباب کی خیر مناتے گزری ہے خدا جانے اہلِ کلکتہ پر کیا گزری یہ بھی سنا کہ وہاں وبا کا بھی زور ہے اور پریشان ہوا، رمضان میں بخار آنا یہ حیلہ ہے روزہ کھانے کے لئے اور اگر تپ ولرزہ ہوئی تو زلزلے کے آنے کا یہی باعث ہوگا۔

ایک شخص کا عقد ہونا ہے، اسی ۱۳۰۲ھ میں ہوگا کوئی مادّہ تاریخ جلد لکھ کر بھیجو اور اپنے احباب پر بھی فرمائش کر کے لکھوالو۔ اگرچہ اس حلال کی تاریخ کہنا مجھے حرام نہیں مگر اور احباب پر فرمائش کر کے ثواب میں داخل کرنا منظور ہے، مولوی النسخ صاحب کی خدمت میں میری طرف سے بندگی عرض کرنا، والسّلام

مرسلہ داغ مہجور

از رام پور

۱۴ شعبان ۱۳۰۲ھ
۱۸۸۴ ۱ء

۴
۱۷۷

مکرمی جناب قاضی صاحب زاد لطفہٗ

آپ نے انھیں یہ نہیں بتایا کہ کوئی بات ہی تو ہے جو داغ اس عمر میں انکے لئے گھلا جاتا ہے ہر وقت انھیں میں دھیان رہتا ہے، ایک خلش ہے کہ چلی جاتی ہے

ایک پھانس ہے کہ دل میں کھٹکتی رہتی ہے، جس وقت گذرا ہوا زمانہ تصور میں جتبا ہے قیامت گزرجاتی ہے، قاضی صاحب آپ شاید اس کیفیت کو محسوس نہ کریں جو عاشق مزاج ازلی ہو جو حسن و جمال دیکھ کر ہی جیتا ہو اس سے یہ نہ پوچھئے کہ حجاب کے لئے کتنا اشتیاق اپنے دل میں رکھتا ہے، میں چشم براہ ہوں جلد یہ لکھ کر خوش کیجئے کہ وہ اب آیا ہی چاہتی ہیں۔ آخر یہ دیر کیا ہے، ان سے کہہ دیجئے کہ وہ بہ یک بینی و دو گوش جلد یں ہر حال اور ہر رنگ میں ان کا منتظر ہوں، زیادہ کیا عرض کروں، دوستوں اور پرسانِ حال کو سلام و شوق۔

فصیح الملک داغ دہلوی

۴
۱۶۸

جناب قاضی صاحب مصدرِ عنایت و کرم سلمہ اللہ تعالیٰ

سلام مسنون کے بعد مدعا نگار ہوں کہ آپ کا عنایت نامہ پہونچا جس میں ایک دعائیہ شعر بھی تھا۔ بی[1] فرشتن معہ بابو خدا[2] بخش کے پہونچیں میرا مکان بھی آسمان ہے بی فرشتن کا نزول ہے، میں رند خراباتی اور وہ زاہد مناجاتی دیکھئے کیا ہو، ابھی مجھے اس پردے میں نہیں معلوم ہوا کہ وہی ہیں یا کوئی اور

فصیح الملک داغ دہلوی

۱۳ر جولائی ۱۹۰۲ء

---

[1] یعنی بائی حجاب سے خطاب ہے جو کہ بی بی حجاب پردے میں تشریف لائی تھیں اور شب و روز عبادت میں مصروف رہتی تھیں لہذا داغ صاحب نے مزاحاً "بی فرشتن" سے خطاب کیا ہے۔

[2] بابو خدا بخش، بی حجاب کے بھائی تھے ستار خوب بجانے تھے۔ بڑا گانا گاتے تھے جناب داغ کی وفات کے بعد تک حیدرآباد رہے بلکہ حیدرآباد میں ہی بود و باش اختیار کرلی تھی گانے کی تعلیم دیا کرتے تھے یہی ذریعہ معاش تھا حیدرآباد ہی میں انتقال کیا۔

# بنام نواب عماد جنگ[1]

1/179

بخدمت جناب معتمد صاحب فائنینس سرکار عالی

بجواب مرسلہ نیم سرکاری نشان ۲۲۴ مورخہ ۹ خورداد نگارش ہے کہ مرزا خورشید عالم بہادر کی عمر بحساب سال ہجری اس وقت ۵۵ سال کی ہے فقط۔

فصیح الملک داغ دہلوی

نظام حیدرآباد نے داغ کی سفارش پر مرزا خورشید عالم کے نام دوسو روپیہ ماہوار منصب ۲۱ ذی قعدہ ۱۳۱۶ھ سے جاری فرمایا تھا۔ اس کی اطلاع ایک فرمان کے ذریعہ داغ کو دی اور معتمد فائنینس نے خورشید عالم کی عمر پوچھی جس کا جواب داغ نے اس خط سے دیا۔

2/180

بخدمت جناب نواب عماد جنگ صاحب معتمد فائنینس سرکار عالی

چونکہ مرزا خورشید عالم صاحب کا منصب دوسو ماہوار سرکار عالی سے مقرر ہوا ہے اور انکے سن کی بابت آپ کے دفتر سے مجھ سے دریافت کیا گیا تھا جس کا جواب

---

[1] یہ ایک دکنی بزرگ نواب عماد جنگ بڑے علم دوست اور صاحب فہم تھے۔ شعر و سخن سے انھیں کوئی دلچسپی نہیں تھی، خشک مزاج آدمی تھے چونکہ منصب کے اجراء وغیرہ کا ان سے تعلق تھا لہذا داغ کا تعلق ان سے ہوا ورنہ مراسم خلوص نہ تھے۔

عرصہ ہوا روانہ کر دیا گیا مگر دریافت سے معلوم ہوا کہ ہنوز مراسلہ اجرائی تنخواہ صدر دفتر محاسبی پر نہیں پہونچا، براہ کرم بعد اجرائے مراسلہ مجکو اطلاع فرمائیے۔

فصیح الملک داغ دہلوی

۲
۳۸۱

بخدمت جناب نواب عماد جنگ بہادر معتمد فائی نینس

مرزا خورشید عالم بہادر میرے بھائی ہندوستان سے آگئے ہیں، یہ چوتھا مہینہ ہے اب تک ان کی ماہوار منصبی جاری نہیں ہوئی۔ آپ نے ارقام فرمایا تھا کہ تختہ منصب کا بہ پیش گاہ نواب مدار المہام بہادر سرکار عالی بھجوا دیا ہے۔ وہاں سے واپس آئے تو محاسبی میں حکم ہو جائے۔ اس کو بھی عرصہ ہوا یقین ہے کہ آپ کو بھی خیال ہوگا اور میں بھی مکرر یاد دلاتا ہوں کہ آپ پیش گاہ عالیجناب نواب مدار المہام سرکار عالی میں گذارش کر کے اس کو جلد از جلد اجرا فرما دیں بعید منت و احسان ہوگا۔ فقط

جواب کا طالب
فصیح الملک داغ دہلوی

۴
۱۸۲

بخدمت جناب نواب عماد جنگ بہادر معتمد فائی نینس سرکار عالی

دفتر صدر محاسبی سے میرے بھائی مرزا خورشید عالم بہادر کی ماہوار منصب

یکم خورداد ۱۳۰۸ ف سے ادا کرنے کے لئے کارروائی ہو رہی ہے حالانکہ حسب فر
واجب الاذعان جس کی نقل مطابق اصل بہ مراد وضاحت و تصدیق ذریعہ
مرسل ہے۔ یکم اُردی سے تنخواہ ادا ہونی چاہیئے وجہ یہ ہے کہ فرمان کی تار
۱۴ ذی قعدہ ۱۳۱۶ھ مطابق ۲۳ اُردی ہے اور ارشاد یہ ہے کہ ماہِ ح
کی ابتدا سے تنخواہ جاری کی گئی پس براہ کرم یکم اردی سے تنخواہ ایصال کر
کے لئے دفتر صدر محاسبی سرکار عالی کے نام حکم جاری فرمایا جائے۔ اگرچہ فر
میرے نام کا مصدرہ موجود ہے مگر دفتر سرکار سے بھی ایک مراسلہ تقرر تنخ
منصب کے بابت وثیقتاً میرے بھائی مرزا خورشید عالم بہادر کے نام مر
فرمایا جاوے گا۔ فقط

فصیح الملک داغ دہلوی
یکم شہریور ۱۳۰۸ف

# بنام عبدالرزاق

## ۱۸۳

مصدرِ عطوفتِ فراواں، مظہرِ عنایت واحساں دام عنایتکم

پہلے سلام شوق قبول ہو بعد اس کے پیام مکان مقبول ہو، عنایت
ہونچا، جواب اُلجھا ہوا ملا۔ حافظ علی بخش صاحب کو میں نے بلایا۔ آپ کا خ
اُن کے جانے میں تامل پایا، ان کا عذر بظاہر بجا، ان کی شرطیں لا دا

[1] عبدالرزاق نام اور شاد تخلص تھا۔ کلکتہ کے ساکن تھے۔

عدیم الفرصتی واقعی ہے، عدم توجہی نہ ہو میرا دہاں کوئی دوست نہیں بجز تمھاری ذات کے بلکہ اکثر دشمن نظر آتے ہیں، واقعی آپ بڑے آدمی ہیں، یہ چھوٹا سا کام آپ کے لائق نہیں مگر یہ شعر جو آپ کی شان میں کہا گیا ہے اس کا جواب دیجئے ؎

تم کو چاہا تو خطا کیا ہے بتادو مجکو
دوسرا تو کوئی اپنا سا دکھادو مجکو

منّی بائی کا خط آیا انھوں نے لکھا ہے کہ ہمارے مکان کے سامنے ایک مکان خالی ہے مگر یہ حیثیت مکان کی معلوم ہوئی نہ کرایہ، آپ کو تو کہاں فرصت مگر اپنے کسی دوست یا ملازم کی معرفت اس مکان کو دکھوا کر اس کا کرایہ پوچھکر مجکو اطلاع دیجئے، میری روانگی میں دن بہت کم رہ گئے ہیں میری حمیت مقتضی نہیں ہوتی کہ منّی بائی کی معرفت مکان لوں اور اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو خیر یوں ہی سہی، بائی جی نے جس مکان کو لکھا ہے بہت مناسب ہے اگر سرراہ نہیں تو کچھ مضائقہ نہیں کرایہ کم ہوگا اس کی تجویز جلد فرما کر مجھے اطلاع دیجئے۔ تین چار کمروں سے کم نہ ہوں، ہوا کا رُخ بھی ہو، حجاب کو میں نے آپ کا حوالہ لکھ بھیجا ہے اگر مکان کی صورت ان سے ممکن نہ ہوگی تو تم کو لکھا جائے گا گو یہ امر ان کو ناگوار ہوگا، ہوا کرے یہ بھی سمجھئے کہ دسہرہ اور محرم جو ساتھ ہوا ہے کلکتے میں تو باہم ہندو مسلمان کی کچھ شورش نہیں معلوم ہوتی، دلّی میں تو اہل اسلام کو نہایت بے دلی حاصل ہے از روئے اخبار کے مجکو معلوم ہوا کہ حکیم غلام نبی خاں صاحب کے پاؤں میں عید کے دن چوٹ لگی مجکو بھی کمال صدمہ ہوا

میری طرف سے استفسار مزاج کر کے ان کے حال سے بھی اطلاع دیجئے۔
زیادہ شوق۔ نواب مرزا خاں داغ

از ریاست رام پور

مورخہ ۱۰ ر اکتوبر ۱۸۸۵ء

# خط بنام فوق[1]

۱/۱۸۴

دشمنوں نے میری بدخبر اُڑادی ہے اور حال یہ ہے کہ اب فضل الٰہی سے میں بہ خوبی صحیح و تندرست ہوں، بیماری جاتی رہی۔ میں باقی رہ گیا، دشمن داغ کا دل جلانا چاہتے ہیں ان کو داغ دل نصیب ہو۔

فصیح الملک داغ دہلوی ۳۱ ر جنوری ۱۸۹۵ء

---

ایک غزل نمونے کے لئے بھیج دو تاکہ تمھاری طبیعت کا اندازہ لگایا جائے میں مرکر بچا ہوں اس واسطے جواب میں دیر ہوئی، ابھی تک صحت کامل نہیں۔

فصیح الملک داغ دہلوی۔ ۲۰ ر ستمبر ۱۸۹۵ء

---

[1] محمد الدین فوق لاہور کے مشہور جنرلسٹ تھے۔ متعدد کتابوں کے مؤلف تھے۔ داغ کے شاگرد تھے۔ پنجۂ فولاد کے نام سے ایک اخبار نکالا جس کی تاریخ استاد نے اس مصرعہ سے نکالی تھی۔

"پنجۂ فولاد نامی پائدار اخبار ہے"

۲/۱۸۵

ذوق صاحب! میں تمہاری طبیعت سے بہت خوش ہوا، اصلاح کو تم ایک غزل بھیجا کرو، تمہارا نام شاگردوں میں درج کر لیا گیا ہے نیاز دلا دینا حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ سعدی، رحمۃ اللہ علیہ، حافظ شیرازیؒ، حضرت امیر خسرو، خواجہ میر درد، شاہ نصیر حضرت اُستاد ذوق کے نام کی۔

---

۲/۱۸۶

محمدالدین فوق سلمہ اللہ تعالیٰ۔

اخبار "پنجۂ فولاد" ملا آپ کی فرمائش کے مطابق تاریخ کہہ کر بھیجتا ہوں نہیں معلوم کس مناسبت سے اخبار کا نام آپ نے پنجۂ فولاد رکھا ہے۔ گزشتہ محرم میں مجھے سلام کرنے ایک طوائف آئی تھی، نام پوچھا تو بولی مجھے "فولاد جان" کہتے ہیں، میں نے پوچھا تم میں کیا کیا جوہر ہیں، اس نے مرثیہ کے چند بند سنائے۔ میں نے اسے رخصت کر دیا، لیکن آج معلوم ہوا کہ "پنجۂ فولاد" فولاد جان کا نر ہے۔ فقط فصیح الملک داغ دہلوی۔ ۳۱ مئی سنہ ۱۹۰۲ء

# فرد قیام حیدر آباد

۲/۱۸۷

داغ کی تنخواہ ریاست حیدر آباد سے تاریخ ورود سے مقرر ہوئی تھی

اس سلسلے میں جب مرزا داغ سے قیام حیدرآباد کی تفصیل چاہی گئی تو انھوں نے اپنے دست وقلم سے اس طرح لکھ کر دی۔

فرد تاریخ ورود فرخندہ بنیاد حیدرآباد حسب تفصیل ذیل۔

غرۂ خورداد سنہ ۱۲۹۷ف مطابق ۱۱ اپریل سنہ ۱۸۸۸ء

خورداد سنہ ۱۲۹۷ف لغایت غرۂ خورداد سنہ ۱۲۹۸ف ایک سال

خورداد سنہ ۱۲۹۸ف لغایت خورداد سنہ ۱۲۹۹ف ایک سال

خورداد سنہ ۱۲۹۹ف لغایت غرۂ خورداد سنہ ۱۳۰۰ف ایک سال

خورداد سنہ ۱۳۰۰ف لغایت آخر آبان سنہ ۱۳۰۰ف ۶ ماہ

تین سال چھ ماہ

اس ساڑھے تین سال کی مدت میں ایک مرتبہ ہندوستان جانے کا اتفاق اس طرح ہوا کہ سہر شہریور سنہ ۱۲۹۸ف کو بلدہ سے گیا اور خورداد سنہ ۱۲۹۹ف کو بلدہ میں واپس آگیا جس کی مدت کل ۱۰ مہینے ہے۔ فقط۔

داغ دہلوی بقلم خود

# بنام قمرالدین تاجپوری

۱۸۸

عمر کے دن گزرتے جاتے ہیں — جیتے جی ہم تو مرتے جاتے ہیں

حکیم[1] صاحب مسیحائے زماں سلمہ اللہ الرحمٰن! اسلام مسنون کے بعد مدعا نگار

[1] حکیم قمرالدین صاحب نے جو قصبۂ تاجپور اجین کے رہنے والے تھے ایک دفعہ سنا کہ داغ کا انتقال ہو گیا انھوں نے بہ دریافت حال جناب داغ کو خط لکھا جس کا جواب یہ دیا گیا۔

ہوں، آپ کا کارڈ پہونچا، آپ کی عبارت مقفیٰ کس قدر بلیغ ہے، آپ نے میرے انتقال کی جو خبر سنی، میں بھی اس کو سچ سمجھتا ہوں ؎

روز مرتا ہوں روز جیتا ہوں
زندگی کا کوئی حساب نہیں

آپ نے تو ایک مرتبہ میرے مرنے کی خبر سنی، میں ہر سال سنتا ہوں اور اسی کو اپنی سال گرہ سمجھتا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ جن رئیس نے میرے زندہ ہونے کی تصدیق کی تھی وہ چل بسے خدا ان کو جنت نصیب کرے اور مجھے بھی اور آپ کو بھی، میں آپ کا ممنون ہوا کہ آپ نے اس دل سوزی سے داغ کو یاد فرمایا۔

عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت است

فصیح الملک داغ دہلوی

۲۷ر فروری ۱۹۰۲ء

# خطوط بنام کلب علی خاں رامپور

## تعارف

کلب علی خاں ریاست رامپور کے چھٹے فرماں روا تھے اور نواب یوسف علی خاں کے بڑے بیٹے تھے۔ ۲۰ر ذی الحجہ ۱۲۵۰ھ ۱۸۳۵ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۶۵ء میں مسندِ ریاست پر متمکن ہوئے اور تقریباً ۲۲ سال دادِ حکومت پاکر ۲۳ر مارچ ۱۸۸۷ء کو انتقال

فرمایا۔ نواب صاحب کو شعر و سخن سے خاص لگاؤ تھا، خود بھی شعر کہتے تھے، آپ کے زمانہ میں ہندوستان کے مختلف و مستند شعرا اور علما رامپور مجتمع ہو گئے تھے جن میں سے اکثر دامن دولت سے وابستہ تھے اور آپ کا دربار بقول مولانا احسن مارہروی ایک چھوٹا موٹا اکبری دربار تھا، آپ کے انتقال کے بعد یہ محفلیں ختم ہو گئیں اور رامپور پہلا سا رامپور نہ رہا۔ اسی ماحول سے متاثر ہو کر حضرت امیر مینائی نے فرمایا تھا کہ ؎

کہاں ہم اے امیر اب اور کہاں داغ
وہ جلسے ہو چکے خلد آشیاں تک

---

1
۱۸۹

غریب پرور فیض گستر سلامت!

بعد آداب و تسلیمات کے عرض رسا ہوں، آج فدوی شیخ محمد ابراہیم سوداگر کی کوٹھی پر واسطے سیر کے اور نیز اس واسطے کہ اگر کوئی چیز قابل پسند حضور کے ہو، گیا اور اشیا کو دیکھا، یہ شیخ محمد ابراہیم وہ ہیں جن کی کوٹھی اکبر آباد پر حضور تشریف لے گئے تھے اور ملاقات رئیس الور سے کی تھی، فی الحال منجملہ اشیار کے ایک کتاب نقشہ جات جھاڑوں کی جو انھوں نے ولایت سے بنوا کر منگائی ہے میں نے دیکھی یہ کتاب اس وقت سرکار نابھا کے واسطے بھیجی جاتی تھی میں نے از راہ دوستانہ ان سے یہ وعدہ ۱۲ دن

کے واسطے ملاحظہ حضور کے لے لی اور بہ لحاظ قیمت مناسب ہونے کے ملاحظہ کر
حضور کا مقدم جانا اور ان سے حضور کی خریداری بیان نہیں کی ورنہ یقین تھا
کہ قیمت زیادہ چاہتے۔ الغرض ایک فہرست قیمت ملفوف عریضۂ ہذا کی شرح اور
مفصل خدمت مبارک میں ارسال کرتا ہوں اور یہ قیمت مقرری دستخطی انکی
ہے، کم و بیش اس میں ممکن نہیں اور قیمت مندرجہ فہرست کو نہایت کمی سے
بیان کرتے ہیں، مجھ پر احسان رکھتے ہیں کہ ایسی چیز عمدہ کلکتہ میں بھی اس
قیمت کو نہیں آنے کی اور کتاب نقشہ جات کی بذریعہ ڈاک علیحدہ حضور میں
۳ر تاریخ مارچ کو روانہ کی گئی۔ حضور اس کو بہ مقابلہ فہرست نمبر وار ملاحظہ
اور شرح قیمت فرمادیں، اگر کوئی شے حضور کے پسند آئے اس فہرست پر
نشان کرکے واپس فرمادیں کہ مطابق اس کے تعمیل ہوگی اور کتاب نقشوں
کی بہرحال در صورت خرید اور ناخرید واپس ہو کہ ان سے وعدہ ہے اور
درحقیقت زیادہ عرصہ ہونے میں ان کا ہرج متصور ہے اور یہ اسباب یقین
ہے عرصہ دو چار روز میں داخل دہلی ہو جائیں گے اور بر سبیل مذکور سوداگر مسطور
نے آداب و تسلیم۔ دست بستہ خدمت حضور میں بصد تمنائے قدم بوسی عرض
کرنے کو مجھ سے کہا تھا۔ زیادہ حد ادب۔

الٰہی تا کہ جہان ست در جہاں باشی

عرضی نواب مرزا خاں داغ

مورخہ ۳ر مارچ ۱۸۹۶ء

غریب پرور فیض گستر سلامت!

جناب عالی! نیلم کا نگینہ جس کا نمونہ راجہ دینا ناتھ نے بھیجا تھا اور حضور پر نور نے ملاحظہ فرمایا تھا فدوی کی نظر سے گذرا واقعی نگینہ اتنا بڑا خوشرنگ نایاب ہے، اس کے خریدار بہت لوگ ہو گئے، راجہ دینا ناتھ نے ابتک بہ مشکل تمام روکا ہے، اگر بیمہ کر کے بھیجا جائے تو بحساب روپیہ سیکڑہ کے بہت روپیہ صرف ہوتا ہے یہ رائے قرار پائی ہے کہ مالک کا گماشتہ لے جائے اور در صورت عدم خریداری ۲ روپیہ بابت صرف راہ وغیرہ سرکار سے مرحمت ہوں، مالک نگینہ کا قول ہے کہ ایک عینک اس میں نکال کر پھر بھی کئی ہزار روپیہ کا نگینہ بچ رہے گا۔ قیمت اس کی دس ہزار سے کم نہیں ہوتی فدوی چاہتا ہے کہ رام پور میں اہل کاران سرکاری اس کی قیمت اگر ٹھہرائیں گے تو شاید کم ہو جائے کہ یہاں خریداری از حد ہے۔ فدوی کو نگینے میں تھوڑی سی ایک پہلو میں لکیر سی معلوم ہوتی ہے، ملاحظہ ہو جائے گا۔ جیسا ارشاد ہو تعمیل کی جائے۔ مکرر نمونہ بھی ملفوف عریضۂ ہذا ارسال ہے، امیدوار ہوں کہ فرد اعتدال عنصر شریف سے مفتخر و ممتاز ہوں کہ غالب یہاں روح دہاں ہے، میاں منیر و امیر خاں کے انتقال نے نہایت صدمہ دیا، جو مرضی مولا، واجب بود عرض نمود

الٰہی آفتاب دولت و اقبال تاباں باد

عرضی نواب مرزا خاں داغ۔ مورخہ ۱۵ اگست ۱۸۸۶ء

۳
۱۹۱

غریب پرور فیض گستر سلامت

جنابِ عالی، فدوی مع الخیر کل بروز سہ شنبہ کو وارد دہلی ہوا، راہ میں بہ شدت حرارت مزاج میں پیدا ہو گئی کہ اب تک ہر بن مو میں نیش زنبور کی کیفیت ہے، آتشِ سوزاں بھڑک رہی ہے، آج حکیم محمود خاں سے ملا، بندگان عالی کا تہائت سپاس گزار اور مداح پایا، میرے معالجے کا وعدہ تو کیا ہے، آئندہ خدا کے ہاتھ ہے، امیدوار ہوں کہ صحت و خورسندی مزاج مبارک سے مطلع ہوں، فقط واجب بود عرض نمود

الٰہی آفتاب دولت و اقبال تاباں باد

عرضیِ فدوی نواب مرزا خاں داغ
مورخہ یازدہم اگست ۱۸۹۰ء

۴
۱۹۲

غریب پرور فیض گستر سلامت

جنابِ عالی، فدوی کل صبح کو پانچ بجے دلی پہونچا، گرمی کی شدت نے تمام بدن میں آگ لگا دی ہے، خانم[۱] صاحبہ کا حال نہایت ردی ہو گیا تھا کوئی صورتِ زندگی نہیں تھی۔ شافیِ مطلق نے بچا دیا۔ ایسا بچنا خالی حیرت و تعجب سے نہیں یا سنبھالا ہے یا واقعی سنبھل گئی ہیں، کل شام سے صورت اچھی معلوم

---

[۱] خانم صاحبہ سے مراد عمدہ بیگم داغ کی خالہ ہیں

ہوتی ہے۔ ہوش و حواس بخوبی ہیں، حضور پرنور کی خدمت میں بہت بہت
مراتب آداب و تسلیمات عرض کی ہیں اور نہایت دعائیں دی ہیں کہ انشاء اللہ
عندالملاقات عرض کروں گا فدوی کا حاضر ہونا مابین رخصت محال معلوم
ہوتا ہے کہ بہت علائق و تردد پیش ہو گئے ہیں۔ خالہ[1] صاحبہ کو میرے آنے
سے نہایت تقویت معلوم ہوئی ورنہ نوبت لیسین پہونچ گئی تھی آج فدوی
حضرت باقی باللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا اور حضور کے واسطے دعائے صحت
جمیع مسلمین نے جو حاضر تھے مانگی بہ آواز بلند آمین کی صدا بلند ہوئی، خدا قبول
کرے مگر کنواں مسجد مزار شریف کا غدر سے خراب پڑا ہے۔ یقین ہے ۲۰ روپیہ
میں صاف ہوگا کہ اس میں لاشیں اس وقت کی پڑی ہوئی ہیں، پانی کی نہایت
تکلیف ہے ایک قدیم حوض پختہ ہے مگر اس کا خزانہ خراب ہو گیا ہے اگر ارشاد
ہو تو کنوئیں کی صفائی وغیرہ کر دی جائے، احاطہ مزار شریف کی دیوار شکستہ ہو گئی
ہے اور جا بجا سے منہدم ہو گئی ہے کہ جانور اندر درگاہ کے چرتے ہیں، اس کی
مرمت نہایت واجب اور مناسب ہے، تخمینہ اس کا مرتب کر کے حاضر کرونگا
بعدہٗ قدم شریف پر حاضر ہوا اہل جلسہ اور حلقہ ہوا اور دونوں درگاہوں
میں حضور کی طرف سے نذر و نیاز مختصر کی گئی، حضور پرنور کی صحت کیواسطے
دعا جملہ مسلمین نے مانگی، قدم رسول کی چھت واقعی خراب ہو گئی ہے کہ لکڑی بالکل
گل گئی ہے، ۲ شہتیر اس میں تیرہ کڑیاں پڑیں گی، جمیع مسلمین نے حضور سے
استدعا کی ہے کہ اس کو بنوا دیا جائے، پہلے راجہ دینا ناتھ نے ۱۲ سو روپیہ کا تخمینہ

---

[1] عمدہ بیگم۔

بھیجا تھا فدوی اب مکرر اس کا تخمینہ درست کرائے گا کہ اس کے واسطے حضور نے ارشاد فرمایا تھا بعد برسات کے یاد دلانا وہ زمانہ نکل گیا اب پھر برسات قریب آگئی مگر اس کی درستی بہت ضروری ہے آج کل بہ سبب کثرت دلاہبیہ کے جمیع مزار شریف بے رونق پڑے ہیں، جوق جوق آدمی چلے آتے ہیں اور حضور سے استمداد طلب کرتے ہیں کہ سوائے حضور کے اور کوئی سہارا نہیں رہا، بالفعل ایک ہزار روپیہ علی الحساب مرحمت ہو جائے کہ دونوں جگہ مرمت شروع ہو، ہنڈی راجہ دینا ناتھ کے نام کی یا فدوی کے نام کی آ جائے اُمیدوار ہوں کہ مژدۂ صحت و خوشنودی مزاج عالی سے ممتاز و سرفراز ہوں، واجب بود عرض نمود۔

الٰہی آفتاب دولت و اقبال تاباں باد

مکرر عرض یہ ہے کہ انشاء اللہ پانچویں رجب کو حضرت خواجہ قطب صاحب کے مزار پر حاضر ہوں گا یہاں بہ سبب غبار رویت ہلال کل نہیں ہوئی

عرضی فدوی نواب مرزا داغ عفی عنہ، ۳۰ مئی ۱۸۹۱ء

از دہلی

---

$\frac{5}{192}$

غریب پرور فیض گستر سلامت!

جناب عالی، آج تخمینہ دیوار احاطہ و مسجد و حجرہ مزار شریف حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کیا گیا تو تخمیناً ساڑھے چھ سو روپیہ کی لاگت ہو گی

قبل برسات کے تیار ہو جائے گی ورنہ بڑا نقصان واقع ہوگا، درگاہ شریف کا دروازہ تک نہیں رہا اور تیاری سقف قدم رسول مع مجلس خانہ فدوی کے تخمیناً سات سو روپیہ میں ہو جائے گی یہ بھی جلد تیار ہو سکتی ہے اس کے گر جانے کا اس برسات میں احتمال قوی ہے یہاں دونوں فریق باہم لڑ رہے ہیں کہ عدالت میں ہزارہا آدمی موجود ہے ایک فرقہ مقلد اور دوسرا غیر مقلد ہے، اہل تقلید نے حضور کو اپنا معاون تصور کیا ہے اور فدوی بھی شریک ہو گیا ہے، غیر مقلد کو مدد بھوپال سے کما حقہٗ مل رہی ہے آج مقدمہ پیش ہے شام کو حال مفصل معلوم ہوگا اتنا تو ضرور ہے کہ غیر مقلدوں کو حکم ہوا ہے کہ تم اپنی مسجد اور بنواؤ کہ تمہارا مذہب نیا ہے اس میں جکرار ہے ہیں، مرزا خورشید عالم آداب و تسلیمات عرض کرتے ہیں، واجب بود عرض نمود

الٰہی آفتاب دولت و اقبال تاباں باد

عرضی فدوی جاں نثار نواب مرزا خاں داغ

معروضہ ۳۱ رمئی ۱۸۹۸ء

---

$\frac{6}{194}$

غریب پرور فیض گستر سلامت

جناب عالی! حکیم غلام رضا خاں سے گفتگو زبانی اور تحریری ہوئی چنانچہ جو کچھ انھوں نے جواب میں فدوی کو لکھا ہمرشتہ عریضہ ہذا ہے ان کا مقصد مصمم نہیں معلوم ہوتا، حکیم محمود[1] خاں سے ملاقات ہوئی بہت بہت آداب و

---

[1] والد حکیم اجمل خاں صاحب

کورنش عرض کیا ہے۔ تین گھنٹے تک شب کو کیفیت مزاج مبارک کی پوچھتے
رہے اور بہت افسوس کرتے تھے چند امور ضروری مفصلۂ ذیل انھوں نے
عرض کئے ہیں اور یہ کہا ہے کہ ضرور میری طرف سے لکھ بھیجنا اول یہ ہے کہ
سنگ مثانہ ہرگز نہیں، کبھی اس کا خیال بھی نہ فرمائیں؛ دوسرے یہ کہ
حتی الوسع دوا سے اجتناب فرمائیں اور پرہیز سے پرہیز. تیسرے یہ عرض کیا ہے
کہ دو مہینے کے بعد عین برسات میں ایک دوا بھیجوں گا کہ وہ یادگار محمودی ہے
اس کی دھونی دی جائے گی۔ انشاء اللہ پھر بواسیر کی شکایت نہ ہوگی، معلوم
ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بوٹی ہے۔

نواب ضیاء الدین خاں صاحب نے تسلیم عرض کی ہے۔ آم مکے باغات
دہلی میں امسال بھی نہیں، نہایت حیرت ہے، کہتے ہیں کہ ایک دوست نے
لکھنؤ کے خربزے بھیجے تھے اور آم رام پور میں ثمر بہشت، لنگڑا لاثانی ہیں،
خربزوں کا حال دریافت کرتے تھے۔ میں نے کہا کہ آپ کی دلّی سے اچھے
ہوتے ہیں مگر نہ مثل لکھنؤ کے۔ فدوی تین روز سے علیل ہو گیا ہے گرمی سے
دست چلے آتے ہیں، کل عرس بڑے خواجہ صاحب کا حضرت خواجہ قطب
میں ہوگا، سرِ بیچ انشاء اللہ بھیجکر شریک ہوں گا اور دعائے صحت جملہ مسلمین
حضّارِ عرس مانگیں گے۔ کل یہ جلسہ خانقاہ شریف میں بھی ایک لطف کے ساتھ
ہوا، شافیٔ مطلق صحت عطا فرمائے، ہم غریبوں کی سن لے ؎

ہزار جان گرامی فدائے نام تو باد

واجب بود عرض نمود

الٰہی آفتاب دولت و اقبال تاباں باد
عرضی فدوی نواب مرزا داغ۔
دوم جون ۱۸۹۱ء۔ پنجشنبہ۔ از دہلی

---

۷
۱۹۵

غریب پرور فیض گستر سلامت!

جناب عالی! فدوی زیارت مفصلہ ذیل سے مشرف ہوا، اہل اسلام نے بخلوص نیت و طیب خاطر حضور کی صحت کے واسطے دعا مانگی، کل حضرت خواجہ قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر عرس بڑے خواجہ صاحب کا تھا، ہزاروں آدمیوں کا مجمع رہا، کیا عرض کروں کہ کیا لطف رہا اور جس وقت بعد ختم و کلام مجید کے حضور کی صحت کے واسطے دعا مانگی گئی تھی، وہ رقت طاری تھی جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ مجکو امید ہے شافیٔ مطلق سے کہ اللہ تعالٰے قبول کرے گا۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ، سید حسن رسول نماؒ، سید فیضؒ خانقاہ شریفؒ، حضرت شاہ کلیمؒ جہان آبادی، شمس العارفین حضرت شاہ ترکمانؒ، مولانا فخرالدینؒ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، شاہ سرد شاہ ہرے بھرے، قاضی نجم الدین کبریؒ جو کہ ما عہ۱۲۵ روپیہ مرحمت ہوئے تھے اس میں سب جگہ ایک لطف کے ساتھ مناسب وقت تقسیم کیا گیا مگر سلطان اولیا حضرت نظام الدین قدس سرہٗ و حضرت نصیر الدین روشن

چراغ دہلی و حضرت ملک بیران کئی جگہ کی فاتحہ رہ گئی ہے، فدوی اس کا سامان بھی کر رہا ہے۔ یقین ہے کہ لشہ روپیہ میں یہ بھی ہو جائے۔ سلطان المشائخ کی باؤلی کا پانی متعفن ہو گیا ہے اور باؤلی اُٹ گئی ہے۔ پہلے برسات سے اس کی صفائی ہونی چاہیئے تین قطعہ عرضداشت پہلے روانہ کر چکا ہوں۔ گرمی کی وہ شدت ہے کہ الحفیظ، خدا جانے وہاں کیا صورت ہو، حضور کی خوشنودی و صحت مزاج سے مطلع نہیں ہوتا، دو تعویذ سنگ مرمر کے ایسے دیکھے کہ ان کی خوبیاں بیان سے باہر ہیں، نہایت بڑے تعویذ ہیں اور سب آیاتِ قرانی کندہ ہیں۔ یہ تعویذ مثل تعویذ شاہ جہاں و اکبر تصور کرنے چاہئیں، اگر قیمت بن جائے گی تو ضرور لئے جائیں گے۔ نایاب شے ہے ابھی حال قیمت کا نہیں معلوم ہوا، مالک حیدرآباد بھجوانے چاہتا ہے، فدوی نے روک دیے ہیں، انشاء اللہ کل ان کا حال مفصل عرض کروں گا مگر ایک ہرکارے کا ہونا ضرور ہوگا کہ گاڑیوں میں ساتھ لے جائے گا، اگر یہ شے گراں تر بھی ہاتھ آئے تو مضائقہ نہیں مگر انشاء اللہ بکفایت ہی ہاتھ آئے گی ایک تعویذ سنگِ مرمر کلاں بہ قیمت چالیس روپیہ کو کل فدوی نے خرید لیا ہے وہ بھی تین سو روپیہ سے کم کا نہیں، ذرا سا کونا اس کا ٹوٹا ہوا ہے وہ درست ہو جائے گا، ایک شخص نے نیلام میں لیا تھا، نفع دے کر لیا گیا ہے، یقین ہے اس کا فیصلہ بھی آج ہو جائے گا، امیدوار ہوں کہ ایک ہرکارہ ہوشیار جلد روانہ کیا جائے اور فدوی کو عرائض کا جواب مرحمت ہو۔ واجب بود عرض نمودہ۔

الٰہی آفتاب دولت و اقبال تاباں باد
عرضی فدوی نواب مرزا داغ - پنجم جون ۱۸۹۱ء

---

## ۱۹۶

غریب پرور فیض گستر سلامت

جناب عالی! سابق میں جو اہل توہب سے مسجد کا فتح پایا تھا۔ معاندین دین نے اس کا اپیل کیا ہے، حکیم بدر الدین خاں نے اس میں نہایت سعی کی تھی کہ یہ صاحب ایمان اور مقلد ہیں، اب بھی صاحب کمشنر بہادر اس سے مشورہ طلب ہیں، حکیم صاحب نے وعدہ کیا ہے کہ جمعرات کو میں صاحب کمشنر سے رخصت حاصل کروں گا اور بعد حصول رخصت تاریخ روانگی مقرر کروں گا، فدوی کو آج آٹھواں دن ہے وہاں سے روانہ ہوئے نوید صحت و خوشنودی سامعہ نواز نہیں ہوئی، فدوی اس لئے گھلا جاتا ہے، صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر دورے پر ہیں وہ آئیں تو باؤلی کی صفائی و مرمت شروع ہو، اب پانی کی ایسی صورت ہے کہ کوئی نہاتا بھی نہیں، درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی مرمت ہو رہی ہے، درگاہ قدم رسول کی مرمت ہنوز اختتام کو نہیں پہنچی، سقف قدیم شریف از سر نو مسجد مجلس خانہ، دروازہ، درگاہ، تمام درگاہ میں سفیدی ہوئی ہے، اسقدر کام ہوا ہے، ہزارہا مسلمان و گدا و حاکم حضور کی خیر مناتے ہیں نواب ضیاء الدین خاں کہتے ہیں کہ جو ڈنڈا و دیوار فصیل کی گری ہے اور اس کے

باعث سے مسجد درگاہ بھی گر جائے تو کچھ بعید نہیں، اس میں فدوی کی رائے میں ہزار آٹھ سو روپے کی لاگت ہوگی اور مرمت و تیاری حال میں بھی تخمینے سے زیادہ صرف ہوا لہٰذا درباب مرمت ثانی کے تا حکم ثانی التوا کیا گیا، اس کی کیفیت زبانی عرض کی جائے گی، طلب تاکیدی ہو تو یہاں سے نجات ہو، نواب ضیاء الدین خاں، محمد علی خاں جہانگیرآبادی تسلیمات و کورنش عرض کرتے ہیں۔

الحق آفتاب دولت و اقبال تاباں باد

عرضی فدوی نواب مرزا خاں۔ مورخہ ۱۵ نومبر ۱۸۸۱ء

---

۱۹۷

غریب پرور فیض گستر سلامت!

جناب عالی، فدوی مع احمد سعید خاں کے درگاہ حضرت نظام المشائخ میں حاضر ہوئے اور وہاں شاہ بغدادی صاحب کی خدمت میں پہونچے انھوں نے اول حضور کا مزاج پوچھا، میں نے حضور کی طرف سے سلام کہا، جواب سلام دیا اور فرمایا کہ تم لوگ جیسی چاہیئے ویسی قدر اُسکی نہیں کرتے اور ہو رہا ہے جو اس کے لئے ہو رہا ہے، نہایت اوصاف حضور کے ظاہر کئے بعد ایک تعویذ دیا کہ وہ ملفوف عریضۂ ہذا ہے اور دست بہ دعا ہوئے جناب موصوف بات بہت کم کرتے ہیں مگر حضور کا ذکر آپ ہی آپ بڑی دیر تک کیا، یہ بھی کہا ہے کہ یہ دعا اگر دوسرا شخص حسب ترکیب

پڑھکر دم کر دیا کرے تو مضائقہ نہیں ہے، پھر باؤلی کی صفائی کی نہایت تاکید کی، عرض کیا کہ یہاں توقف نہیں ہے حکام کی دیر ہے، کہا وہ بھی اب ہوا جاتا ہے۔

احمد سعید خاں بہت بہت آداب تسلیمات عرض کرتے ہیں، یہ بھی انھیں حضرت کے مرید ہیں، واجب تھا عرض کیا۔

الٰہی آفتاب دولت و اقبال تاباں باد

عرضی فدوی نواب مرزا خاں داغ - ۵ ار نومبر ۱۸۸۰ء

$\frac{10}{198}$

غریب پرور فیض گستر سلامت

جناب عالی! مرزا خورشید عالم بھی مستحق پرورش ہیں، اگر صیغۂ زکوٰۃ ہی میں سے پندرہ بیس روپیہ ماہوار مقرر ہو جائے تو عین نوازش و مرحمت خسروانی ہے ؎

دوستاں را کجا کنی محروم　　تو کہ با دشمناں نظر داری

ان کا بیان ہے کہ کئی عرائض حسب ہدایت و وصیت والدہ صاحبہ مرحومہ کے ارسال کیں اپنی کم قسمتی سے التفات نہ ہوا اور اگر احیاناً و سہواً کوئی خطا صادر ہوئی ہو للّٰہ معاف فرمائی جائے، فدوی نہیں چاہتا کہ ایسا شخص حضور کی سلامتی میں دریوزہ گری کرے اور در در پھرے ان کو یہ گمان ہے کہ اس نے میری پریشانی کبھی حضور میں ظاہر نہیں کی، لہٰذا عرضداشت ہذا پیش کرتا ہوں، واجب تھا عرض کیا۔

الٰہی آفتاب دولت و اقبال تاباں باد

عرضی فدوی نواب مرزا خاں داغ
معروضہ ۵ا رنومبر ۱۸۹۱ء از دہلی

---

$\frac{11}{199}$

غریب پرور سلامت!

جناب عالی، فدوی ۲۹ رجون کو رام پور سے روانہ ہوکر بشدت بارش میں مرادآباد دو بجے پہنچا نجیب آباد کی ریل میں دو گھنٹے کا ہرج ہوا، ۷ بجے کل صبح کو دلی پہونچا، ماتم سخت میں مبتلا ہوا، حضور پر نور کی طرف سے مراتب تعزیت حسب ہدایت ادا کیئے، نواب ممتاز علی خاں رئیس پاٹودی جو فدوی کا نواسہ ہوتا ہے دس گیارہ برس کی عمر ہے اس کو بھی مجھ سے ملایا، فرخ مرزا بھی کل لوہارو سے آ گئے ہنوز مجھ سے ملاقات نہیں ہوئی، کل پنجشنبہ کو پھول ہوں گے، تین جگہ کے ماتم میں گرفتار ہوں، جناب خالہ صاحبہ سے ملا، انھوں نے حضور کی صحت کے واسطے گود پھیلا کر دعا مانگی، عجب حال انکا دیکھا کہ چراغِ سحری پایا، حضور کی طرف سے حسب ہدایت سلام کہا، بہت دعائیں دیں، کہا کہ چونکہ تمہاری والدہ وہاں گئی تھیں، مشرف ملازمت سے نہ ہوئیں اور اس صدمے میں مرگئیں، اس لحاظ سے میں اس حالتِ ضعف میں بھی گو ہزار بار قصد کیا حاضر نہ ہو سکی اور میں نے ایک بار کچھ روپیہ برائے مکان رہن پر چاہا تھا وہ بھی نامقبول ہوا، میری اُمید منقطع ہو گئی۔ میرا فخر و افتخار ہے جو وہ عطا کریں گے مگر یہی خیال ہے کہ مبادا مقبول نہ ہو

میرے نطفے سے جو لڑکی تھی اس کا انتقال ہو گیا تھا، وہ مرگئی میرا آنا نہ ہوا، وہ بھی ماتم سخت ہوا اس نے ایک لڑکا چھوڑا ہے، بھانجا ڈوب کر مر گیا اسکا ماتم ہے کہ تمام شہر کو افسوس ہے، چچا نواب ضیاء الدین کا انتقال ہائے ہائے کیا عرض کروں، فدوی کو تو اس مکان میں جاکر ہوش نہ رہا، مگر جس قدر امیرزادے جمع تھے سب حضور پر نور کی صحت کے واسطے دست بہ دعا ہیں اور اہلِ دہلی اس زمانے میں ذات والا صفات کو اپنا بادشاہ جانتے ہیں، کیوں نہ ہو ہر شخص پر احسان ہے، آج جنرل صاحب کا خط آیا اس سے معلوم ہوا کہ نصیب اعدا پھر طبیعت کچھ بے لطف ہو گئی تھی، امیدوار ہوں کہ جلد تر مژدۂ صحت و خوشنودی مزاج سے مبتشر و مفتخر ہوں، میری جان حضور کے قدموں میں ہے، دو سو روپیہ حضور نے عطا فرمائے تھے، ان کا پتا نہ لگا صرف ہو گئے از راہ غریب نوازی ۳ سو روپیہ اور عنایت ہوں نام بڑا، معاش کم، خرچ ضروری سے مجبور ہوں، کیا عرض کروں نواب ضیاء الدین خاں کو تپ آئی ایک روز بے ہوش رہے۔ مجھکو یاد کرتے رہے، بعد اس کے غشی طاری ہو کر راہی عالم بقا ہوئے، درگاہ حضرت خواجہ صاحب میں دفن ہوئے، آج فدوی کو بھی بہ سبب افکار و اختلاف آب و ہوا تپ آگئی ہے۔

الٰہی آفتاب دولت و اقبال تاباں درخشاں باد

عرضی فدوی جاں نثار نواب مرزا خاں داغ

یکم جولائی ۱۸۸۵ء

12/200

غریب پرور فیض گستر سلامت!

جناب عالی! برادرم آغا مرزا ڈھاکے سے اس وقت تک واپس نہیں پہونچے ہیں، تین خط بھیج چکا ہوں، ایک خط کا بھی جواب نہیں ملا، تعجب ہے کہ روانگی آں عزیز میں کیا مانع ہے، میرا کام ابھی تک پورا نہیں ہوا ہے، آغا مرزا کا انتظار شدید ہے۔ لبطور اطلاع عریضۂ ہذا ارسال حضور ہے، اُمیدوار کہ احکام ضروری سے جلد تر مفتخر و معزز ہوں، فقط واجب بود عرض نمود۔

الٰہی آفتاب دولت و اقبال تاباں باد

عرضی فدوی نواب مرزا خاں داغ

مورخہ ۲۹ جولائی ۱۸۷۹ء

12/201

غریب پرور فیض گستر سلامت!

جناب عالی! بعد تسلیمات و آداب یہ جاں نثار عرض رساں ہے کہ فدوی نے جو کتاب نقشہ جات ابراہیم سوداگر سے مستعار بوعدۂ ۱۲ روز حاصل کرکے برائے ملاحظہ حضور پر نور بر سبیل ڈاک ارسال کی تھی وہ اب تک واپس نہیں آئی، سوداگر مذکور متقاضی ہے کہ کتاب واپس ہو اگر وہ کتاب واپس کرنا منظور ہے تو جلد بھجوادی جائے ورنہ حکم ہو کہ اسکی

قیمت ادا کر دی جائے واجب بود عرض نمود۔

الٰہی آفتاب دولت و اقبال تاباں باد

خدوی نواب مرزا خاں داغ دہلوی

۱۶ر اپریل ۱۸۸۶ء

# خطوط بنام گوہر

## تعارف

ذوالفقار علی خاں نام اور گوہر تخلص تھا، مولانا محمد علی و شوکت علی کے بڑے بھائی تھے، رام پور کے رہنے والے تھے، مرزا داغ کے خاندان سے بہت گہرے تعلقات تھے اور جناب داغ کے پرانے شاگرد تھے، انیسویں صدی کے آخر میں آپ ضلع ایٹہ میں بہ سلسلۂ ملازمت عرصے تک رہے، مولانا احسن مارہروی سے انھیں ایام میں خصوصی تعلقات ہوئے، ۱۸۹۶ء میں جب مولانا احسن استاد کی خدمت میں حیدرآباد پہنچے تو ایٹہ کی صحبتوں میں جناب گوہر کو بڑی بے لطفی محسوس ہونے لگی، اس کی تصدیق ان کا یہ شعر کرتا ہے ؎

حیدرآباد اپنا دشمن ہے
یہ چھڑاتا ہے ہم کو احسن سے

۱/۲۰۲

محمد ذوالفقار علی خاں! وعلیکم السلام

آپ نے جو اس شعر کی بابت جواب لکھا ہے، میری نظر سے وہ اخبار گزرا درست وصحیح لکھا ہے کہ خدا تم کو ہمیشہ صحت سے رکھے اور بچوں کو عافیت سے۔ محمد اصغر علی خاں اور محمود علی خاں صاحب کو میرا سلام نیاز لکھ دینا، ایک غزل تو بھیجتا ہوں باقی آئندہ مجھ پر زمانہ چھری تیز کئے ہوئے ہے خدا دارم چہ غم دارم ؎

عشق میں گم نام کیا بد نام ہو
میری شہرت نے مجھے رُسوا کیا

خدا محفوظ رکھے آمین، مجکو وجع مفاصل کی شکایت ہے، بالفعل ہمرکاب بندگان عالی سفر میں ہوں خط کی رسید میرے مکان پر جلد بھیجنا، بچوں کو دعا،
داغ دہلوی۔ ۳۱ر اکتوبر ۱۹۰۲ء

---

اہلِ لکھنؤ نے داغ کے اس شعر ؎

دلبر سے جدا ہونا یا دل کو جدا کرنا
اس سوچ میں بیٹھا ہوں آخر مجھے کیا کرنا

پر کچھ اعتراض کئے تھے اور لکھا تھا کہ "آخر مجھے کیا کرنا" حیدرآباد کی اُردو ہے، داغ حیدرآباد کیا گئے، اُردو دہلی میں ہی چھوڑ گئے وغیرہ وغیرہ گوہر صاحب نے البشیر اخبار

آثاوہ میں ان اعتراضات کا مبسوط جواب دیا تھا، خط میں اسی کا اشارہ ہے

---

$\frac{۲}{۲۰۳}$

اقبال نشان سلمہ الرحمٰن!

ترقیٔ عمر و دولت کی دعا خدا قبول کرے، سید علی احسن صاحب کی معرفت تمھارا کلام سالہائے دراز کے بعد نظر سے گزرا، کیا کہوں کیا مزا آیا، اس طبیعت کا شاعر اپنے تلامذہ میں سے کم پاتا ہوں الحمد للہ فرزند اپنی خیریت اپنی اولاد کی عافیت روزگار کی کیفیت مفصل مجھکو لکھ کر مطمئن کرو۔ یہ تو سُنا کہ عہدۂ تحصیلداری پر مامور ہو۔ نہایت خوشی ہوئی۔

دعا گو تمھارا بوڑھا استاد

فصیح الملک داغ دہلوی۔ ۷ ار نومبر ۱۹۰۱ء

---

$\frac{۳}{۲۰۴}$

عزیزی سلمہ اللہ تعالےٰ!

بعد دعا کے معلوم کریں کہ میں بخیریت ہوں تم نے جو غزل بھیجی ہے وہ بعد دو کی اصلاح واپس جاتی ہے، میں سفر کے لئے پا بہ رکاب ہوں، واپسی پر تم کو خط جائیگا۔ یہ سفر ایک عشرہ سے کسی صورت کم نہ ہوگا۔ فقط

فصیح الملک داغ دہلوی

---

# خط بنام محمد رضا خاں

## ۲۰۵

جناب شیعہ صاحب!

آپ کا کلام میرے پاس پہونچا، آپ کی یاد آوری کا ممنون ہوا، مگر میں اہل سنت الجماعت حنفی المذہب ہوں، آپ کی ہدایت کے بموجب آپکی کتابوں کو نہ دیکھ سکا۔

فصیح الملک داغ دہلوی

۱۲ فروری ۱۹۰۲ء

---

نوٹ:- ایک دفعہ مرزا داغ کے نام دو کتابیں نظم کی پہونچیں ایک کا نام "جلوۂ خورشید" اور دوسری کا "زعفران زار رضا" تھا بھیجنے والے کا نام محمد رضا خاں تھا، دونوں کتابوں کے سرِ ورق یہ عبارت لکھی تھی کہ یہ کتاب مذہب اثنا عشری کی ہے اہل سنت ملاحظہ نہ فرمائیں، یہ تحریر ملاحظہ کر کے حضرت داغؔ نے اسی وقت وہ کتابیں واپس کیں اور یہ خط لکھوایا۔

# خطوط بنام محمود علی خاں

## تعارف

محمود علی خاں نام تھا محمود تخلص، رام پور کے رہنے والے تھے۔ اشرف علی

خاں رام پوری کے صاحبزادے تھے۔ داغ کے خصوصی شاگردوں میں سے تھے، سال ۱۸۵۵ء میں پیدا ہوئے، زمانہ قیام رامپور داغ کے شاگرد ہوئے، استاد کے حیدرآباد چلے جانے کے بعد آپ بھی حیدرآباد پہونچ گئے اور عرصہ تک ایک حاضر باش شاگرد کی حیثیت سے حیدرآباد رہے، شب و روز نگاہ کے سامنے رہنے اور خدمت کرنے کی بناء پر مرزا داغ کی نظروں میں محمود صاحب نے وقعت حاصل کر لی اور داغ صاحب کو ان سے ایک گہرا اُنس ہوگیا جو آخر دم تک باقی رہا، بڑے ذہین اور خوش فکر شاعر تھے۔

---

$\frac{1}{206}$

سعادت نشان محمود خاں صاحب زید اللہ کمالہ

آج ۲۰ مئی کو خیریت نامہ آیا۔ غزل کو دیکھ کر جی پھڑک گیا۔ آفریں ہے کیا خوب غزل کہی ہے ایسی غزل کوئی اور کہے تو جانوں، اسی وقت ملفوف بھیجتا ہوں میں یہاں تنہا رہ گیا ہوں متعلقین دہلی گئے ہیں، گرمی جب یہاں شدت سے ہے تو وہاں کیا حال ہوگا، لُو سے بچنا، میرے احباب کو اور اپنے چچا صاحب کو سلام شوق کہنا، داغ نے پرانا ہوکر جلنا چھوڑ دیا البتہ جلاتا ہے اس کا کہیں خیال نہ کرنا کوئی کچھ کہا کرے وہاں کے شاعروں کا چیدہ کلام بھی مجھے بھیجنا، جلنے والوں خوش ہونے والوں کا حال بھی ضرور لکھنا اپنے روزگار کا حال بھی لکھو کہ کوئی صورت نکلی یا نہیں۔ والدعا۔

زبان داغ

نواب مرزا خاں داغ دہلوی
۲۰ مئی ۱۸۹۶ء

---

۲
۲۰۷

خاں صاحب سعادت نشان، بلاغت و فصاحت کی جان سلمہ اللہ تعالیٰ
کل تمھارا رقعہ آیا، تمھارے والد کی رحلت کا حادثہ صدمہ ہوش ربا ہوا، یہ
کیا مرض تھا، اللہ ان کو جنت نصیب کرے اور تم کو صبر جمیل عطا فرمائے، اب
آمدنی کی کیا شکل ہے، بسر اوقات کیوں کر ہوتی ہے۔ پریشانی تو ظاہر ہے
یقین ہے کہ تم عیال دار تو ہو گئے ہو گے، دونوں غزلیں کیا خوب ہیں خصوصاً
پہلی غزل پر تو مجکو بھی رشک آیا تمھاری تاریخیں دیوان میں چھپ گئیں اصلاح
دے کر اسی وقت جواب بھیجا تھا، برسوں میں خبر لیتے ہو تلاش کر کے جناب
داغ مطبوعہ بہ انشاء اللہ ضرور بھیجوں گا، کیا کروں میرے پاس تقسیم کے
واسطے نہیں رہے۔ والدعا

فصیح الملک داغ دہلوی

---

۳
۲۰۸

تمھاری غزلیں وغیرہ حیدرآباد آئی ہوں گی، میں تو پانچ مہینے سے سفر
میں ہوں، ہمرکاب بندگانِ عالی متعالی تو خیر بہ نفس نفیس شکار فرما چکے ہیں
اور ابھی انتہا نہیں، جاڑی، جنگل، گرمی اور شکار اس کا حال مجھ سے پوچھو

حیدر آباد جب جانا ہو گا تو تمہارا کلام تلاش کروں گا۔ نوکری میں اور کوئی کام نہیں ہو سکتا میرا خطاب "بلبل ہندوستان، جہان استاد، دبیر الدولہ ناظم یار جنگ نواب فصیح الملک بہادر" ہے اصاحب عالم حیدر آباد میں ہیں سٹو کس حیدر آباد سے ہوں، تمہارے والد کے انتقال کا نہایت صدمہ ہوا۔ تمہاری بسر اوقات کیوں کر ہوتی ہے۔ جواب حیدر آباد دینا۔ فقط

فصیح الملک داغ دہلوی

۲۸ مئی ۱۸۹۲ء از کیمپ نظام

---

۴
۲۰۹

محمود خاں صاحب! تمہارا خط جواب میں آیا، اگر تم کو فرصت ہو اور جی چاہے تو میں عللہ روپیہ کرایہ ریل کے بھجوا دوں، تم مجھ سے آکر ملو۔ والدعا۔

فصیح الملک داغ دہلوی

مرقومہ ۶ شعبان ۱۳۱۲ھ

---

۵
۲۱۰

الحمد للہ کہ میں بخیریت ہوں، تمہاری خیریت سے اور کلام سے دل خوش ہوا اللہ تعالےٰ ہمیشہ شاد و آباد رکھے، دوسری غزل جن صاحب نے کہی ہے وہ تخلص مانگتے ہیں تخلص بھی ایک نام ہے مجکو نام رکھنا نہیں آتا، مگر دونوں غزلیں میری غزل سے اچھی ہیں، اصل میں یہ زمین منشی امیر احمد صاحب کی

نکالی ہوئی ہے ۹ شعر ان کے دوسرے دیوان میں ہیں بہت خوب غزل ہے اسپر تقاضائے احباب سے میں نے بھی غزل کہی سب کو دعا سلام پہونچے۔

فصیح الملک داغ دہلوی

۵ رجمادی الثانی ١٣١٢ھ روز چہارشنبہ

(حیدرآباد)

---

۹
۲۱۱

محمود خاں صاحب، عنایت الٰہی سے بارش یہاں خوب ہوئی، آج کھلا ہے، تم نے آغا صاحب[1] کی غزل مقطع نکال کر بھیجدی تھی مگر ہم سمجھ گئے تھے کہ

---

[1] آغا صاحب سے مراد مرزا شاغل ہیں، داغ مرزا شاغل سے جو ان کے اخیافی بھائی تھے، ناراض تھے اور ناراضگی اس حد تک پہونچ گئی تھی کہ ان کو اصلاح دینی ترک کردی تھی اور ان کی غزلیں نہیں دیکھا کرتے تھے، مرزا شاغل رامپور میں اپنی سسرال میں رہتے تھے۔ ایک غزل اپنی انھوں نے محمود صاحب کی غزل کے ساتھ بغیر تخلص کے بھیجی اور لکھوایا کہ یہ آپ کے ایک نئے شاگرد ہیں لہٰذا ان کا تخلص آپ تجویز کر کے مقطع میں لکھ دیں خیال تھا کہ داغ صاحب نہیں سمجھ سکیں گے لیکن وہ سمجھ گئے کہ یہ غزل مرزا شاغل کی ہے لہٰذا غزل پر اصلاح تو کردی لیکن تخلص تجویز نہیں کیا اور حرف "شش" لکھ کر غزل واپس کردی اور بعد کے دونوں خط اسی سلسلے میں لکھے گئے۔ انھیں مرزا شاغل کے ایک لڑکے امراؤ مرزا نادان تھے جو عرصہ تک داغ کے ساتھ رہے بڑے پُرگو شاعر تھے ایک دفعہ عالم سرشاری میں ایک تانگے سے حیدرآباد میں ٹکر کھائی اور زخمی ہوکر گرے فی البدیہہ یہ شعر فرمایا۔

ضعف سے کوچۂ جاناں میں گرا

میں نے ٹھوکر بھی کہاں کھائی ہے

اسی حادثہ سے کچھ روز بعد شفاخانہ ہی میں انتقال کیا۔

نتاغل کا شین ہم نے بنا دیا تھا، تم نے بھی دیکھا ہوگا اور انھوں نے بھی۔ زیادہ خیریت۔ جس وقت تمھاری غزل آئی اسی وقت بھیجدی۔

فصیح الملک داغ دہلوی۔ ۲۹ر نومبر ۱۸۹۶ء

---

۷
۲۱۲

محمود خاں صاحب! میں کئی دن سے ذات الجنب میں مبتلا ہوں، سخت تکلیف ہے، ایک مرض کو صحت ہوتی ہے تو دوسرا پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہے جوں کہ بائیں جانب درد ہے۔ زیادہ تر تکلیف ہے، حکیم رگی بتاتے ہیں۔ یہ بھی جان چھوڑے تو جانوں، بھائیوں کو دعا کہیے۔

فصیح الملک داغ دہلوی
۲۷ر ستمبر ۱۸۹۶ء

---

۸
۲۱۳

محمود خاں صاحب!

آپ کے دو خط آئے میں اکثر علیل رہتا ہوں، اس واسطے جواب میں تاخیر ہوتی ہے، دوسرے خط میں آپنے اپنا اشتیاق لکھا ہے، میں بھی مشتاق ہوں ضرور تشریف لائیے، جس وقت آپ یہاں پہونچیں گے جو مصارف آپکے ریل میں ہوں گے وہ دئیے جائیں گے مگر دو شرط ہیں اول تو یہ کہ اس گھر کو اپنا گھر سمجھ کر کام کرنا ہوگا دوسرے جلد واپس جانا نہ ہوگا۔ اس کا جواب جلد

بھجواؤ۔ فقط

فصیح الملک داغ دہلوی

۱۴ر ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

---

۹
۲۱۴

خاں صاحب سعادت نشان، بلاغت وفصاحت کی جان سلمہٗ اللہ تعالےٰ
دعا کے بعد واضح ہو کہ تمھارا خط بہت دنوں سے آیا ہوا ہے، خطوں میں مل گیا تھا
اس وقت نظر سے گزرا۔ واقعتاً تمھارا لکھنا راست ہے۔ لوگ دراندازیاں
کرتے ہوں گے۔ میں نے کوئی قصور نہیں کیا تھا جو اس قدر موردِ عتاب
ہوتا، والدعا

فصیح الملک داغ دہلوی

۱۳ر رمضان شریف ۱۳۱۶ھ

# بنامِ مائلؔ

دیبی پرشاد صاحب مائلؔ مین پوری کے رہنے والے تھے اور مرزا
داغ کے قدیم ترین تلامذہ میں سے تھے، نہایت شریف اور سیدھے
آدمی تھے۔ ایک دفعہ بہ زمانۂ قیام حیدرآباد مولانا احسن مارہروی
نے ان کی غزل دیکھ کر استاد سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں تو مرزا
صاحب نے فرمایا کہ "یہ ہمارے پرانے معصوم ہیں" مرزا داغ کو اپنے

پرانے شاگردوں سے تھا اُنس بہت اور مائل کی غزلیں بڑی محبت اور شفقت سے دیکھا کرتے تھے، مائل صاحب کے کلام میں دو دیوان شائع اور طبع ہو چکے ہیں۔ سنہ ۱۹۴۲ء سے چند سال پہلے انتقال فرمایا۔ مائل صاحب کے نام کچھ خطوط ملاحظہ فرمائیے۔

---

۱
۲۱۵

میں مدت سے حیدرآباد سے سو کوس پر ہوں، بن میں حضور پرنور شیر کا شکار کھیل رہے ہیں۔ چار شیر شکار ہوئے۔

فصیح الملک داغ دہلوی

---

۲
۲۱۶

پانچ مہینے سے میں ہم رکاب حضور پرنور دام اقبالہ کے شیر کے شکار میں حاضر ہوں۔ دس شیر شکار ہو چکے ہیں، آئندہ غزل بعد محرم بھیجنا۔

فصیح الملک داغ دہلوی

---

۳
۲۱۷

میں حضور بندگان عالی کے ہمرکاب سفر کلکتہ میں ہوں، ۱۴ مہینے گزرے کہ میری اہلیہ کا انتقال ہو گیا۔ میرے حواس بجا نہیں۔ نہایت صدمہ اٹھایا

داغ دہلوی۔ ۹ رمضان المبارک سنہ ۱۳۱۷ھ

۴/۲۱۸

غزل دیکھ کر واپس کرتا ہوں، میرا دل ٹھکانے نہیں، حواس بجا ہوں تو کچھ فکر ہو، میرا تازہ کلام تمہیں ضرور ملے گا، مگر کچھ روز تمہیں صبر کرنا پڑے گا۔ اب تمہاری کوئی غزل میرے پاس اصلاح کے لئے نہیں رہی۔

فصیح الملک داغ دہلوی

# بنام ملکہ جان

۱/۲۱۹

ملکۂ[1] اقلیم سخنوری، بنارس کی صنم کلکتہ کی پری! دام جمالہا و کمالہا

کیوں جی! خدا نے مجھے کیوں عاشق مزاج بنایا ہے، اس بلا میں کیوں پھنسایا

---

[1] کلکتہ کی مشہور ڈیرہ دار طوائف تھی ہندوستان کی مشہور طوائف گوہر جان کی ماں تھی۔ ملکہ جان درحقیقت بنارس کی رہنے والی تھی کلکتہ رہ پڑی تھی، انگریزوں سے خاص تعلقات رہتے تھے۔ شاعرہ تھی ملکہ تخلص کرتی تھی، حکیم بنو صاحب ہلال بناری سے شاعری میں مشورہ کرتی تھی، صاحب دیوان تھی، ایک مثنوی بھی اس سے منسوب ہے حیدرآباد کے مشہور ریختہ گو عابد مرزا المتخلص بہ بیگم سے خاص مراسم تھے جناب داغ سے تعلقات میر قطب الدین اشک کے ذریعہ ہوئے انگریزوں سے تعلقات کی بنا پر کلکتہ میں اس کو "میم صاحب" کا بھی نام دے رکھا تھا۔ اس کے دیوان کا نام "مخزن الفت ملکہ" ہے تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۰۳ھ نکلتے ہیں، رین پریس کلکتہ میں چھپا تھا، دیوان میں علاوہ غزلوں کے ٹھمریاں وغیرہ بھی ہیں بعد ملکہ کی تصویر بھی ہے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

سخت جانی پہ بگڑتے ہو عبث — کس کے دو ہاتھ لگاؤ تو سہی

تم مرا خون بہاؤ تو سہی — مہندی ہاتھوں میں لگاؤ تو سہی

جوش میں پھر دلِ ناشاد آیا — پھر مجھے آج وطن یاد آیا

آپ ہی آپ جو ہوں روتی ہو — ملکہ سچ کہہ تجھے کیا یاد آیا

پتھر کا دل، لوہے کا کلیجہ کیوں نہ بنایا، جس میں کوئی اچھی ادا دیکھی طبیعت لوٹ گئی، خصوصاً کوئی معشوق خواندہ ہو اور شعر گو بھی ہو مرزا داغ کی سوت ہے زیادہ داغ کے مطالعہ سے کیفیت معلوم ہوئی ہوگی۔

رحم آتا ہے اپنی حالت پر
پڑیں پتھر بتوں کی چاہت پر

میر قطب الدین اشک کو منی بائی کی مزاج پرسی کے لئے کلکتے بھیجا تھا اب جو وہ وہاں سے واپس آئے تمھارا بھی سندیسہ لائے۔ مثنوی جو عنایت ہوئی اس کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں، بغیر ملاقات کے اس کی پوری داد نہیں دے سکتا۔ اس بحر میں مثنوی شاذ و نادر دیکھی گئی، بلا کی شوخی ہے، آفت، شرارت کوٹ کوٹ کر بھری ہے، زبان ہندوستانی قوم انگریزی یہ دم مرے کی تصنیف لاجواب ہے، میں حیران ہوں کہ تم نے مجھے کیوں کر جانا اور جانا تو اس قدر جانا یہ خدا جانے کہ اچھا یا برا جانا اس کو تمھارا ایمان جانے، ایک مدت سے تمھاری شہرت سنتے سنتے کان بھر گئے تھے، خصوصاً آغا مرزا شاغل نے تو مجھے آسمان پر بٹھا دیا تھا۔ داغ ایسی کیفیت سنے اور مشتاق نہ ہو۔ سخت مجبوری ہے۔ کلکتہ جا نہیں سکتے کہ حجاب مانع ہے۔ کلکتہ والیوں کے پاؤں میں مہندی لگی رہتی ہے کہ ہندوستان کی طرف قدم نہیں اٹھتا، یہ خیال رہے کہ بہت سی خوبیاں ہندوستان سے پورب میں ابھی نہیں گئیں تمھاری قوم کو وصف سیاحی، تمھارا شیوہ آزادی، تمھارا جوہر قدر کمال و ہنر، مجکو حیرت ہے کہ اس طرف بہ طریق سیر بھی کبھی قدم رنجہ نہ فرمایا، میں نے تمھارا کلام کلکتوں میں

چھپا ہوا دیکھا، تمھارا کلام تمھارے نصیب سے زبردستی میں کم نہیں۔
آہا! یہ تو کہئے میں نے سنا ہے کہ منی بائی سے بڑے ربط و ضبط ہیں، خدا
خیر کرے، بارے میری بُرائی سننے میں تم شریک نہ ہوتی ہوگی۔ خیر یہ صبر خالی
نہ جائے گا۔ ہم بھی بھاگ بھاگ لگائے ہیں گو ہر جان کو ہمارا اسلام کہہ دینا یقین
ہے کہ یہ بھی پڑھتی ہوں گی۔

ایں خانہ تمام آفتاب است

مرسلہ:۔ داغ

۱۳ر مارچ ۱۸۶ء

---

۲
۲۲۰

دل ربا، سخن آرا، تو رتھا، یہی ادا، دام جمالہا و کی بلا

تمھارا پہلا خط جو ایک دفتر شکوہ و شکایت تھا مجھ نہ رشک و رقابت تھ
میرے پاس پہونچا، اس کا جواب مناسب میں نے تمھارے مکان پر بھیج
اور نہ پہنچا، بڑے افسوس کی بات ہے نہایت بد انتظامی اور کم توجہی گو ہر جان
کی متصور ہے۔ مسودہ کیسا، قلم برداشتہ خط لکھتا ہوں۔ آج تمھارا دوسرا خط
آیا اس سے معلوم ہوا کہ وہ خط جن اُڑا کرلے گئے۔ پریوں کے پاس جن ہوا
کرتے ہیں کیا عجب ایسا ہی ہوا ہو مگر ایسی جگہ آدمی کی مٹی خراب ہے خصوصاً مجھ سے
بھولا بھالا انسان کیا کرے اس خط کے عوض کاش مجکو ہی اُڑا کرلے جاتے،
پہلے خط کے جواب میں بہت کچھ لکھا تھا مگر اب یاد نہیں رہا، تمھارے خط کے

گوشے پر بنارس کے چلے ہوئے مُردے کی تصویر تھی کہ جس سے میں ڈر گیا تھا، میں نے تمھاری تصویر اور بھی چند تصویریں محمد[1] وزیر سے بہ قیمت طلب کی ہیں انھوں نے اس روپ میں درشن دئے جیسا دو ویسا پاؤ تمھاری عنایت غائبانہ کا میں نہایت شکر گزار ہوں اس زمانے میں کون کسی کو یاد کرتا ہے، دل ٹوٹ گیا، جی چھوٹ گیا، ملکہ جان! تھوڑا سا اپنا حال لکھ کر تم کو اطلاع دینی ضرور جانتا ہوں، کان رکھ کر سنو، الحمد للہ کہ مجھکو خدا نے حالی خاندان کیا، دلّی میرا وطن ہے جب وہ برباد ہوئی تو احتیاج روزگار ہوئی، رام پور میں نوکر ہوں، رطب و یابس اللہ تعالےٰ گزارتا ہے چالیس پچاس آدمی کا رزق خداوند کریم دیتا ہے، رئیس مرا قدر دان ہے اور ہم عمر و ہم وطن، منفعت دنیا پر اگر نظر کرتا تو بہت کچھ پیدا کر لیتا، ہندوستان میں کون سی جگہ ہے جہاں سے اس عاجز کی طلب نہ ہوئی مگر اپنا حال یہ ہے

گرا داغ کہ از کوئے یار بر خیزد

نشستہ ایم کہ از ما غبار بر خیزد

کار ریاست اس قدر سپرد ہیں کہ جس سے مرنے کی بھی فرصت نہیں حجاب سے جو دل لگی ہوئی تھی ایک داستان طول طویل ہے اکثر وہ حال تم کو مثنوی فریاد داغ سے ظاہر ہوا ہوگا، سر مو فرق نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ اس شخص کا میں نہایت ممنون ہوں، اس رام پور میں تلوار کی دھار پر مجھ سے ملی اور اس ملاقات کو ایک آدمیت اور اطاعت کے ساتھ بہ خوشا نہ کھنچے تک

[1] شیخ محمد وزیر کلکتہ کے باشندے اور ملکہ کے حاشیہ نشین تھے "نتیجۂ سخن" کے نام سے ایک رسالہ بھی نکالتے تھے

رہنا ہا اس ملاقات کی شہرت تو کیا رسوائی تمام ہندوستان میں ہوئی مگر جدا
بھی ایسی ہوئی کہ ملاقات کی اُمید نہ رہی، میں ایک ریاست کا نوکر اہل کا
کلکتے میں ہمیشہ کیوں کر رہ سکوں، اتنی مقدرت کہاں سے لاؤں، ترک
روزگار کیوں کر ہو سکے کہ یہ وسیلۂ آبرو اور حیلۂ معاش ہے، بائی جی کر
یہ ضد بے ہودہ ہوئی کہ تمام عمر رامپور کی صورت نہ دیکھوں ورنہ ممکن
کہ برس دن میں دو چار مہینے کو وہ ہمیشہ آکر مل جایا کرتیں اگرچہ ہم غریب
آدمی ہیں مگر اب بھی نہ ہوتا کہ ان کی مہمانی نہ کر سکتے، بارہا انھوں نے بلایا
میں نے جانا مناسب نہ جانا کہ مبادا کوئی صدمہ اٹھاؤں میرا صدمہ اُٹھا
فتنۂ محشر کا اُٹھنا ہے نہ اِدھر کا رہوں اور نہ اُدھر کا رہوں بارہا میں نے ا
ملنے کو بلایا لکھتے لکھتے انگلیاں گھس گھس گئیں، دفتر سیاہ ہو گئے مگر وہ نہ آئیں
مجبوراً ایک زمانۂ دراز کے بعد اپنے دل بہلانے کی صورتیں بہت سی نکا
لیں اور وہ بھی مولوی آل احمد صاحب کی پابند ہو گئیں، یاس کلی ہو گئ
میرے خمیر میں عشق ہے، میں وفا کا پتلا ہوں جو مجھ سے ملا اور مل کر چھوٹ
کرتا رہا؛ اس صورت میں بھی ملاقات کا لطف ہے اب تک کوئی آدمی مجھکو ٹھہرا
مزاج والا نہ ملا کہ حجاب کا داغ داغؔ کے دل سے مٹا دیتا، بہت تلاش
اور ہے اور رہے گی تم کو ایک وضعدار سنا تھا کہ اس کا ثبوت نامہ ہائے د
سے پایا گیا، دنیا میں ایک سے ایک اچھا ہے[1] اور مرزا داغ پر موقوف ہے: جا

---

[1] کیا ایک ایسا انسان جیکے نام کے ساتھ مرزا داغ۔ مولوی تخلص تھا ہو؛ ... ہو سکتا ہے اور
اگر ایک مولوی کے لئے یہ جائز تھا تو بے چارے داغ کیلئے کیا کہا جائے کہ ان کے خمیر ہی میں عشق تھا۔"

پر مخصر سہ

داغ اک آدمی ہے گرما گرم
خوش بہت ہونگے جب ملیں گے آپ

مجکو بھی تمھارے ملنے کا شوق تم سے زیادہ پیدا ہوا لیکن ہنوز دل کو دل سے راہ ہے ہر چند کہ کلکتہ کی آب وہوا مجکو بہت موافق ہے مگر وہاں جانا مجکو دشوار معلوم ہوتا ہے حیران ہوں کہ تم سے کیوں کر ملوں اور کہاں ملوں، ہاں اگر تم ملنا چاہو تو سَو طرح سے مل سکتی ہو میں تو بے اختیار محض ہوں منی بائی کو میری تمھاری خط وکتابت کا حال کس طرح ظاہر ہو گیا کہ ان کا بہت بڑا عتاب نامہ میرے نام آیا ہے، یہاں کی دل لگی سے ان کو چنداں بحث نہیں مگر کلکتے کا رشک گوارا نہیں کر سکتیں، یہ کیوں کر ہو سکے کہ تم عنایت سے یاد کرو، میں اس کا جواب نہ لکھوں، ادھر کی دنیا اُدھر ہو جائے تو بھی سر رشتۂ تہذیب وآدمیت ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے گا ان کو ہم نے صاف لکھ دیا، میں وہ مظلوم ہوں کہ اگر میرے حال پر رحم کرو گی تو کھڑی بہشت میں جاؤ گی اس خط کا پتہ ضرور لگانا، آئندہ اپنے خط پر اپنے دستخط بھی کیا کرنا کہ قابل اعتبار ہو اور جو کام میرے لائق ہو اس سے ہمیشہ یاد و شاد فرماتی رہو، اپنے وزیر کو سلام کہہ دینا اور تصویروں کا پیام زیادہ زیادہ۔

مرزا داغ

۹، اگست ۱۸۸۶ء

# بنام محمد عوض[1]

## ۲۲۱

جناب خاں صاحب مصدرِ عنایت وکرم دام لطفکم!

بعد سلام سنت الاسلام کے مدعا نگار ہوں بہ سبب شدتِ مرض کے
نہایت بے قرار ہوں مختصراً اپنے مزاج کا حال لکھتا ہوں بیس برس ہوئے
میں دورے میں تھا سردی کا زمانہ تھا ووٹ کے دن برف باری کی کثرت تھی
یکایک میرے بائیں شانے میں درد ہوا، مالش وغیرہ ہو گئی تو شانے کے
جوڑ میں پشت کی جانب گٹھلی پڑ گئی، یہ ہاتھ دو بار ٹوٹ چکا تھا، ماؤف تھا
بارہ برس تک اس گٹھلی نے کچھ تکلیف نہ دی بعدہٗ یکایک درد کی شدت ہوئی
کہ حوالیٔ قلب تک اثر پہونچا، نوبت بجان پہونچی، بالاتفاق یہاں کے طبیبوں
اور ڈاکٹروں نے یہ تشخیص کیا کہ اس میں پیپ پڑ گئی ہے آخر شگاف کی
نوبت آئی زرد گٹھلی نکلی اور بہت جیتا گوشت انھوں نے کاٹ ڈالا۔ بہت
بڑا زخم ہوا اسی کا علاج ہونے لگا۔ السی کا پلٹس بندھنے لگا، صدہا دانے
پشت پر نکل آیا منجملہ اور دانوں کے ایک دانہ نیل گوں پیدا ہوا کہ جو واقعی
سرطان تھا، وہ کاٹا گیا ایک دن میں، سات مہینے اس میں ہو گئے تھے
مر مر کر بچا اب یہ حال ہے کہ کئی برس سے موسم گرما میں اس میں سوزش
ہوتی ہے اور ورم ہو جاتا ہے، کچھ مادہ بھی آجاتا ہے، دس مہینے ہو گئے کہ

---

[1] پورا نام محمد عوض خاں تھا پیشہ ڈاکٹری تھا، ایک رسالہ موسومہ عطار نکالتے تھے، کانپور ...

فصد و مسہل ہوئے، جونکیں لگیں یونانی علاج ہوئے، خدا خدا کر کے شفا ہوئی مگر ساٹھ برس کی عمر میں ہر سال دو ایک فصدیں دو ایک مسہل جب ہوں تو پھر طاقت کہاں، میرے قویٰ بہت قوی تھے اس نے ضعیف کر دیا اور باہ میں بھی ضعف ہو گیا، جگر میں حرارت ہے کہ خون فاسد پیدا ہوتا ہے معدے میں رطوبت ہے، قوت ہاضمہ خراب ہے، اس پر ریاح بواسیری کا یہ سر اچنبھے کا باب سیاہ ہو گیا۔ صفرا محترق ہو کر سودا ہوتا ہے ذرا سی گرمی کی برداشت نہیں، اب کے جو رمضان میں روزے رکھے، پشت میں وہ سوزش ہوئی کہ آٹھ دن سے ایک انگارا رکھا ہے، کل جونکیں لگائی تھیں اور زیادہ آگ لگ گئی، آج اور لگائی جائیں گی مجکو زندگی کا لطف نہیں اور یاس بھی ہے، وہ دوا مجکو کہاں سے میسر ہو کہ جو مصفی خون اور مقوی معدہ ہو اب تک یہ حال ہے کہ باوصف ضعف باہ کے تجربہ سے حرارت ہوتی ہے اور میں عاشق مزاج آدمی ہوں دل میں ہر وقت آگ لگی رہتی ہے، آپ نے اگر بندہ نوازی کی ہے تو میرے حال پر رحم فرمائیے۔ کیا کروں، میں کیوں کر آپ سے ملوں اور بغیر ملے علاج کیوں کر ہو، مشفقی احمد حسن خاں صاحب نے جو آپ کے اوصاف بیان کئے وہ حدِ قیاس سے باہر ہیں، وہ گرامی نامے آپ کے آئے مہاراجہ اندور کو جل دے مہاراجہ سندھیا منتظر اجل بیٹھے ہیں، رسالہ عطار کی یہ کیفیت ہے کہ مجھے ابھی اس کے دیکھنے کی نوبت نہیں آئی، احباب میں گردش کر رہا ہے مگر کوئی کم بخت صاحب حوصلہ نظر نہیں آتا نہ کہیں سے درخواست آتی، بے نظیر کے میلے میں دو نسخے

میرے پاس پہونچے تھے ایک تو اسی وقت گم ہو گیا دوسرے کا یہ حال ہے کہ دو تین ماہ سے منشی امیر احمد کے یہاں ہے اب منگاتا ہوں، میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ اس کا شیوع ہو۔ مجکو یہ نہیں معلوم کہ میری تصنیفات میں سے آپ کے پاس کیا کیا کتابیں ہیں اور کیا نہیں ہیں، قدر دان اہل کم ل کامل ہی ہوتے ہیں ع

یہ یاد رہے ہم کو بہت یاد کرو گے

زیادہ نیاز۔ راقم۔ داغ دہلوی

۱۵ رمضان ۱۳۰۳ھ مطابق جون ۱۸۹۶ء

# بنام محی الدین[1]

۱
۲۲۲

بگیتی داغ چوں خورشید جمشید کمالِ طبع با صد اوج تسنیم
سروش غیب سالِ مثنوی گفت فرح افزا جوش موج تسنیم

شیر بیشۂ سخنوری محی الدین حسن خاں تسنیم کو تسلیم۔ میں نے آپ کو ایک شیر سمجھ کر مدراس کی لومڑیوں پر چھوڑ دیا ہے، کلام داغ سے لکھنوی اور مدراسی جلتے ہیں، جلا کریں، واللہ باللہ نہ میں کسی کے اعتراض کو دیکھوں اور نہ اس کے جواب کی طرف مخاطب، اہل زبان ہونا کچھ ہنسی کھیل نہیں ہے

---

[1] محی الدین حسن خاں نام اور تسنیم تخلص تھا۔ مدراس کے رہنے والے اور نواب کرناٹک کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے داغ کے شاگرد تھے کر حیدرآباد آتے رہتے تھے۔

یہ داغ اہل مذاق کا دل نشیں ہے، مٹانے سے نہیں مٹتا، اس کو فقیر کی دعا ہے ذوق مٹے تو داغ مٹے ؎

قبول خاطر و لطف سخن خداداد است

طرفہ ماجرا یہ ہے کہ کلام داغ پر اعتراض کر کے اپنا فروغ چاہتے ہیں، خدا کی قدرت ہے کہ بغیر کہے سنے صاحب اعتراض کو کوئی نہ کوئی جواب دنداں شکن دے ہی دیتا ہے، اپنی خیریت سے معہ کار لائقہ کے ہمیشہ یاد فرماتے رہیے۔

زیادہ نیاز

مرسلہ۔ داغ دہلوی

# بنام محمد وزیر[1]

## ۱/۲۲۴

میرے پوچھنے والوں کو خدا پرسش قیامت سے بچائے، سب صاحبوں کو سلام شوق پہونچے۔ نازنکان عین محاورۂ حضرات دہلی ہے اس بات کا تار نکلا یعنی اصل ماہیت دریافت کی چوں کہ تار گریباں سے مناسبت ہے خالی لطف سے نہیں۔ ؏

ہم نے جب کھوج نکالا تو گریباں نکلا

---

[1] شیخ محمد وزیر نام تھا۔ کلکتہ کے رہنے والے تھے مرزا داغؔ سے اس شعر کا مطلب پوچھا جسکے جواب میں زیر و الا خط لکھا گیا ؎

ناتوانوں کے گلوگیر تھا ہوس جھوٹ — ہم نے جب تار نکالا تو گریباں نکلا

ناتوانوں کو گریبان ہی مار ڈالتا ہے۔ گریبان کے ساتھ گلوگیری مناسب ہے
میں نہیں جانتا کہ اس شعر کے معنی پوچھنا چہ معنی دارد۔ اب بھی اگر کسی
کے سمجھ میں نہ آئے تو خدا سمجھے۔ زیادہ نیاز۔ فقط

نواب مرزا داغ
۱۷ر ستمبر ۱۸۹۵ء

## ۲/۲۲۴

مہربان صائب تدبیر، خوش تقدیر، ملک کے وزیر، محمد وزیر خاں سلمہ اللہ تعالیٰ

کبھی ہم میں تم میں بھی چاہ تھی کبھی ہم سے تم سے بھی راہ تھی
کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

بُرا نہ ماننا یہ خطاب آپ کا مدت ہوئی کو لوٹولہ سے میرے پاس ہو گیا تھا
جس کو ایک زمانہ گزرا اب تو مدت سے وہ محویت ہے کہ نہ کلکتہ یاد نہ اس کے
عیش و عشرت اور نہ خدا یاد دلائے سہ

ہم نے بھی صبر دل کو دے ہی لیا
اب وہ اگلا سا اضطراب کہاں

آج بہت سے اشتہار بی ملکہ کے دیوان کے میاں قطب الدین اتک کے
نام میرے مکان پر پہونچے، ملکہ صاحب کا ایک خط بھی ملفوف تھا جس میں مجھ کو
بھی بڑی عنایت سے یاد فرمایا، جب انھوں نے مثنوی بھجوائی تھی، میر صاحب
لائے تھے۔ میں نے اس کی رسید معمولی بھیجدی تھی، اس کا جواب نہ پایا الٹی

---

ٹ کلکتہ کے ایک محلے کا نام ہے۔

مجھ سے شکایت، قصور ان کا نہیں، کلکتہ کی آب و ہوا کا اثر ہے، بی گوہر جان کی سال گرہ کا رقعہ نہیں پہونچا شاید وہیں رہ گیا۔ یقین ہے کہ اس رقعہ میں تمہارا سلام بھی ضرور ہو، ملکہ جان کی حسب تحریر آئے گی میں جواب ضرور لکھوں گا یہ خیال رہے کہ میں داروغۂ اصطبل نہیں[1] ہوں، بہت سے کارخانوں کے داروغہ میرے ماتحت ہیں، اہل کار معتمد ریاست و مصاحب سرکار لکھا جاتا ہو آئندہ خط پر یہی پتہ لکھئے گا۔ مجکو پتہ لکھنے کی ضرورت کیا ہے۔ فقط میرا اور شہر کا نام کفایت کرتا ہے، بعد عید کے کچھ اشتہار یہاں تقسیم کر دوں گا، کچھ میر صاحب کے پاس بھجوا دوں گا۔ میر صاحب یہاں نہیں ہیں، نہ اُن کا پتہ معلوم کوئی تحریر آئے تو چند اشتہار ان کے پاس بھجوا دوں۔

زخم جو آئے ہیں ہو جائیں گے خشک
داغ رہ جائے گا مٹنے کا نہیں

اے مردِ خدا کبھی کبھی اپنی خیریت سے معہ کار لائقہ کے یاد تو کرو، ایسی بھی کیا نا انصافی ہے، میرے پاس کوئی تصویر حسینانِ کلکتہ کی نہیں ہے حجاب کی بھی کوئی تصویر نہیں اگر چند تصویریں آپ بھجوا دیں تو بڑی مہربانی ہو اور جو قیمت ان کی ہو میں پہلے بھجوا دوں اس سے اطلاع دیجئے مگر ہر تصویر کی پشت پر نام و نشان و سکونت ضرور لکھ دیجئے گا میں نے شعر کہنا چھوڑ دیا ہے

---

[1] ریاست رام پور کے مصارف و اہتمام سے ایک کتاب "حقیقت رامپور" مولوی اکرام احمد صاحب بدایونی نے تالیف کی ہے جس کے ضمیمہ نمبر۱ میں ریاست کے ملازمین کی فہرست دی گئی ہے اس کے صفحہ ۱۰ پر مرزا خاں داغ کو مہتمم اصطبل و شاعر لکھا ہے۔

مرض فرصت نہیں دیتا، نہ کار سرکار، علیل ہوں دعا کرو، یہ یاد رہے ہم کو بہت
یاد کرو گے، یہ تصویریں اس واسطے منگائی جاتی ہیں کہ شاید ان کے دیکھنے
سے ہیجان طبیعت ہو تو اس نشہ میں کچھ بک اٹھوں، زیادہ خیریت۔

داغ

۲۰ر جولائی ۱۸۹۶ء

# بنام مشتاق علی خاں

## ۲۲۵

غریب پرور فیض گستر سلامت!

مراتب تسلیمات و کورنش ادا کر کے عرض رسا ہوں کہ فدوی وارد دلی ہو...
سات ہزار کا نقصان فقط اپنی جائداد کے حصے میں اٹھایا اور ابھی آئندہ
دیکھیے تقدیر کیا دکھائے، بظاہر تو کوئی دقیقہ تباہی اور بربادی کا باقی نہیں...
قطعہ تہنیت جلوس حضور پرنور دام اقبالہم داغ آئینہ ال خدمت روانہ...
کر عرض کیا تھا چنانچہ وہ اخباروں میں چھپ بھی گیا۔ قربت حضوری نہ آ...
تھی لہذا پیشی سے محروم رہا، اب ملفوف عریضہ ہذا ہیں بھیجتا ہوں

گر قبول افتد زہے عز و شرف

اُمید وار ہوں کہ بہ واللہ خوش نودی مزاج اور مژدۂ صحت عنصر شریف سے
مفخر و ممتاز ہوں، واجب تھا، عرض کیا۔

---

ے نواب مشتاق علی خاں عرش آشیاں والی رامپور۔

الٰہی آفتاب دولت و اقبال تاباں و درخشاں باد

عرضی فدوی نواب مرزا خاں داغ

معروضہ ۳۱ جولائی ۱۸۸۸ء۔ از دہلی بلیماران

# نواب مشتاق علی خاں وقار الملک

## ۲۲۶

حضور پرنور جناب نواب صاحب عالی مناصب مخدومم و مکرم و محتشم سلامت تسلیم۔ آج ماہِ محرم تمام ہوا یقین ہے کہ کل سے میری نذر کا موقع ملے گا، لفافہ معمولی جو آٹھویں، دسویں دن دام اقبالہ دیکھتے ہیں سو غزل اور عرضداشت جاتا ہے ایک مہینے سے نہیں گیا ڈر رہا ہوں کل سے مجھے خرچ کی ضرورت بھی ہوگی آپ کو اگرچہ میں یاد ہوں مگر کثرت کار بھی بعض امور کو ضروری نہیں سمجھنے دیتے میں عرضِ حال سے زیادہ آپ کے مژدہ صحت کا طالب ہوں جبھی کو آپ کے دربار میں موقعِ سخن محال ہے، سہ پہر کو حضوری کے واسطے اجازت طلب ہوں۔ زیادہ نیاز ا ملتمس، داغ دہلوی

# بنام نسیمؔ

## ۲۲۷

صاحب موج نسیم[1] سلمہ اللہ الکریم!

---

[1] سید نذیر احسن صاحب نسیم ہلسوی جناب داغ کے شاگرد تھے ہلسہ ضلع پٹنہ کے رہنے والے تھے ادب کے خط میں جس شعر کا مطلب پوچھا ہے یہ حضرت امیر مینائی کا شعر تھا۔

میری طبیعت نادرست ہے، ضعف معدہ اور وجع مفاصل کی شکایت سے
نہایت تکلیف ہے۔

اے بت اللہ تو ہے آپ رگِ گردن میں
ہاتھ ہی تو نے گلے میں مرے ڈالا ہوتا

اس شعر کا مطلب صاف ہے یعنی اللہ تعالےٰ بحسب ارشاد نحن اقرب الیہ من حبل الورید خود رگِ گردن میں موجود ہے اور تم کہ بت ہو کر خدا کا دعویٰ تو کرتے ہو مگر تم سے کبھی میری گردن میں ہاتھ تک نہیں ڈالے جا سکے پھر کیسے خدائی کا دعوےٰ کرنے والے ہو، گردن میں ہاتھ ڈالنا کنایہ ہے بیار و محبت سے۔

فصیح الملک داغ دہلوی
۷ر فروری ۱۹۰۴ء

# خط بنام ناطق

۱/۲۲۸

مولوی صاحب[1]!

آپ کی غزل درست کرکے واپس کی جاتی ہے، جس شعر پر چار صاد ہے ہیں، یہ مجھے پسند آیا اور یاد بھی ہو گیا، وہ یہ ہے۔

---

[1] سید ابوالحسن نام احمد ناطق تخلص، گلاوٹھی ضلع بلند شہر کے رہنے والے تھے مرزا داغ کے زمانہ آخر کے شاگرد ہیں۔ مرزا داغ سے پہلے جلال لکھنوی بیان میرٹھی اور اظہر ہاپوڑی کو اپنا کلام دکھاتے تھے ۱۹۰۴ء میں آپ ناگپور میں تھے۔

بگڑ جانے میں بن آتی ہے شوقِ دید کیا کیا
دیا کرتے ہیں جب وہ گالیاں ہم منھ کو تکتے ہیں

یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ آپ ہر شعر میں کسی محاورے کا استعمال کرتے ہیں اور بیشتر کامیابی کے ساتھ مگر اس کا لحاظ رکھیئے کہ شعر کے لئے محاورہ آ جائے محاورہ کے لئے شعر میں سقم نہ آنے پائے اور یہ بھی خیال رہے کہ اس میں تصرف جائز نہیں، اگر آسانی کے ساتھ محاورہ بجنسہ بحر میں آ جائے تو نظم کر دیجئے ورنہ نہیں اور اس کے لئے حضرت استاد مرحوم کے کلام پر غور کیجئے کہ انھوں نے کس بے ساختگی سے محاورات کو باندھا ہے۔ لفظ جوبن کے متعلق میں پھر یہی کہتا ہوں کہ اس کا استعمال بمعنی پستان اہلِ لکھنؤ کا اختراع ہے دہلی والے اسے اس معنی میں نہیں بولتے۔ آپ نے جو مولانا راسخ کا شعر پیش کر دیا ہے اسے میں تسلیم نہیں کرتا خدا جانے وہ کس دھن میں ایسا لکھ گئے مولوی صاحب آپ کے دوست ہیں انھیں سے پوچھئے کہ آپ نے دہلی میں اس لفظ کا یہ استعمال کہاں سنا ہے، آخر آپ خود بھی نواحِ دہلی کے باشندے ہیں اور میرے نزدیک بڑی حد تک آپ کے قصبات کی زبان مستند ہے۔ غور کیجئے کہ کیا وہاں کے شرفا یا عوام میں اس لفظ کا یوں استعمال ہے۔ دہلی کے استعمال کا بھی یہ لفظ ضرور ہے مگر اس طرح سے

عجب جوبن برستا ہے کسی سے جب وہ لڑتے ہیں
ادائیں بھی بلائیں لیتی ہیں جس دم بگڑتے ہیں

بہرحال یہ اچھی بات ہے کہ آپ نے محض میرے لکھ دینے پر اکتفا نہ کر کے

تحقیق کی طرف قدم بڑھایا، یہ وہ جراءت ہے جو ہر نو مشق کو نہیں ہوتی ہمت
سخن کو بڑھائیے، مجھے اُمید ہے کہ آپ اس فن میں کامیاب ہوں گے حیدرآ
آنے کا ارادہ ہے تو پورا کیجئے۔ مجھے آپ کو دیکھ کر مسرت ہوگی، تیسرے چوتھے
دیوان کے زیرِ ترتیب ہونے کی خبر بایۂ ثقاہت سے گری ہوئی ہے کہ آج کل
مختلف امراض کا شکار ہوں اور یہ کام تندرستی کا ہے، ماہتاب کی ایک جلد
بھیجدینے کے لئے میں نے کہدیا ہے۔

فصیح الملک داغ دہلوی
۴ر جولائی ۱۹۰۴ء (حیدرآباد)

## خط بنام نظام حیدرآباد

۲۲۹

حضور پرنور، بعز عرض، حضرت بندگانِ عالی متعالی اعلیٰ حضرت سکند
شوکت ولی نعمت آیہ رحمت دام اقبالہ'۔ آج ایک نئی تصنیف پیش کرتا ہے
سید افتخار عالم صاحب ساکن مارہرہ شریف جو پیرزادہ خاندان عالی ہے
ہیں اور میرے شاگرد ہیں، ان کا ایجاد ہے کہ زبان انگریزی میں تاریخ
نکالی ہے آج تک یہ ایجاد نہیں دیکھا تھا اور نہ سنا تھا اور ایک کتاب
تاریخ مدرسہ العلوم علی گڑھ بھی انھوں نے مفصل تصنیف کی ہے، بذریعہ
فدوی کے دونوں نذریں ہمراہ عریضہ ہذا کے مرسل خدمت عالی ہیں امیدوار
ہوں کہ مشرف بہ قبول ہوں۔

فدوی فصیح الملک داغ دہلوی
معروضہ سوم شوال ۱۳۱۹ھ یوم سہ شنبہ

# بنام نادرؔ[1]

۲۳۰

لفظ تب متروک ہے آپ کا یہ مصرع ہے۔

آزمانا آپ کو ہے خاص جب اک کام میں

اور میرا مصرعہ یہ ہے ؎

غیر کو کیوں چھوڑتے ہو قتل گاہ عام میں

پس غور کرنا چاہیئے اس امر کو کہ آپ کا صلہ " چھوڑتے ہو " نہیں آنے کا یہ ربط نہیں کھانے کا لفظ ہو " تم " کا صلہ ہو سکتا ہے، آپ کا " صلہ " نہیں چاہیئے۔ بادیہ پیمائی کی " ی " گرتی ہے میں فارسی کے لفظ میں گرتا ہوا حرف نہیں رکھتا ہوں چال و انداز کا عطف جائز نہیں ہے وہ ہندی ہے یہ فارسی ہے

الٰہی نہ اس کے سوا چاہتا ہوں

لفظ " نہ " کی جگہ نہیں چاہیئے " نہ " خلاف محاورہ ہے۔

---

[1] نادر حسین صاحب نادرؔ ساکن سنبھل ضلع مراد آباد

# خطوط بنام نسّاخ

۱
۲۴۱

بندہ پرور! السلام علیکم![1]

میں آٹھویں دن امرتسر سے واپس آیا، آپ کو دلی میں نہ پایا، بہت صدمۂ فراق اٹھایا، ہر چند دل کو سمجھاتا ہوں مگر وہ کب مانتا ہے ایک ہفتہ کا زمانہ ہوا کلکتے سے خط آیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ آخر میں آپ کی تبدیلی میدنی پور سے ڈھاکے کو ہو گئی، الحمد للہ یہ تو آپ کے حسب مراد ہوا مگر ایسی بھی کیا کوتاہ قلمی داغ کو فراموش کیا ہے کہ اب تک عنایت نامہ نہ آیا، یکم جنوری کا وعدہ تھا، آخر جنوری تک انتظار کیا، الحمد للہ میں اب اچھا ہوں لیکن کثرتِ کار سے دم لینے کی فرصت نہیں اپنے مزاج کی کیفیت سے مطلع فرمائیے اور کلکتہ کے واقعات سے بھی آگاہ کیجئے، مرزا خورشید عالم بہادر تو ایسے بیمار ہوئے تھے کہ کوئی بچنے کی توقع نہ رہی تھی، مرض دماغی ایسا عارض ہوا تھا کہ پانچ دن تک ہوش نہ رہا، اب سنا ہے کہ تخفیف ہے، میں نے انکو بلایا ہے کاش وہ تشریف لے آئیں، برخوردار محمد ابو القاسم کا خط اسوقت آیا ہے کہ خط قیامت نامہ ہے یا مصیبت نامہ یا حسرت نامہ دیکھ کر کلیجہ منہ

---

[1] عبد الغفور نام، نسّاخ تخلص۔ فرید پور مشرقی بنگال کے رہنے والے تھے والد کا نام قاضی فقیر محمد تھا ۱۲۴۰ھ میں پیدا ہوئے۔ بہار و بنگال میں ڈپٹی کلکٹر رہے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے، داغ کے نہ صرف ہم عصر تھے بلکہ داغ کے بہت بے تکلف دوست بھی تھے۔ منی بائی حجاب وغیرہ کے معاملات میں بھی دخل تھا۔

کو آیا، کون سی نئی خطا ہوئی جو اس قدر معتوب ہوا، وہ یہاں آیا چاہتا ہے آپ حال مجھے مفصل لکھیں، میں بہت پریشان ہوا ہوں، منجھلے صاحب کو سلام نیاز کہہ دیجئے گا۔ آپ کا نیاز مند

"داغ" ۳ مہر جنوری ۱۸۹۶ء

---

۲
۲۳۲

جناب مولوی صاحب مصدر الطاف و اعطاف دام عنایتکم

بعد سلام مسنون کے دعا نگار ہوں عنایت نامہ آپ کا بلا دستخط و بلا تاریخ آج دوسری فروری کو پہونچا یہ نہ معلوم ہوا کہ آپ نے یہ خط کہاں سے بھیجا آپ لکھتے ہیں کہ ہم جس روز ڈھاکے پہونچا، تحقیقات مقدمہ میرے سپرد ہوئی اور میں بیمار ہو گیا، وہاں سے پھر کے آنے کے بعد اس قدر کام آیا کہ فرصت نہ ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اب ڈھاکے میں نہیں ہیں، بارے ابو القاسم کا جرم وہیں پر ثابت ہوا، یہ علامت بدنصیبی کی ہے ہم نے بھی اس کو لکھ دیا ہے شکر ہے اور کوئی خطا نہ کی، مجھے تو ہزاروں توہمات بندھے تھے بدمعاشوں نے اسے بہکا دیا، نتیجہ اس کا اچھا نہ پائے گا۔ اس لئے ایسی تنگ دستی لکھی تھی کہ میں بے تاب ہو گیا مگر آپ کی وجہ سے میں نے کچھ نہیں بھیجا اگرچہ اس نے یہ نہ لکھا تھا کہ مجھے کچھ خرچ بھیجو جواب جو ان کو لکھا گیا تو خطا اس کی دریافت کی گئی ہے اور آپکا بھی حوالہ لکھ دیا گیا ہے کہ ہم نے ان سے بھی دریافت کیا تھا اس کا خط بھی

میں آپ کو بھیجوں گا۔ اس وقت نہیں ملا۔

یقین ہے حجاب سے آپ ضرور ملے ہوں گے اور بموجب اپنے عہد کے آپ نے ہمارا انصاف کیا ہوگا اپنی کیفیت اور اپنی قیام گاہ سے مجکو مفصل مطلع فرمایئے، میر قطب الدین صاحب اثنک اب تک میرے پاس ہیں آپ کو تسلیم کہتے ہیں اب جانے والے ہیں، میں بھی اس کثرت کار اور ان بلاؤں میں مبتلا ہوں کہ خدا محفوظ رکھے۔ زیادہ نیاز

آپ کا نیاز مند۔ داغ دہلوی،

۲ر فروری ۱۸۹۵ء

# بنام نیّر

## ۲۴۳

رئیس والا قدر فرید آباد، دام عنایتکم!

مجکو یاد نہیں کہ آپ کا کوئی خط آیا ہو اور میں نے اس کا جواب نہ لکھا ہو، مثنوی فریاد داغ اگر مطبع نیّر اعظم مرادآباد میں مکرر چھپے تو آپ کی تاریخ بھی درج ہو، صاحب مطبع سے پوچھیئے، مجھے کیا غرض کہ میں اپنی ریاست و حکومت بے وجہ چھوڑ کر دلی جاؤں اور اگر جاؤں تو پھر آپ کو کیا۔ میں دلی جاؤں آپ کو بھی زحمت فرید آباد جانے کی ہو، آپ کو تکلیف دینی مجھے گوارا نہیں اس لئے دلی نہیں جاتا، متمنی ہوں کہ آپ بے نظیر کے میلے

---

لے ان کا پورا نام سید شفیع احمد تھا نیر تخلص فرید آباد کے رئیس اور ساکن تھے

میں جس کے دو مہینے باقی ہیں تشریف لائیے، فرخ آباد اپنی خیریت معہ کلام لائقہ وکلام تازہ سے سرور فرمائیے۔

مرزا داغ۔ ۲۲ر جنوری ۱۸۹۶ء

# خطوط بنام واقف[1]

ا
۲۳۴

مرحبا کیا خوب غزل کہی ہے، اب مجکو سفر سے اور محرم شریف سے فرصت ہوئی ہے، اگرچہ حضور ابھی محرم ہو رہا ہے، عید سفر میں ہوئی، ۲۶ر کو داخل بلدہ ہوا، ۱۴ شیر شکار کیئے اور بھی شوق باقی رہا نواب صاحب یعنی آپ کے والد کا خط آیا ہے وقت فرصت جواب لکھوں گا، ٹدل پاس ہونا مبارک۔

فصیح الملک داغ دہلوی
۲ر محرم ۱۳۱۲ھ

---

۲
۲۳۵

برخوردار تمھاری طبیعت زبردست مضمون آور ہے مگر کھلے ملے شعر پر اثر کم کہتے ہو، اس کا خیال رہے، میری زندگی از سر نو ہوئی۔ مجکو بند تخمہ پڑا درد معدہ شدید ہوا اور قولنج ریاحی، پھر تپ کی شدت ہوئی۔ ریاح بند

---

[1] سید محمد اصغر حسین عرف لاڈلے صاحب نام، واقف تخلص، قصبہ شمس آباد ضلع فرخ آباد کے رہنے والے اور وہاں کے رؤساء میں شمار تھے۔

ہو گئے اجابت کیسی دو دولایتی ڈاکٹروں نے علاج کیا کچھ نہ ہوا، آخر جواب
دے دیا، یونانی علاج راس آیا کہ دست آ گئے اور سدے برآمد ہوئے ۔
درد سے گیا۔ تھوڑی سی تپ باقی ہے پاؤں چلنے میں لڑکھڑاتے ہیں
ضعف کو قوت ہے، نو دن سے اس بلا میں مبتلا ہوں زیادہ خیریت اپنے
والد ماجد کی خدمت میں سلام و نیاز کہہ دیجئے فقط۔

فصیح الملک داغ دہلوی

اا رجب ۱۳۲۱ھ

---

۳
۲۳۶

سید محمد اصغر صاحب سلمہ اللہ تعالے

کوئی غزل آپ کی میری دانست میں نہیں آئی کافی تلاش کروا چکا ہوں
اگر آپ نے خط مجھے لکھے تو میری بھی یہ وضع نہیں کہ جواب نہ لکھوں خدا جانے
خطوط کا کیا حشر ہوا، آپ نے کیا خوب غزل کہی ہے آفریں صد آفریں اصلاح
کر کے واپس کرتا ہوں، میں اب بھی صاحب فراش ہوں، پیر میں سخت
چوٹ آئی ہے، نواب صاحب کی خدمت میں سلام نیاز

فصیح الملک داغ دہلوی
(حیدرآباد دکن)

# بنام وصلؔ[1] بلگرامی

۲۳۷

بوٹا چھوٹے خوب صورت درخت کو جو خلقت میں چھوٹا ہو یعنی پودے کو کہتے ہیں اور گلبن کو بھی کہتے ہیں، آم کا بوٹا، تاڑ کا بوٹا، املی کا بوٹا، میں نہیں جانتا، متوسط و موزوں اور خوب صورت قد کو بوٹا سا قد کہتے ہیں،

نقط فصیح الملک داغ دہلوی

وصل بلگرامی نے بعض اساتذہ سے ایک استفسار کیا تھا جس کا جواب داغ نے جو دیا وہ اوپر درج کیا گیا، وصل صاحب کا استفسار ملاحظہ ہو:-

"شعرائے محقق اور فصحائے زبانِ اُردو کی خدمت میں التماس ہے کہ اس بارے میں اپنی رائے ظاہر کر کے ممنون فرمائیں کہ لفظ بوٹا بہ واؤ معروف کے کیا معنی ہیں اور عام اشجار پر اس لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں، مثلاً آم کا بوٹا، املی کا بوٹا، تاڑ کا بوٹا وغیرہ اور دہلی لکھنؤ میں اس کے معنوں میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔

ضامن علی جلاؔل لکھنوی نے اس سلسلے میں یہ جواب دیا تھا۔

---

[1] مقبول حسین نام وصلؔ تخلص، بلگرام کے شرفاء میں سے تھے، لکھنؤ کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ کئی رسالوں کے اڈیٹر اور متعدد کتابوں کے مؤلف و مصنف تھے۔

بوٹا کا اطلاق محض درخت گل یعنی ”گلبن“ پر کیا جاتا ہے اور کسی درخت کو نہیں کہہ سکتے۔

جلال بے کمال

# بنام یوسف علی خاں

## تعارف

نواب یوسف علی خاں، ریاستِ رامپور کے پانچویں فرمانروا تھے ۵؍ اپریل ۱۸۱۶ء دو شنبہ کے روز پیدا ہوئے۔ یکم اپریل ۱۸۵۵ء کو مسندِ ریاست پر پہنچے اور ۲۱؍ اپریل ۱۸۶۵ء کو انتقال فرمایا۔ نواب صاحب کو شعر و سخن کا بھی ذوق تھا ناظم تخلص فرماتے تھے۔ مومن دہلوی سے پہلے رجوع ہوئے پھر جنابِ غالب سے اصلاح لی، آخر میں امیر لکھنوی کو کلام دکھایا۔ آپ کے دو دیوان بھی طبع ہو چکے ہیں۔ ان کی عمر کا بیشتر حصہ دہلی میں گزرا اور داغ کے خاندان سے نواب صاحب مذکور کے خاص تعلقات تھے

---

۲۳۸

غریب پرور سلامت!

جنابِ عالی! فدوی نے حسب الارشاد والا کے دہلی تک چھڑ دوڑ
نکالا۔ ایک جانگ باسی کے ... بچے ہیں۔ کہیں پر اور نیا پھر اس کا

کے لئے نہیں ملتا اور سنگ سُرخ کے چوکے داغدار پیمائش سے کم بہت ہیں مگر ان کو لے کر کیا کیجیئے اور مزدوری جالی سنگ سرخ اور باسی برابر ہے اس واسطے فدوی نے بآورد سنگ باسی کی کر کے ملفوف عرضی ہذا کے ارسال کی ہے اور باہم سنگ تراشوں کا مقابلہ کروا کے چھوٹے خانے کی جالی لعہ۱۱ درعہ، اور بڑا خانہ ہیے درعہ ٹھیکے میں بکتے ہیں اور اگر ارشاد ہو بغیر ٹھیکہ بن جائیگے۔ مگر کفایت فدوی کو ازبس متصور ہے، اب حضور نقشہ ملفوفہ میں سے جو خانہ پسند فرمائیں اس کے موافق خرچ امداد ہو، بلکہ اس کے حساب میں باربرداری وغیرہ کا خرچ نہیں لکھا چونکہ یہ تخمینہ ہے حصر نہیں کیا جاتا۔

یہاں ہزارہا مکانات منہدم ہوئے، اگر حضور ارشاد فرمائیں تو سنگ مرمر اور سنگ باسی کے ستون بہ کفایت تمام ہاتھ لگ سکتے ہیں اور چوکے سنگ مرمر اور حوض یک درعہ مربع بلکہ کچھ زیادہ اور چوکے قابل پینر اور چوکی کے بہ نسبت قیمت سابق کے ارزاں ہیں۔ اگر ارشاد ہو تو تلاش کر کے اسکا حال بھی لکھے، یقین ہے بہ تاکید تمام دو مہینے سے زیادہ میں یہ کام حضور کے اقبال سے سرانجام پا جائیگے۔ زیادہ حد ادب۔

الٰہی آفتاب دولت تاباں باد

عرضی فدوی نواب مرزا داغ

مورخہ ۱۷ مارچ ۱۸۶۰ء

---

The J & K University Library
Acc. No.
CENTRAL LIBRARY

# چند مطبوعات نسیم بکڈپو

مشاعرہ عالم ارواح (سید مرتضیٰ حسین موسوی) 4/-
اکبر کے لطیفے (نادم سیتاپوری) 1/6
کینڈیڈا (ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی) 1/8
وجد و حال (بہزاد لکھنوی) 2/8/-
شبانہ (نسیم انہونوی) 5/-
کہکشاں " 5/-
نجم السحر " 5/-
مہ پارہ " 4/-
نشاط " 4/-
شگفتہ " 3/-
تمنا " 4/-
انجمن (خان محبوب طرزی) 3/-
نواب قدسیہ محل " 3/-
نازک ادا " 3/-
سفر زہرہ " 2/-
مرد مجاہد " 4/-
کہانی (مبین حسن بلگرامی) 3/8

ہجرت (مائل ملیح آبادی)
کعبے سے کربلا تک "
مرگ یزید "
نیرنگ طرخاں "
پاسبان "
نیا آدمی "
بازار "
چاند، چاندی (مظہر الحق علوی)
جاوید (وحشی محمود آبادی)
انجم (قیسی رامپوری) /8
دوست (رئیس احمد جعفری) /8
لاشوں کا کھیل (مسعود جاوید) /8
داستان (بدنام رفیعی) -/
محل سرا (نادم سیتاپوری) 3/8
موت کا شہر (اکرم الہ آبادی) 2/8
زمرد (سلامت علی مہدی) 4/8
تین گھنٹے (محمد حسین لکھنوی) 4/-

مکمل فہرست نسیم بک ڈپو لکھنؤ سے طلب فرمائیے

The J & K University Library

ALLAMA
IQBAL LIBRARY
UNIVERSITY OF KASHMIR
HELP TO KEEP THIS BOOK
FRESH AND CLEAN